مشعلِ سیرت
(حصہ اول)
سیرت النبی ﷺ کی تقاریر کا مجموعہ
عبدالغنی تائب
AL MADINA
PUBLICATIONS

بسم الله الرحمن الرحيم

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَونَینِ وَالثَّقَلَینِ

وَالْفَرِیقَینِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

مشعلِ سیرت

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف موضوعات پر تقاریر کا مجموعہ

(جلد اوّل)

عبدالغنی تائب

المدینہ پبلیکیشنز

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

سعادت اشاعت
محمد ابرار حنیف مغل

نام کتاب! مشعل سیرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مرتب عبدالغنی تائب
سرورق محمد شہزاد حنیف مغل
المدینہ گرافکس لاہور
ناشر المدینہ پبلی کیشنز اردو بازار لاہور
قیمت [illegible].00 روپے

بساط نظر

عنوان	صفحہ

پیشِ لفظ

جلوہ ہے وہ صفات خدائے غفور کا
وہ عبد کی شکل میں پیکر ہے نور کا
چمکا ہے جس کے دم سے مقدر ظہور کا
جس کے قدم کی خاک بھی سرمہ ہے طور کا
راتوں کی ضو' دنوں کا اجالا اسی سے ہے
دنیا میں روشنی کا حوالہ اسی سے ہے

(انور جمال)

نیر تاباں' مہر درخشاں' مونس دل شکستگاں' راحت قلوب عاشقاں' سیاح لامکاں' سردار دو جہاں' باعث کن فکاں سید نا و مولانا و ملجانا و ماوانا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء کی سیرت اقدس بنی نوع انسان کے لئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی سیرت طیبہ ولادت باسعادت سے لے کر بچپن تک' لڑکپن سے لے کر جوانی تک' غار حرا سے لے کر غار ثور تک' حرم کعبہ سے لے کر طائف کے بازاروں تک' امہات المومنین کے حجروں سے لے کر میدان ہائے جنگ تک' عبادات سے لے کر معاملات زندگی تک' چاروں جانب پھیلی ہوئی ہے۔ جلال و جمال' مادیت و روحانیت' دین و دنیا' عبادات و معاملات' محبت و شفقت سیاست و قیادت ---- الغرض زندگی کا انفرادی پہلو ہو یا اجتماعی شعبہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے ہدایت و رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

ایسی ہمہ صفت اور ہمہ گیر ذات اقدس کہ تاریخ انسانی جسکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہی وہ مشعل سیرت ہے' جو ہر دور کی جہالتوں کو تہذیب و شرافت اور ظلمتوں کو ہدایت و راستی کا نور عطا کرتی ہے۔ اتنی منزہ' مطہر' معنبر' معطر اور اعلیٰ و اکمل شخصیت کہ خود خالق کائنات کو کہنا پڑا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

"بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے"۔

رخشندہ ترے حسن سے رخسار یقیں ہے
تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے
چمکا ہے تری ذات سے انساں کا مقدر
تو خاتم کونین کا رخشندہ نگیں ہے

(صوفی تبسم)

ذرا غور کیجئے کہ جس امت کے پاس اپنی زندگیوں کی آلائشوں کو لطافتوں اور تاریکیوں کو اجالوں میں بدلنے کے لئے محسن انسانیت کی مشعل سیرت ہو اسے ادھر ادھر بھٹکنے اور غیر مسلم اکابرین کو آئیڈیل بنانے کی کیا ضرورت ہے ---- آج امت مسلمہ کا زوال و انحطاط خدائی احکامات کے انکار اور سیرت مصطفوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دوری کا نتیجہ ہے۔ ہم جب تک قرآن اور صاحب قرآن کی بتائی ہوئی راہوں پر گامزن ہونے سے فرار اختیار کرتے رہیں گے، نکبت و ادبار اور ذلت و رسوائی ہمارا مقدر رہے گی۔ اسلامیانِ عالم اگر اپنی عظمت رفتہ کی بحالی چاہتے ہیں تو انہیں سرور کائنات فخر موجوداتِ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے آفتاب سے اکتساب نور کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہی وہ پہلا اور آخری منشور ہے جو امن و آشتی کا نقیب اور قناعت نفس و سکون قلب کی دولت سے مالا مال کرنے کا باعث بھی ہے اور ملت اسلامیہ کو اتحاد و یگانگت کی پائیدار لڑی میں پرو کر اقوام عالم کی قیادت و پیشوائی کے قابل بھی بنا سکتا ہے۔

یہ زباں گنگ اور شکستہ ہے قلم، عاجز بیاں
ان سے ممکن ہی نہیں مدح شہِ کون و مکاں

(عبدالغنی تائب)

"مشعل سیرت" اس مقدس موضوع پر لکھی گئی کتب میں کسی نئی کتاب کا اضافہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ مختلف اوقات میں لکھی گئی اہل علم و فن کی دلکش تحریروں کا ایک خوبصورت مجموعہ ہے۔ جس کے مضامین کو تقریری شکل دے دی گئی ہے۔ یہ کتاب انشاء اللہ العزیز سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دینی مدارس کے طلباء و طالبات کے لئے بے حد مفید ثابت ہو گی۔ ہر سطح کے قارئین اس سے استفادہ کر کے جذبہ

عقیدت و ارادت کے تحت جہاں اپنے دلوں میں عشق مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمعیں جلا کر ایمان و ایقان کی کلیاں مہکا سکیں گے' وہاں سیرت طیبہ کی مشعل کی روشنی ان کی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کو تابندگی و رخشندگی عطا کر کے انہیں انقلاب آفرین حیات سے ہمکنار کرے گی۔ تاکہ وہ سیرت اطہر کو اپنا کر معاشرے کو اخلاقی بلندی' روحانی بالیدگی اور خوشحالی و شادمانی کا مرقع زیبا بنانے میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

دہر کو سیرت سرکارؐ سکھا دی جائے سنگباری جو کرے کوئی دعا دی جائے
آپؐ کے اسوہ عالی کو بسا کر دل میں عظمت فکر کی قندیل جلا دی جائے۔

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

"مشعل سیرت" کی اشاعت کے سلسلہ میں اپنے فاضل دوست جناب پروفیسر فیض الرسول فیضان صاحب کا ممنون احسان ہوں جن کی معاونت نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی علاوہ ازیں جناب پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب' جناب پروفیسر سید منصور احمد خالد صاحب' جناب قاضی عبدالرشید صاحب' جناب پروفیسر اسیر عابد صاحب' اور جناب پروفیسر غلام حسین صاحب کی آراء نے کتاب کی افادیت میں دو چند اضافہ کر دیا ہے۔ خصوصاً جناب محمد ابرار حنیف مغل صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے بکمال شفقت و التفات المدینہ پبلیکیشنز لاہور کے تحت اس کی کتابت و طباعت کا اہتمام کر کے کرم نوازی فرمائی۔ مولا کریم اپنے حبیب کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تصدق ان حضرات کے علم و فضل میں اضافہ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

عبدالغنی تائب ایم۔ اے۔

مشعل سیرت

امین علم شریعت ہے مشعل سیرت
نقیب درس طریقت ہے مشعل سیرت

قرار قلب حزیں' نور دیدہ ء پرنم
وقار دانش و حکمت ہے مشعل سیرت

ثواب واجر کا مخزن' مطالعہ اس کا
بیان اسوہ و سیرت ہے مشعل سیرت

تخیلات کی آنکھوں کو کھول دیتی ہے
تجلیات کی صورت ہے مشعل سیرت

شعور بانٹتی ہے اور فتور چھانٹتی ہے
شعاع فہم و فراست ہے مشعل سیرت

نماز جذب دروں اشتیاق سے پڑھے
اذان حق و صداقت ہے مشعل سیرت

کدورتوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکے گی
ضیائے چشم محبت ہے مشعل سیرت

کتب تو اور بھی موجود ہیں کئی' لیکن
جواب مشعل سیرت ہے مشعل سیرت

قبول ذات ہو اے کاش محنت تائب
بیاض عشق و عقیدت ہے مشعل سیرت

نگاہ شوق ہٹے اس سے کس طرح فیضان
بہشت حسن حقیقت ہے مشعل سیرت

پروفیسر فیض رسول فیضان

❁ ❁ ❁

"مشعل سیرت"○ ایک منفرد مجموعہ تقاریر

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسوہ حسنہ ہے○ مینارہ نور ہے○ صراط مستقیم ہے○ معیار انسانیت ہے○ رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے اور حق وباطل کی جنگ میں حمایت حق کا اعلان ہے○ لہٰذا۔

جب بھی باطل کے گھنگھور اندھیرے اپنی تمام تر قہر سامانیوں کے ساتھ نازل ہونے لگیں○ جب بھی محلاتی سازشیں امت مسلمہ کا حلیہ بگاڑ دینے پر تل جائیں○ جب بھی تشکیک وشبہات کے خوفناک اژدہے جگہ جگہ پھنکارتے دکھائی دیں○ جب بھی ایمان وایقان کی سر سبزوادیاں دھول اڑاتے خشک ویرانوں میں تبدیل ہوجائیں○ جب بھی عقابوں کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں آجائیں○ جب بھی تفکر وتدبر کے سرچشمے سوکھنے لگیں○ جب بھی عقل وشعور بصیرت وبصارت کا ساتھ دینے سے انکاری ہوں○ جب بھی بے بسی' بے کسی اور بے چارگی ہماری خداداد صلاحیتوں کو مفلوج کردینے کے در پے ہو تو ایسے مایوس کن' ہمت شکن اور صبر آزما حالات میں ہماری پژمردہ وافسردہ' ہدایت کی متلاشی پرنم آنکھیں بے نواؤں کی نوا' بے سہاروں کے سہارے' عفوو درگزر سے کام لینے والے' قاب قوسین اوادنی کے مسند نشین' شفیع المذنبین' انیس الغریبین' رحمتہ اللعالمین' راحت العاشقین' مراد المشتاقین' احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ کی جامع الصفات ذات کی جانب اٹھتی ہیں کیونکہ ایسے میں وقت کا وجدان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

یہ اس لئے کہ ہمارا سب سے بڑا وسیلہ اور آسرا وہی ہیں○ اس لئے بھی کہ جب زمانہ ٹھوکروں پر رکھ لیتا ہے○ انسان ہر طرف سے دھتکارا جاتا ہے○ یارومددگار منہ موڑ لیتے ہیں○ ہمدرد وغمگسار ساتھ چھوڑ جاتے ہیں○ ہم نوالہ وہم پیالہ فصلی بٹیرے ثابت ہوتے ہیں ○ اپنائیت غیریت کا مہیب منظر پیش کرتی ہے○ ہر سو تاریکی نے اپنے ہیبتناک پنجے گاڑے ہوتے ہیں○ کوئی تارا کوئی جگنو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا ○ کہیں سے کوئی مدد ملتی ہے نہ کوئی جائے پناہ دکھائی دیتی ہے○ ناامیدیوں اور مایوسیوں کی ان روح فرسا آندھیوں میں حضورؐ کا چراغ راستہ دکھاتا ہے۔

راستہ دکھاتا ہے آندھیوں کی یورش میں
اک چراغ روشن جو ساحل عرب پر ہے

اور یہی بیکس پناہ اور رحیم و رؤف ہستی ہماری پناہ گاہ بنتی ہے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

بے شک ہماری راحتوں اور رافتوں کا حصول انہی کے در دولت سے وابستہ ہے ○بلاشبہ ہماری امیدیں اور آرزوئیں اسی دربار دربار سے قوت نمو پاتی ہیں ○ یقیناً" ہمارا ملجا وماویٰ انہی کا فلک مقام آستانہ ہے○ وہی تو ہیں جن کا دست شفقت ہماری ہمت کے سر کا تاج ہے○ وہی تو ہیں جو ہمیں یاس وحرماں کا شکار نہیں ہونے دیتے○ ہزار ناکامی او ناامیدی ہو○ ہزار خستگی و شکستگی ہو○ ہزار بے بضاعتی و بے مائیگی ہو مگر ان کے جمال وجلال کا خیال آتے ہی سارا منظر تبدیل ہوجاتا ہے اور ناتمام توانیاں توانائیوں میں ڈھل جاتی ہیں۔

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم
روی تو یاد کردم و آں دم جواں شدم

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا دور طاغوتی دور ہے○ یہ منفی طاقتوں کے کھل کھیلنے کا زمانہ ہے○ اس وقت شیطانی عناصر اپنی دہشت ناک سرگرمیوں کے ہمراہ عالم اسلام کے ہر حصار کو توڑنے پر کمربستہ ہیں○ اس کے لئے وہ نت نئے حربوں سے کام لیتے ہیں ○ ان میں سے سب سے موثر اور کارگر حربہ ذرائع ابلاغ کا ہے جو اپنے بہترین و مکمل ترین وسائل کے ساتھ ان کے قبضہ قدرت میں ہے اور جسے وہ پوری مہارت اور فنی چابکدستی کے ساتھ بروئے کار لانے میں مصروف ہیں○ وہ جہاں عالم اسلام کو معاشی طور پر اپنا باج گزار بنا کر رکھنا چاہتے ہیں وہاں مذہبی' معاشرتی' سیاسی اور سماجی لحاظ سے بھی ان میں ایسی منفی اقدار کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں جن سے مسلمان اپنے ہی تشخص سے محروم ہو جائیں اور ان پر امن وسلامتی اور تعمیر وترقی کی اصل راہیں مسدود ہو کر رہ جائیں○ آج عالمی سطح پر دنیائے اسلام کے بارے میں تمام مغربی طاقتوں کی رائے یہی ہے کہ۔

روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

انگریزوں نے اپنے دور حکمرانی میں "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" جیسی دین دشمن اور انسان دشمن سیاسی حکمت عملی کو رواج دیا تھا○ یہی پالیسی بین الاقوامی سطح پر آج بھی جاری ہے اور مسلم ممالک اس کے نتائج بھگت رہے ہیں ○ افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے ارباب بست وکشاد اور اصحاب اقتدار اس صورت حال سے کوئی سبق سیکھنے کے لئے تیار نہیں○ ہر کوئی اپنے اپنے خول میں بند ہے اور کسی نہ کسی بڑی طاقت کی دہلیز پر جبہ سائی کو نہ صرف اپنے لئے اعزاز خیال کرتا ہے بلکہ اسے اپنی بقا کی ضمانت بھی سمجھتا ہے○ حالانکہ یہ خود فریبی اور خوش فہمی کے سوا اور کچھ نہیں کیونکہ عالمی طاقتیں ہمیشہ اپنے مفاد کا تحفظ کرتی ہیں○ جہاں ان کا مفاد اجازت دیتا ہے وہ مدد کرتی ہیں○ دوسری صورت میں معاہدے کے باوجود کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ٹال جاتی ہیں○ لیبیا' مصر' پاکستان' ایران' عراق' افغانستان' فلسطین' بوسنیا' کشمیر اور چیچنیا جن جن حالات سے گزرے ہیں یا گزارے جا رہے ہیں کیا وہ اس بات کے ثبوت کے لئے کافی نہیں○ ذرا پیچھے پلٹ کر دیکھئے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ عالم اسلام کے جس بھی رکن نے ذرا سر نکالا اسے اندرونی وبیرونی مسائل میں اس بری طرح الجھایا گیا کہ اس کی ساری توانائیاں ختم ہو کر رہ گئیں○ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے○ یہ صرف اور صرف اس لئے ہے کہ اسلامی دنیا انتشار وافتراق کا شکار ہے○ ہر ایک ملک نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رکھی ہے○ مفاداتی تصادم نے انہیں ایک دوسرے سے دور کر رکھا ہے○ تعصبات گلے کا ہار بن گئے ہیں○ اخوت اور بھائی چارہ خواب وخیال ہوگیا ہے○ الغرض جو نہیں ہونا چاہئے تھا وہ ہے اور جو ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہے۔

وای بر ما وای بر احوال ما

اسی لئے اجتماعی فیصلے یا تو ہو نہیں پاتے یا دیر سے کئے جاتے ہیں اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ دیر سے کئے جانے والا فیصلہ کوئی فیصلہ نہیں ہوتا○ اس کی اکثر اوقات نہ کوئی اہمیت ہوتی ہے نہ افادیت○ کیا آپ نے یہ نہیں سنا کہ:

"JUSTICE DELAYED JUSTICE DENIED" یعنی دیر سے

انصاف کرنا انصاف نہ کرنے کے برابر ہے○ یہ سب باتیں بین الاقومی تناظر میں ہیں○ آیئے اب ذرا ملکی منظرنامے پر بھی ایک نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ صورت حال کیا ہے
○ یہ بڑی بات ہے کہ یہاں ہمیشہ ہی "سب اچھا ہے" کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے اور ہر شعبہ اپنی کار کردگی کو اطمینان بخش قرار دیتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

کیا سیاست منافع بخش کاروبار نہیں رہی

کیا ہارس ٹریڈنگ اور "چمک" جیسے مذموم اور سیاہ داغوں سے سیاسی چہرہ پاک ہو گیا ہے۔

کیا ہم گروہی سیاست سے نکل کر قومی سیاسی دھارے میں داخل ہو چکے ہیں۔

کیا ہم نے برادری ازم سے رہائی پالی ہے۔

کیا ذاتیات کی بجائے اجتماعیت نے ہمارے دل و دماغ میں اپنی جگہ بنالی ہے۔

کیا لوٹ مار' چوریاں' ڈاکے' راہزنی' رسہ گیری' اغوا برائے تاوان' بم دھماکے اور قتل وغارت گری کی وارداتیں دم توڑ گئی ہیں۔

کیا مفاد پرستی' مطلب براری اور راتوں رات امیر بننے کا رجحان ختم ہو گیا ہے۔

کیا رشوت' سفارش' اثر ورسوخ اور اپنی حیثیت کا ناجائز استعمال ترک کر دیا گیا ہے۔

کیا سمگلروں نے سمگلنگ سے توبہ کرلی ہے

کیا دہشت گردی اور تشدد کی کارگذاریاں رک گئی ہیں۔

کیا باطل ناکام اور حق فتح یاب ہوگیا ہے۔

کیا تسلیم و رضا' ورع وتقوی' صبرو توکل' ایثار و قربانی' صلہ رحمی' صلح جوئی' رواداری' باہمی احترام کی پاسداری' ذکر اذکار' توبہ اور انابت جیسے اخلاقی جواہر ہمارا طرہ امتیاز ہیں

کیا ہم نے اپنے ماحول سے اندرونی آلودگیاں دور کرلی ہیں۔

کیا ہماری زندگی اطیع اللہ و اطیع الرسولؐ کے معیار پر پوری اترتی ہے۔

اور اگر ان تمام سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر ایک بات واضح ہے کہ ہمارے ملک کی صورت حال نہ تو اطمینان بخش ہے اور نہ ہی یہاں سب اچھا ہے○ کون نہیں

جاننا کہ ہمارے مصائب و آلام کا باعث صرف یہ ہے کہ ہم نے اس حبل متین کو چھوڑ دیا ہے جسے مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی نصیحت کی گئی تھی○ کیا یہ ایک ناقابل تردید حقیقت نہیں کہ اپنے مذہب سے دوری ہی نے ہمیں یہ دن دکھائے ہیں○ مطلب یہ کہ جو رخصت ہوگئے وہ اس لئے معزز و محترم تھے کہ وہ سچے اور پر خلوص مسلمان تھے اور ہم جو موجود ہیں فقط اس لئے ذلیل و خوار ہیں کہ ہم نے قرآن و سنت پر عمل کرنا ترک کردیا ہے○ سچ کہا ہے اقبال نے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قراں ہوکر

یہ امر خوش آئند ہے کہ کارواں کے دل میں احساس زیاں پیدا ہوگیا ہے○ ہمارا تخلیق کار، ہمارا شاعراور ہمارا ادیب اب قومی مسائل پر اپنے تہذیبی اور تمدنی حوالوں سے غور کرنے لگا ہے○ متاع امت کے لٹ جانے کا غم اس کے سینے میں جاگنے لگا ہے○ اس نے اندازہ لگا لیا ہے کہ ہماری انفرادی واجتماعی بقاکی ضمانت دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر بہ صمیم قلب عمل کرنے ہی سے مل سکتی ہے۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

عبدالغنی تائب اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں اور ان کی یہ کاوش اس صداقت کا منہ بولتا ثبوت○ وہ پیشے کے لحاظ سے مدرس ہیں○ حافظ آباد ان کا مسکن ہے اور وہ وہاں کی علمی وادبی مجالس اور نعتیہ محافل کی جان سمجھے جاتے ہیں○ بزم نعت تو ان ہی کے دم قدم سے آباد ہے○ نعت گوئی ان کا خاص میدان ہے○ اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں اظہار خیال پر قادر ہیں○ ملک کے معروف رسائل و جرائد اور اخبارات میں ان کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے○

"ارمغان نیاز" اور "مدنی من ٹھار" کے نام سے دو نعتیہ مجموعے بھی زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں○ عشق حبیب خدا ﷺ ان کا سرمایہ حیات ہے○ اور ایک مدرس کی حیثیت سے ان کی خواہش اور کوشش ہے کہ مسلمان کا بچہ بچہ اسی احسن جذبے سے سرشار ہو جائے

"مشعل سیرت" کی ترتیت و تدوین اسی فکرو تدبیر کا نتیجہ ہے۔ تائب نے انتخاب مضامین کے سلسلے میں اپنے حسن طبیعت و ذوق ادب کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھا ہے ○ یوں انہوں نے اپنے بالغ نظر ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ اور یہ چیز بتارہی ہے کہ قدرو قیمت اور نقدو نظر کے حوالے سے "مشعل سیرت" کی ہر تابانی معیار و جستجو کا عمدہ نمونہ ہے ○ ادا کا تنوع اور اسلوبیاتی رنگارنگی اس کی ایک اضافی خوبی ہے ○ اس کے لکھنے والوں نے اپنے اپنے موضوع کے بارے میں جہاں ضروری معلومات مہیا کی ہیں وہاں اپنی تحریروں کو ایمان وایقان کے سر چشمے سے پھوٹنے والے عاشقانہ وجدان سے بھی سنوارا ہے ○ یہی وجہ ہے کہ ان کے حرفوں کی تڑپ ان کی سطروں کا اضطراب اور ان کا بین السطوری گداز پڑھنے والوں کے لئے

اک لرزش خفی مرے سارے بدن میں تھی

کی تفسیر بن جاتا ہے ○ بیشک یہ مضمون نگاروں کے خلوص قلب، شدت احساس اور شمولیت ذات کا خوبصورت اظہار ہے۔

عبدالغنی تائب کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے "مشعل سیرت" میں شامل ہر مضمون کو تقریری صورت دیدی ہے ○ اور اس سلسلے میں تمام ضروری تقاضے پورے کئے ہیں ○ اس طرح انہوں نے سکولوں، کالجوں اور دینی مدارس کے ایسے طلبہ و طلبات کے لئے جو فن تقریر سے دلچسپی رکھتے ہیں اور مختلف سطحوں پر منعقد ہونے والے تقریری مقابلوں میں شرکت کے متمنی ہیں ○ ایک خوبصورت ○ موقر اور مفید تقریری مرتب کیا ہے ○ خصوصا سیرت طیبہ کے حوالے سے یہ اپنی نوعیت کا منفرد تقریری مجموعہ ہے ○ اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ کتاب صرف طلبہ و طلبات کے استفادے کے لئے شائع کی جارہی ہے ○ نہیں ایسا نہیں ہے ○ اس سے کم و بیش ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے یکساں مستفیض ہو سکتے ہیں۔

ایک اور بات جس کا ذکر یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ تائب نے "مشعل سیرت" کی تقریروں کو موقع و محل کی مناسبت سے خوبصورت اشعار سے سجایا ہے ○ اس سے تقریروں کو مذید جاذبیت، جامعیت، اور اثر انگیزی میسر آئی ہے ○ زبان و بیان کے حسن میں اضافہ ہوا ہے ○ اظہار و ابلاغ کا جوہر اور بھی نکھر گیا ہے ○ یہی نہیں

کے حسن میں اضافہ ہوا ہے ○ اظہار و ابلاغ کا جوہر اور بھی نکھر گیا ہے ○ یہی نہیں انہوں نے شعر کے ساتھ شاعر کا نام بھی لکھا ہے ○ یہ ایک مستحسن اور تحقیقی اقدام ہے اور مرتب کے حسن ترتیب و وسعت مطالعہ کی دلیل۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالی عبدالغنی تائب کی اس کوشش کو کامیابی و کامرانی سے نوازیں ○ یعنی یہ نوجوانوں کی سیرت سازی میں ممدو معاون ہو ○ اس کا مطالعہ ان کی بے حسی کو احساس، غفلت کو بیداری او بے عملی کو عملی فعالیت میں ڈھال دے ○ اور قادر مطلق کی علیم و خبیرذات ہمیں یہ توفیق بھی ارزانی فرمائے کہ ہم اپنے نظام تعلیم، نصاب تعلیم اور انداز تعلیم کو اپنی قومی امنگوں اور ملی روایتوں سے ہم آہنگ کرسکیں ○ ہمارا مقصد تعلیم محض عقلیت پرستی اور ظاہریت پسندی نہ ہو بلکہ قلب و نظر کی تطہیر اور روحانی ارتقاء کے نشوونما پر زور دیں ○ اخلاقی سربلندی اور سیرت و کردار کی پاکیزگی و پختگی ہمارا نصب العین ہو ○ تاکہ ظاہری و باطنی مقاصد، مادی و روحانی اقدار، ایمان وعلوم اور ایقان و فنون کے درمیان روز افزوں فاصلوں کو سمیٹا جاسکے ○ فکر کی بے اعتدالیاں اپنے انجام کو پہنچیں اور ہماری شخصیتیں توازن واعتدال سے بہرہ ور ہوں۔

اللہ کرے کہ ہم ایک بار پھر ویسی ہی دیوار بن جائیں جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کے لئے مضبوطی واستحکام کا حیات آفریں پیغام لاتی ہے کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمیں ہر قسم کے خوف سے بے نیاز کردے گی اور ہم بڑے اعتماد، یقین اور فخر سے کہہ سکیں گے۔

طوفانوں سے کیا ڈر ہم کو اسوہ احمد ﷺ اپنے لئے
دریا بھی ہے ساحل بھی ہے ناؤ بھی ہے پتوار بھی ہے

پروفیسر سید منصور احمد خالد
شعبہ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ

گفتار و کردار کا اعتبار

(مشعل سیرت کی روشنی میں)

پروفیسر محمد اقبال جاوید
(گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ)

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر نعمت قابل قدر بھی ہے اور قابل تشکر بھی' مگر پیغمبرانہ رہنمائی' بہکی اور بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے ایک ایسا عطیہ ہے جس کی قدروقیمت کا اندازہ لگانا' ناممکنات میں سے ہے' اسی رہنمائی کے بغیر تاریخ انسانیت بحیثیت مجموعی بے رنگ ہے' حیوانیت کو انسانیت کا آہنگ اسی رہبری سے ملا ہے۔ اگر یہ مشعل نہ ہوتی تو ہماری کائنات ہر اعتبار سے دھواں دھواں اور ہمارے روز وشب ہر لحاظ سے بے آبرو ہوتے۔ ماضی اور حال میں اگر کہیں اخلاق کے قرینے' اعمال کے سلیقے اقوال کے نگینے اور افکار کے خزینے نظر آتے ہیں تو وہ پیغمبروں کی رخشندہ سیرتوں ہی کا فیض ہے یہی وہ الوہی تاب وتب ہے جس نے ہر دور کی بندگی کو شرمندگی سے بچاکر تابندگی عطا کی ہے کتنے ہی پیغمبر آئے مگر زمانہ ان کے کردار کی چمک اور افکار کی دمک کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اور آخر میں وہ تشریف لائے جن کے اشارہ ابرو پر خود زمانے کو چلنا تھا اسی لئے انؐ کی حیات پاک کے لمحے لمحے کو آسمانی تحفظ دے دیا گیا تھا اور انؐ کی زبان پاک سے نکلنے والی ہربات کو "باتوں کا پیغمبر" بناکر بقا عطا کردی گئی تھی۔ انؐ کے کردار میں پہاڑوں کی استقامت' آسمانوں کی رفعت' صحراؤں کی وسعت! سمندروں کی گہرائی' اسی لئے رکھ دی گئی تھی کہ اسے ہر دور کی تاریکیوں کو اجالنا تھا۔

سورج نے ضیا اس چشم سے لی' اس نطق سے غنچے پھول بنے
اٹھا تو ستارے فرش پہ تھے' بیٹھا تو زمیں کو عرش کیا

اس جہان خراب میں تہذیب وثقافت' شرافت ونجابت' لطف ولطافت' حکومت وحکمت' تطہیروتعمیر' رشدوہدایت اور شعروادب کے سلسلوں میں جہاں جہاں دلنوازی کی کوئی فضا نظر آتی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فیضان ہے۔ ورنہ ظہور اسلام سے پہلے کی دنیا' دنیائے جہالت ہی تو تھی' جبکہ آج کی نام نہاد ترقی یافتہ دنیا بھی نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر قدیم جہالت ہی کا عکس نو ہے۔

ہر خیر تری سیرت تاباں سے چلی ہے
خوشبو کی ہر اک موج' گلستاں سے چلی ہے
ہر خلق کا مظہر ہے تری ذات گرامی
ہر ضو' ترے خورشید فروزاں سے چلی ہے

ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے مصروف ترین انسان کو سیرت پاک کے چیدہ چیدہ پہلوؤں سے روشناس کرایا جائے دور حاضر کے پاس' روز افزوں مادی الجھنوں کی بناپر سیرت کی ضخیم کتابوں سے استفادے کا وقت نہیں ہے کیونکہ اس نے محبت کے سوا' اور بہت سے روگ پال رکھے ہیں۔ وہ جسم کی آرائش میں اس قدر محو ہے کہ روح کی تزئین بھول گیا ہے۔ بنابریں پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت اقدس کو مختصر اور جامع مضامین کی شکل میں پیش کرنا' جہنم کے کنارے پر کھڑی ہوئی' اس بدقسمت انسانیت پر ایک بہت بڑا احسان ہے جس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ

؎ نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

یہ بھی وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کہ کردار کے اس جمال اور عمل کے اس حسن کو ایسے خوبصورت اور دل نشین پیرائے میں پیش کیا جائے کہ وہ نگاہوں سے لپٹ لپٹ جائے اس لئے لازم ہے کہ لفظ لفظ لو دے رہا ہو اور بات بات سے خوشبو پھیل رہی ہو۔ چاہئے کہ لفظی سانچے' خیال کی رعنائی کا ساتھ دیں' خوبصورت افکار کے اظہار کے لئے لہجہ بھی دل آویز ہونا چاہئے اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس کسی نے بھی اپنے اظہار و بیان کی صلاحیتوں کو اسوہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے وقف کیا۔ مولا کریم نے نہ صرف اس کے قلم کو پر ہما کی جنبش عطا کی بلکہ اس کی شخصیت کو بھی ہر نظر میں محترم بنادیا۔ حق یہ ہے کہ ذات میں وقار ہے تو اسی اتباع سے' زبان میں تاثیر ہے تو اسی نام سے' قلم میں ولولہ ہے تو اسی ذکر سے' الفاظ میں بانکپن ہے تو اسی خیال سے دل میں سرور ہے تو اسی تصور سے ذہن میں حسن ہے تو اسی جمال سے آنکھوں میں نور ہے تو اسی ظہور سے۔

آنکھوں میں نور' دل میں بصیرت ہے آپؐ سے
میں خود تو کچھ نہیں' مری قیمت ہے آپؐ سے

یہ آپؐ ہی کا فیض دلوں کا گداز ہے!
ان برف کی سلوں میں حرارت ہے آپؐ سے

جناب عبد الغنی تائب' مبارک کے مستحق ہیں کہ انہوں نے سیرت پر لکھے گئے بہت سے نثرپاروں کو ایک خاص انداز کے ساتھ' تقریری رنگ دے کر' طلبہ کے لئے بالخصوص اور اہل ذوق کے لئے بالعموم ایک دل آویز مرقع تیار کردیا ہے۔ ان کی اس کاوش کو نہ اہل نظر' نظر انداز کر سکیں گے نہ تماشائی' میں سمجھتا ہوں کہ تقریر کے شوق میں سیرت پاک کے درخشاں پہلو' لاشعوری طور پر طلبہ کی سوچ کا حصہ بنتے چلے جائیں گے۔ کیونکہ یہی وہ عمر ہوتی ہے جب گفتار کا اسلوب سنورتا اور گفتار کا رخ متعین ہوتا ہے۔ یہ اوراق اس لئے بھی قابل قدر ہیں کہ جملہ مضامین کا اسلوب' شعر وادب کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ یہ ہمارے دور کا بہت بڑا المیہ ہے کہ اردو' روز بروز اپنے تواراثی تاثر سے محروم ہوتی جارہی ہے سچ یہ ہے کہ اگر اردو سے عربی کی بلاغت اور فارسی کی حلاوت چھین لی جائے تو اس کا سارا نکھار بکھر جاتا ہے۔ رونا اس بات کا ہے کہ نسل نو عربی اور فارسی سے بے تعلق ہوتی جارہی ہے۔ نتیجہ معلوم کہ شعروادب کا ذوق بھی افسردہ ہو کر رہ گیا ہے اور ادبی قدروں کے ساتھ ساتھ' دینی شگفتگی بھی پژمردہ ہوتی چلی جارہی ہے کہ عربی اور فارسی کے بعد اردو ہماری اسلامی روایات کی واحد امیں ہے' ۔

ملت کے دل میں پاس حمیت اسی سے ہے
وابستہ اپنی قوم کی عزت اسی سے ہے
زندہ وطن میں روح ثقافت اسی سے ہے
آزادی وطن کی علامت اسی سے ہے
اردو زباں ہے باعث توقیر ارض پاک

ہم سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے یہ حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اردو فکرو نظر کی ایک دل آویز کہکشاں ہے۔ اس میں عرب کا سوز و گداز بھی ہے اور عجم کا حسن بھی' پنجاب کی الہڑ جوانی بھی ہے اور گنگا کی روانی بھی۔ قلعہ محلی کا شباب بھی ہے اور تاج محل کی رعنائی بھی' ماضی کے ایک شاعر نے اسی زبان کے بارے میں کہا تھا

ندی کا موڑ، چشمہ شیریں کا زیروبم
چادر شب نجوم کی، شبنم کا رخت رم
موتی کی آب، گل کی مہک، ماہ نو کا خم
ان سب کے امتزاج سے پیدا ہوئی ہے تو
کتنے حسیں افق سے ہویدا ہوئی ہے تو

آج یہی اردو، اپنے ہی وطن میں، اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں، بیوہ کے آنسوؤں کی طرح پریشان ہے، آج وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کہ کوئی دل والا، اردو کی اداس دوشیزگی کو یہ کہہ کر بہلائے

میری حیات ہے، مری روح رواں ہے تو
مہرو وفا کی ایک حسیں داستاں ہے تو
ہر چند کشتۂ ستم آسماں ہے تو
پھر بھی شکست خوردہ نہیں، کامراں ہے تو
باغ وطن میں مثل نسیم سحر ہے تو
راتوں کی ظلمتوں میں ضیائے قمر ہے تو

یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ ان اوراق میں مرتب نے جتنے مضمون جمع کئے ہیں وہ فکری اعتبار سے تو بہرکیف دقیع ہیں کہ اسوہ حسنہ سے متعلق ہیں۔ مگر اظہار و ادا کے اعتبار سے بھی اس ادبی شگفتگی کے حامل ہیں جس سے ذوق سلیم مدتوں مسحور لذت رہ سکتا ہے۔ ورنہ ------ کوئی ویرانی سی ویرانی ہے

مدتوں کے بعد کوئی دل آویز جملہ یا شعر نظر سے گزرتا ہے

جسے سن کے روح مہک اٹھے، جسے پی کے درد چہک اٹھے
ترے ساز میں وہ صدا نہیں، ترے میکدے میں وہ مے نہیں

یہ مجموعہ اس اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ اس سے قبل طلبہ کے لے جتنے بھی تقریری مجموعے موجود ہیں وہ مختلف موضوعات پر کسی ایک ہی شخصیت کے لکھے ہوئے ہیں جبکہ یہ تمام مضامین، ایک ہی وجود پاکؐ پر ان مختلف ادبی شخصیتوں کے حسن قلم کے شاہکار ہیں، جن کا ذوق شستہ اور اسلوب شائستہ ہے اور یوں ہر لفظ، ہر لحظہ نئی آن

اور نئی شان سے جلوہ گر ہے۔ اور یہ فیض ہے اردو کی حسن افروز اور تاثر آفرین جامعیت کا۔

اردو کے چاند کے ہیں اجالے کرن کرن
مہکے ہیں اس کے عنبریں گیسو شکن شکن

یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اس دینی اور ادبی کاوش سے دور حاضر کی داغ داغ کیفیت کو پاکیزگی ملے گی اور دربدر بھٹکتی ہوئی سوچ کو ایک خوبصورت منزل کا سکون نصیب ہوگا جبکہ خطیبانہ آہنگ کو تاثر اور ادیبانہ ذوق کو بھی رعنائی کی نعمت عطا ہوگی۔ "مشعل سیرت" سے یقیناً" نسل نو کی گفتار میں نکھار اور کردار میں وقار آئے گا اور یوں اس کے روز وشب معتبر ہو جائیں گے اور پھر یہی اعتبار، اخروی افتخار کی ضمانت بن جائے گا۔

وہ چاہیں تو صدف کو درِ بے بہا ملے
وہ چاہیں تو خزف کو شریف گہر کریں
شعروادب بھی، آہ وفغاں بھی ہے انؐ کا فیض
پیش حضورؐ اپنی متاع ہنر کریں

آراء

یادش بخیر کیا ہی بابرکت زمانہ تھا جب ہمارے مکتبوں میں سعدی رومی اور شیخ عطار ایسے بزرگوں کے آثار خامہ گلستاں' بوستاں' پندنامہ اور مثنوی مولانا روم شامل نصاب ہوا کرتے تھے اور کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جو ان چشمہ ہائے اخلاق سے مستفیض ہوتے تھے کہ آج بھی اگر ان میں سے کوئی میسر آئے تو اسکی صحبت سے فیض اٹھانے کو جی چاہتا ہے۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ یہ فارسی ادب ہی تھا جس نے اس معاشرے میں دیر تک شروفساد' سرکشی وعدوان اور طوفان بد تمیزی کو سر نہیں اٹھانے دیا۔ کیوں نہ ہوتا کہ وہ سب ستارگان علم واخلاق آفتاب رسالت ہی سے مستنیر تھے جو اپنی تابانیوں سے دلوں کو سلامتی کے نور سے منور کرتے رہے۔

خدا جانے ہمارے ماہرین تعلیم اور مرتبین نصاب کس روش خاص پہ نازاں ہیں کہ فارسی ادب کو بتدریج منظر سے ہٹایا جارہا ہے یہاں تک کہ قومی زبان اردو کو بھی جو فارسی لغت سے جگمگا رہی ہے اختیاری مضمون قرار دینے کی افواہیں پھیلائی جارہی ہیں۔ یہ اور ایسی ہی دیگر غیر ذمہ دارانہ پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ ہماری نئی نسل نصب العین سے محروم ہو چکی ہے۔ درس گاہوں میں آنا طلبہ کے لئے محض دفع الوقتی کا حیلہ رہ گیا ہے۔ درسگاہوں کا تقدس ناپید ہے۔ اساتذہ کا احترام دلوں سے جاتا رہا ہے۔ غرض بے رہروی و کجروی کے اندھیرے کی چادر اتنی دبیز ہے جسے خنجر سے بھی چیرنا ناممکن ہوگیا ہے۔ مایوسی کی ان تاریکیوں میں لا تقنطوا من رحمت اللہ کی بشارت ہی سہارا بنتی ہے اور جناب عبدالغنی تائب مبارک باد کے مستحق ٹھہرتے ہیں کہ انہوں نے اس اندھیرے میں ایک مشعل جلائی ہے اور وہ مشعل بھی "مشعل سیرت" ہے جس نے ہمیشہ اندھیروں ہی سے آفتاب وماہتاب ڈھالے ہیں جو صدیوں سے دن رات اجالا پھیلا رہے ہیں۔

سیرت محسنؐ انسانیت کے مختلف عنوانات پر مشتمل یہ مجموعہ مضامین "مشعل سیرت" جناب عبدالغنی تائب کی محنت شاقہ کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے اور ان کی پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور عقیدت کا آئینہ دار بھی۔ یہ کتاب یوں تو طلبہ میں تقریری مقابلوں کے لئے مواد مہیا کرنے کی غرض سے

ترتیب دی گئی ہے لیکن اس کے اثرات بڑے دور رس ہوں گے۔ کیونکہ یہی سیرت پاک ہے جس نے عرب کی مس خام کو کندن بنادیا تھا۔ جس نے خانہ بدوشوں کو آئین جہانداری سکھا دیئے تھے۔ خاک نشینوں کو عرش نشیں بنا دیا تھا اور رہزنوں کو رہنمائی کا مقدس فریضہ سونپ دیا تھا۔ آج بھی جب کہ فکری بے جہتی اور اضطراب نے نئی نسل کی اخلاقیات کا چہرہ مسخ کر دیا ہے تو اس کا علاج بھی سیرت طیبہ ہی کے خدو خال سے ممکن ہے جو خوش نصیب طلبہ اس کتاب سے استفادہ کریں گے اور سیرت نبویؐ کے نقوش، فکرو نظر اور زبان وبیان میں سجائیں گے، یقیناً" ان کی کایا پلٹ جائے گی۔ ان کی روح امن وسلامتی سے معمور ہوگی اور وہ معاشرے میں پر امن شہری بن کر زندگی بسر کرنے کے خوگر بن جائیں گے۔ اس طرح حضرت تائب کی محنت ٹھکانے لگے گی اور وہ خود انعامات اخروی کے حقدار ٹھہریں گے۔

اسیر عابد

گوجرانوالہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

۱۱ فروری ۱۹۹۶ء

برادرم عبدالغنی تائب آج کل حافظ آباد میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ طلبہ کو شعر و شاعری اور تقریر کا فن سکھانے میں بڑی کاوش سے کام لیتے ہیں۔ ان کی زیر نظر تالیف "مشعل سیرت" ان کے اسی ذوق کی آئینہ دار ہے۔ انہوں نے فن تقریر اور خطابت کا ذوق رکھنے والے طلبہ کی مشکل آسان کرنے کے لئے بڑے ریاض سے کام لیا ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر دنیا کی مختلف زبانوں میں بے شمار کتب تحریر کی گئیں اس سلسلے میں اردو کا دامن بھی بڑا وسیع ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمانہ کی حیات طیبہ کا ایک ایک پہلو ایسا ہے کہ ۔

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

چنانچہ آپ کی سیرت طیبہ پر لکھنے والوں نے آپ کی سیرت و کردار کے ایک ایک پہلو کو لیا ہے اور اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ یوں اس موضوع پر کوئی نئی بات کہنا آسان کام نہ تھا۔ لیکن اسی کام کو ایک نئے انداز سے لینا البتہ ممکن تھا' چنانچہ عبدالغنی تائب نے بڑی عرق ریزی سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر بہت عمدہ قسم کے مقالات اور مضامین جمع کئے ہیں۔ اور انہیں تقریر کے قالب میں ڈھالنے کی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ اور یوں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی بھی پہلو سے تقریر تلاش کرنے والے کے لئے آسانی پیدا کر دی ہے۔ ان کی یہ کوشش قابل صد تحسین ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

پروفیسر غلام حسین
شعبہ اردو گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ النبیہ الامین

۱۴۱۹ھ

قطعہ زیبا بر طباعت مشعلِ سیرت

۱۹۹۸ء

تقاریب بر سیرت سیدِ عالم ﷺ

۱۹۹۸ء

از کلکِ پُر اعجاز جناب عبدالغنی تائب

۱۹۹۸ء

پیش کش: ارشد جلالپوری

۱۴۱۹ھ

بہ حمداللہ! عمدہ چھپ گئی ہے مشعلِ سیرت
۱۴۱۹ھ

دِلآرا۔ دلربا۔ رنگین سی ہے مشعلِ سیرت
۱۹۹۸ء

نرالا سرورق، جاذب لکھائی، جلد معیاری
۱۹۹۸ء

مصفّیٰ طبع، قیمت واجبی ہے مشعلِ سیرت
۱۹۹۸ء

یہ فصلِ نطق ہائے زیبا۔ از عبدالغنی تائب
۱۹۹۸ء

کتابِ صدق و رازو آگہی ہے مشعلِ سیرت
۱۹۹۸ء

پچیس گلزارِ دلکش سے عجب پچیس گلدستے
۱۴۱۹ھ

جہات و رنگ و بُو سے کیا سجی ہے مشعلِ سیرت
۱۹۹۸ء

ہیں اس میں ولولہ انگیز۔ دلآویز تقریریں
۱۴۱۹ھ

ادیبانہ۔ کلامِ معجزی ہے مشعلِ سیرت
۱۴۱۹ھ

نبیؐ کے اُسوۂ عالی کا ہر گوشہ کیا روشن

۱۴۱۹ھ

دکھائی راہ مُرشد کی۔ جلی ہے مشعلِ سیرت

۱۹۹۸ء

پڑھا اس کو۔ ہُوا شوق و یقیں میلِ ولا تازہ

۱۴۱۹ھ

گُلِ ایماں کی گویا یہ کلی ہے مشعلِ سیرت

۱۴۱۹ھ

بساطِ بندگی ہے۔ اِتباعِ سیرتِ آقاؐ

۱۴۱۹ھ

کہ مطلوبِ کمالِ زندگی ہے مشعلِ سیرت

۱۴۱۹ھ

وہ کج بیں راہ گم کردہ جو بھٹکا ہوا اندھیرے میں

۱۴۱۹ھ

وہ کب سمجھے کہ اصلی روشنی ہے مشعلِ سیرت

۱۹۹۸ء

فقط ہے کامیابی سیرتِ اکرم پہ چلنے میں

۱۴۱۹ھ

نویدِ نو۔ بقائے آدمی ہے مشعلِ سیرت

۱۴۱۹ھ

دکھانے کے لیے اُمت کو انوارِ ہدیٰ ارشد

۱۴۱۹ھ

آب افروزاں جو تابش جنے کی ہے مشعلِ سیرت

۱۹۹۸ء

مسکینِ ہیچمداں عبدالرشید ارشد

۱۴۱۹ھ

تحریر نمودہ : بہ یازدہم بہ مہِ صفر

۱۴۱۹ھ

ہم بہ مطابق تقویمِ عیسوی ہفتم بماہ جون بہ یومِ یک شنبہ

۱۹۹۸ء

سرورِ دلبراں

پیر محمد کرم شاہ الازہری

نہ سعدی کی شوخی' نہ جامی کا سوز' نہ غزالی کا ذوق و وجدان' نہ خسرو کا درد و عشق' نہ رومی کی ژرف نگاہی' نہ اقبال کی ادائے دلبرانہ اور انداز قلندرانہ۔ یہ سراپا نقص اور مدحت سید الانبیاء علیہ اطیب التحیۃ والثناء میں زبان کھولے تو کیسے؟

خیابان ہستی اجڑا پڑا تھا' خزاں کی چیرہ دستیوں سے گلوں کی نکہت افشانیوں اور عنادل کی نغمہ ریزیوں کی یاد تک بھی گلدستہ طاق نسیاں بن چکی تھی' روشیں ویران تھیں اور آب جوئیں خشک' جہاں کبھی سبزہ نو دمیدہ جنت نگاہ ہوا کرتا تھا' وہاں خاک اڑ رہی تھی' یاس و قنوط کی ایک ہمہ گیر کیفیت طاری تھی کہ اچانک فاران کی چوٹیوں سے ایک گھنگھور گھٹا اٹھی' جس کا ہر قطرہ بہار آفریں اور ہر چھینٹا فردوس بداماں تھا۔ یہ گھٹا برسی اور خوب دل کھول کر برسی' یہاں تک کہ گلزار عالم میں پھر آثار حیات نمودار ہونے لگے۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پر پھر شباب و قوت کی سرمستیاں ظہور پذیر ہونے لگیں۔ خود داری و عزت نفس شجاعت و ایثار کے افسردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعت برگ و بار عطا ہوئی' قمریوں نے پھر عفت قلب و نظر کا نغمہ چھیڑا' توہمات و عقائد باطلہ کے قفل کی تیلیاں ایک ایک کر کے ٹوٹیں اور ہمائے بشریت کو توحید کی مقدس و مطہر رفعتوں سے پھر دعوت پرواز آنے لگی۔

دنیا والوں نے اس شوخ و شنگ اور خیرات و برکات سے بھرپور گھٹا کو محمدؐ کے دل نواز نام سے پکارا۔ عالم بالا کے مکینوں نے اسے احمدؐ (اپنے رب کا سب سے زیادہ ثناء خواں) کہا لیکن حقیقت کی دلفریبیوں سے نقاب اس وقت اٹھا' جب اس کے خالق و پروردگار نے اسے اپنی کائنات سے یوں روشناس کرایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

وادی ایمن کا یہ نخل بلند اور اس پر ہوشربا تجلیات کا جھرمٹ' یہ بحر کرم اور اس کی بے پناہ فیاضیاں' یہ مہر عالم افروز اور اس کی نور افشاں کرنیں' یہ مرقع حسن ازل اور اس کی عالمگیر دلربائیاں' فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا یہ شاہکار جمیل جو اپنی

شان بندگی میں بے مثال اور اپنی شان محبوبی میں بے نظیر' جس نے زندگی کو رموز زندگی سے آگاہ کیا' جس نے انسان کو انسانیت کی خلعت زیبا سے نوازا۔ ایسے محبوب دلربا کی تعریف اور یہ دل باختہ قلم' اس جمال حقیقی کا بیان اور یہ کج مج زبان' اس پیکر جودو سخا کی ثناء اور یہ شکستہ دل' بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔ لیکن اگر آئینہ حق نما کی توصیف نہ کریں تو کس کی کریں؟ اس سراپا زیبائی کا تذکار حسن نہ ہو تو کیا ہو؟

اللہ رب العزت کے محبوب بندے کے عشق میں اگر گیت نہ گائیں تو کس کے گائیں۔ اس محسن کریم کی ثناء میں زبان زمزمہ سنج نہ ہو تو پھر اس کا مصرف کیا ہے۔ اگر قلم اس کی مدحت میں نغمہ سرا نہ ہو تو آخر وہ کیا کرے؟ عقل اگر اس کی عظمتوں کو خراج عقیدت پیش نہ کرے تو کس کی عقیدت کا دم بھرے' دل اگر اس کے عشق کا دیپ روشن نہ کرے اور اس کے درد اور سوز و فراق میں نہ جلے تو اس کی ضرورت کیا ہے؟

○ آؤ ساز محبت کو مضراب شوق سے چھیڑیں۔

○ آؤ اس مہ کامل کی تابانیوں کا ذکر کریں۔

○ آؤ اس جان بہار کے گیت گائیں اور روح کائنات کی لطافتوں کو آشکارا کریں۔

○ آؤ خالق ذوالجلال کی اس نعمت عظمٰی کو پہچانیں اور اس کی قدر کریں۔ اگر اس کا عرفان نصیب ہو گا۔ تو دل و دماغ اور زبان سب مل کر اپنے پروردگار کا شکر ادا کریں گے۔ اور جب حق المقدور حق شکر ادا ہو گا تو اللہ تعالیٰ راضی ہو گا۔ اس کی رحمت مائل بہ کرم ہو گی دل کی اجڑی ہوئی بستی آباد ہو جائے گی۔ خود فراموشی خود شناسی اور خدا شناسی میں بدل جائے گی۔ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کی جلوہ سامانیاں بے نقاب ہو جائیں گی۔

آؤ پہلے اس سرنہاں کو خود سمجھیں' پھر لوگوں کو سمجھائیں اس نوید یمن و سعادت کو پہلے خود سنیں پھر ترستی ہوئی دنیا کو سنائیں اور انہیں بتائیں کہ جس کی تبسم ریزیوں سے من کی دنیا میں چمن آباد ہیں' اس کی حکیمانہ تعلیمات سے تن کی حرماں نصیبیاں بھی دور ہو سکتی ہیں'

ظہور قدسی

علامہ شبلی نعمانی

چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آ چکی ہیں۔ چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے۔ جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ سیارگان فلک اس دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے' چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اس صبح جاں نواز کے لئے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضا و قدر کی بزم آرائیاں' عناصر کی جدت طرازیاں' ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں' ابرو باد کی تیرہ دستیاں' عالم قدس کے انفاس پاک' توحید ابراہیمؑ' جمال یوسفؑ' معجز طرازی موسیٰؑ' جاں نوازی عیسیٰؑ سب اس لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں بہا شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح صبح جاں نواز' وہی ساعت ہمایوں' وہی دور فرخ فال ہے۔ ارباب سیر اپنے محدود پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے' آتش کدہ فارس بجھ گیا' دریائے ساوا خشک ہو گیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شان عجم' شوکت روم' اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے' آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر' آتش کدہ کفر' آذر کدہ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بت کدے خاک میں مل گئے۔ شیرازہ مجوسیت بکھر گیا' نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اٹھا' چمنستان سعادت میں بہار آ گئی' آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاق انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا یعنی عبداللہ کا یتیم' جگر گوشہ آمنہ' شاہ حرم' حکمران عرب' فرمانروائے عالم' شہنشاہ کونین عالم قدس سے عالم امکاں میں تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوا۔

صبح سعادت

مولانا نعیم الدین مراد آبادی

دائرہ کائنات کا مرکز، مجموعہ مخلوقات کا حرف اولین، گلزار خلائق کا سب سے نفیس پھول، آسمان وجود کا نیر اعظم وہ تاباں و درخشاں نور عالم افروز ہے جس کے ظہور نے اپنے پرتو جمال کے فیضان سے کائنات کو مالا مال کر دیا۔ اس ہستی مقدس کا کوئی نظیر ہے نہ مثیل، نہ ہمتا نہ عدیل، لاثانی نے لاثانی بنا دیا ہے۔ بے نظیر نے بے مثال پیدا کیا ہے۔ اس روح مصور جان مجسم پر بے شمار درود جس کے وجود نے وجود بے کیف کا پتہ دیا، جس کے حسن ملیح نے محبوب حقیقی کے حسن کا خطبہ پڑھا، جو آنکھ میں نہ اتر سکتا تھا، وہ دل میں سمایا جس کا پتہ نہ تھا وہ رہنما ہوا۔

کائنات میں کسی ہستی کا ظہور، کسی نئے نقش کی نمود، کسی وجود کا نہاں خانہ عدم سے قدم نکالنا بڑی پر لطف بات ہے، جس کے لئے خوشیاں منائی جاتی ہیں، انتظار کھینچے جاتے ہیں۔ آنکھیں شوق دیدار کے لئے وا ہوتی ہیں، دلوں کو سرور کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ حتی کہ انسانی مصنوعات جو اپنے ہی جیسے افراد کی عقل و تدبر کا نتیجہ ہیں، ان پر کس قدر خوشیاں منائی جاتی ہیں تو کسی اعلی مخلوق کا پیکر وجود میں ظاہر ہونا اور صانع عالم کی قدرت کے کرشمے اور بدیع نگاری کے مرقع کا رونما ہونا کتنی شان و شوکت، کیسی عظمت و جلالت، کس قدر فرح و طرب کے لوازم اپنے ساتھ رکھتا ہو گا اور دنیا میں اس کے ظہور سے کیسی تجلی اور روشنی اور کیسی دھوم دھام ہو گی۔

ہر طرف کفر و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ کعبہ معظمہ اور بیت المقدس کے در و دیوار اس غم میں خوں در دل تھے، حرم شریف فریاد کر رہا تھا۔ بیت اللہ ہمہ تن آنکھ بن کر اس مقدس آنے والے کی راہ تک رہا تھا، جس کے قدوم پاک کے ساتھ اس کی عزت و عظمت حق کا ظہور اور خلق کی اصلاح و درستی وابستہ تھی۔ صفا مروہ گردنیں اٹھائے ہوئے اس ہادی اعظم کا راستہ دیکھ رہے تھے جس کی تشریف آوری کا مژدہ مسیحؑ اور خلیلؑ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء دینے آئے تھے۔ سرزمین حجاز کا ذرہ ذرہ محبوب حق کے قدموں سے پامال ہونے کی تمنا میں دل پر ارمان بنا ہوا تھا، زم

زم کا دل بحر جودو کرم کی یاد میں پانی پانی ہو رہا تھا۔ بیت المقدس کی آنکھیں اس مقتدائے عالم کا انتظار کر رہی تھیں جس کے ورود سے اس کی دوبارہ آبادی متوقع تھی اور جو اس گروہ انبیاء کی امانت فرمانے والا تھا۔ بطحا کا ہر سنگریزہ اس عالم نواز ربانی کی قدم بوسی کا تمنائی تھا' جس کی جلوہ افروزی کا غلغلہ ابتدائے عالم سے تمام دنیا میں مچا ہوا تھا۔

کارساز قدرت نے اُن وجود اقدس کو نرالے انداز کے ساتھ عجب شان و شوکت سے ظاہر فرمایا۔ دنیا میں تبدیلیاں ہوئیں۔ قحط سالی رفع ہوئی' خشک اور چٹیل میدان سرسبز و شاداب ہوئے' سوکھے ہوئے درخت پھل لائے دبلے جانور فربہ ہو گئے۔ عالم کا نقشہ بدل گیا۔ دنیا کی کایا پلٹ گئی۔ نظام قدرت کے عظیم الشان تبدل نے ایک بشیر الٰہی کے ظہور کا پتہ دیا۔ بت خانوں میں ہلچل مچی' بت سربخاک ہوئے' جھوٹی خدائی کی جھوٹی شوکت خاک میں ملی۔ باطل معبودوں کی رسوائی و خواری نے ان کے بطلان کی شہادت دی۔ آتش خانوں کی صدہا سالہ آگ سرد ہوئی' عزت و جبروت والے بادشاہوں کے قصر و ایوان میں زلزلے آئے۔ فلک رفعت قلعوں کی کوہ ساماں دیواریں شق ہوئیں۔ کنگرے سربسجود ہوئے۔ شیاطین کے تخت الٹ گئے۔ ربانی انوار خطہ خاک کی طرف متوجہ ہوئے۔ آرزو مندان جمال کی چشم تمنا وا ہوئی۔ نرگس منتظر کا فرش بچھا' رحمت الٰہی کا شامیانہ تنا' گلشن تمنا میں باد مراد چلی' بام کعبہ پر علم سبز نصب ہوا' کونین کے تاجدار کی آمد آمد کا غلغلہ ہوا جہاں نور سے معمور ہوا۔ فرح و طرب نے عالم پر قبضہ کیا شب غم نے بستر اٹھایا' صبح امید نے چہرہ دکھایا اور ۱۲' ربیع الاول صبح صادق کے وقت نے طلوع فرمایا۔

بارانِ رحمت

مولانا ابو الکلام آزاد

"جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادی حیات و نمو کے لئے آسمانوں پر بدلیاں پھیلتیں، چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے' ٹھیک اسی طرح روح و قلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لئے ترستی ہے تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی ہدایت کے لئے تڑپنے لگتی ہے۔ یہاں پتے جھڑتے ہیں' ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہئے۔ وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے' نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں۔ عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے اور خدا کے کلمہ حق و صدق کا شجر طیبہ دنیا کے ہر گوشہ اور ہر حصہ میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے۔ تو اس وقت روح انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہئے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اسے زندگی بخشتی ہے۔ وہاں انسانیت ہلاک ہو جاتی ہے تو خدا کی ہدایت پھر اسے اٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔

عالم انسانیت کی فضائے روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا' جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمت الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی' جس کے فیضان عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرمیوں کی بدحالی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی۔ یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا۔ یہ سلسلہ ترسیل و نزول صحف کا اقسام تھا۔ یہ سعادت بشری کا آخری پیام تھا۔ یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی' یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لئے کہ یہ حضرت ختم المرسلین و رحمتہ للعالمین محمدؐ بن عبداللہ کی ولادت باسعادت تھی۔ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ وسلم۔

شہد سے میٹھا محمد نام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ محمد حسین ساجد الہاشمی

سبحان اللہ ---- محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ------ کتنا شیریں، کس قدر وجد آفریں، مسرت انگیز اور مقدس کلمہ ہے۔ جونہی لبوں کی دہلیز پر آیا، روح مسرت سے جھوم جھوم اٹھی، عشاق کے مضطرب اور بے قرار دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، شاخ جبیں پر عقیدت و محبت کے گل و گلاب مسکرانے لگے، چہروں پر ایک عجیب و غریب سرشاری کی مستی اٹھکیلیاں کرنے لگی، محبت و دیوانگی اور وارفتگی و شیفتگی کے انوکھے امتزاج کے خمار میں سر جھکنے بھی لگے اور جھومنے بھی، "دل وجد میں ہے جاں رقص میں ہے۔"

سبحان اللہ ----- یہ کیسی دلنشین، کتنی دلفریب، کس قدر دلکش اور ایمان افروز اصوات کا مرکب ہے۔ جونہی پردہ سماعت سے ٹکرایا، صدائے سحر، لحن داؤدی، جادوئے بابل، سحر سامری اور کسی سنسان شب تاریک میں نقرئی گھنٹیوں کی مترنم نغمہ سنجی کی طرح روح کی پاتال میں اس کی حلاوتوں سے لبریز تاثیر اترنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے صحرائے قلب میں ایک بہار کی سی کیفیت منصہ شہود پر آئی ۔ ارے دیکھو دیکھو، عقیدت و الفت کے دریچوں سے دیکھو، ان گنت اودے، اودے ----- نیلے نیلے ---- پیلے پیلے پیرہن لہرانے لگے۔ ہاں ہاں ---- معطر ہوائیں جسم کے ریشہ ریشہ میں اتر کر مدہوشی کی حکمرانی قائم کرنے لگیں۔

واہ واہ ----- محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم ---کیسی البیلی شبیہہ، کیسا بہار انگیز نظارہ، کتنا من موہن اور کیف آور نقشہ ہے۔ جونہی نظر نواز ہوا، دیدہ ہائے دیوانگان ----- ایک بے نام سی لذت سے ----- ماہتاب دمکنے لگے، آفتاب سے چمکنے لگے ---- محبت بھی کیسی انوکھی کیفیت ہے۔ مسرتوں کے خمار میں آنکھیں چھم چھم برسنے لگیں۔ لبوں پر کیف و سرور کی سرخی بکھرنے لگی، درود و سلام کے حسین و دلنشین زمزمے بج اٹھے ------ جسم و جاں، قلب و روح، ذہن و احساس کی ریاست میں عشق بلالؓ ----- محبت اویسؓ ---- سوز جامیؒ ---- ساز رومیؒ ----- کے پھریرے لہرانے لگے۔

آمد سرورؐ کائنات

علامہ راشد الخیری

"رات کا دور ختم ہو چکا' آسمان نے کروٹ بدلی' ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ریگستان عرب کو سرد کر دیا۔ طائران خوش الحان' یتیم عبداللہؓ کی تشریف آوری کا مژدہ چہک چہک کر گانے لگے۔ صبح صادق نے رات کی سیاہی دور کی اور نور کی چادر ہر سمت پھیلا دی' روشنی اندھیرے پر غالب آئی' صبا اٹھکیلیوں میں مصروف ہوئی اور سرسبز درختوں کی ہری بھری شاخیں فرط مسرت سے جھوم جھوم کر آپس میں گلے ملنے لگیں۔ آمنہؓ کے لال (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) پر زمینی کائنات نثار ہونے کو آگے بڑھی۔ نسیم نے ہزار جان سے قربان ہو کر بساط ارضی کو چوما' ہوا نے اس مقدس نام کی تسبیح پڑھی' خوش رنگ پھولوں نے مکہ کی خاک اپنی آنکھوں سے ملی اور ملک کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ اس مسرت میں لہلہاتی ہوئی کونپلوں کے ہم آہنگ ہوا۔ آسمان عرب نے عبدالمطلبؓ کے گھر دار ابن یوسف کے در و دیوار پر روشنی کی بارش کی ۔ چمکدار تارے عبداللہ کے لخت جگر پر قربان ہوئے اور مخلوق فلکی نے شادمانی کا غلغلہ بلند کیا' ہوا معطر ہوئی اور آسمان و زمین مبارکبادوں کے نعروں میں سرگرم ہوئے۔"

فیضان ربیع الاوّل

نسیم حجازی

"دنیا نزع کے عالم میں تھی، ظلم کی اندھی اور بہری قوتوں کے سامنے انسانی ضمیر کے سارے حصار منہدم ہو چکے تھے، مظلوموں اور بے بسوں کے لئے اپنے مقدر کی تاریکیوں کے ہجوم سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ زیردستوں میں فریاد کی سکت نہ تھی۔ اور بالا دستوں کو یوم حساب کا خوف نہ تھا یہ دنیا ایک رزم گاہ تھی جہاں افراد، قبائل اور اقوام ایک دوسرے کا گوشت نوچ رہے تھے۔ امن، عدل اور انصاف کے متلاشیوں کی چیخیں گمراہی، جہالت اور استبداد کی آہنی دیواروں سے ٹکرانے کے بعد خاموش ہو چکی تھیں، روم و ایران کے تاجداروں کی قبائیں اپنے محکوموں کے خون میں ڈوبی ہوئی تھیں اور صحرائے عرب کے باشندوں کی قبائلی عصبیتیں اپنے فرزندوں سے تازہ آنسوؤں کی طلب گار تھیں۔ پھر یکایک مکہ کی برہنہ چٹانوں اور بے آب و گیاہ وادیوں پر پروردگار عالم کی ساری رحمتوں کے دریچے کھل گئے اور فرزندان آدم کی مایوس اور تھکی ہوئی نگاہیں عرب و عجم کے ظلمت کدوں میں ایک نئی صبح کے آثار دیکھنے لگیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے مبارک لمحہ وہ تھا جب حضرت آمنہؓ خالق ارض و سما کی ساری نعمتوں اور کائنات کی ساری مسرتوں، اور سعادتوں کو اپنے آغوش میں دیکھ رہی تھیں اور اللہ تعالی کی رحمت کے فرشتے مجروح اور ستم رسیدہ انسانیت کو یہ مژدہ سنا رہے تھے کہ عبدالمطلب کا پوتا اور عبداللہ کا بیٹا ان دعاؤں کا جواب ہے جو خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھاتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر آئیں۔ یہ وہی ہادی اکبر ہے جس کی بشارت حضرت عیسٰی علیہ السلام نے دی ہے۔ یہ خدا کے ان برگزیدہ بندوں کے سپنوں کی تعبیر ہے جو ماضی کی ہولناک تاریکیوں میں اللہ تعالی کی رحمت کو پکارتے تھے۔

اے زمانے کے مظلوم اور مقہور انسانو! یہ تمہارا نجات دہندہ ہے۔ قیصر و کسری کے استبداد کی چکی میں پسنے والے غلامو! تمہارے آلام و مصائب کا دور ختم ہو چکا ہے۔

جہالت اور گمراہی کی تاریکی میں بھٹکنے والو! یہ تمہیں سلامتی کا راستہ دکھائے گا۔ عدل و انصاف کے متلاشیو! اس کے ہاتھ ظلم کے پرچم سرنگوں کر دیں گے۔ یتیموں ' بیواؤں اور زمانے کے ٹھکرائے ہوئے انسانو! یہ تمہارا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔"

بہار جاوداں

قاضی عبدالدائم دائم

"آیئے! اس بہار کی بات کریں جس کی مسرت لافانی ہے' ہر خوشی لازوال ہے اور ہر فرحت جاوداں ہے۔ اس بہار میں دست قدرت کا وہ شہکار غنچہ چٹکا' جسکی نکہت وشادابی اور رنگ و روپ دیکھ کر چشم نظارہ بین و رطۂ حیرت میں ڈوب گئی۔ وہ گل رعنا کھلا جسکی بوئے دل آویز سے چمنستان دہر کا ہر طائر مست وبے خود ہو گیا۔ وہ نسیم سحری چلی جس کے ہر جھونکے میں گلزار اول کی مہک رچی تھی۔ وہ صبا محو خرام ہوئی جسکی اٹھکیلیوں سے باغ ابد کی ہر کلی مسکرا اٹھی' ہر شگوفہ کھل اٹھا۔ وہ باد بہاری چلی جسکی راحت بخش تھپکیوں سے بے قراران عالم کو قرار آگیا۔ وہ ابرنیساں برسا جس کا ہر قطرہ منت کش صدف ہوئے بغیر در شہوار بن گیا۔ وہ شبنم پڑی جس کا نم گلستان حیات کے پتے پتے کے لئے آب حیات ثابت ہوا۔ وہ دلکش موسم شروع ہوا' جس کا خوشگوار اعتدال 'گرمی کی حدت سے ہانپتی اور سردی کی شدت سے کانپتی دنیا کو موسمی تغیرات سے تحفظ کی ضمانت دے گیا۔

یہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ تھی اور سوموار کی رات۔

اس رات کو وہ سراج منیر روشن ہوا' جسکی ضیا پاشی کے سامنے بزم امکاں کی ہر روشنی ماند پڑگئی' ہر چراغ بے نور ہوگیا۔ وہ شمع ابد فروزاں ہوئی۔ جس پر نثار ہونے والا ہر پروانہ امین حیات دوام ہوگیا۔ وہ نجم درخشاں طلوع ہوا جسے دیکھ کر دشت ضلالت میں گم گشتہ کائنات کو رہ منزل کا سراغ مل گیا۔ وہ ماہ تمام ضوفشاں ہوا۔ جسکی چاندنی نے زیست کے تپتے صحرا کے اک اک مسافر کو ٹھنڈک' راحت اور سکون کی لذتوں سے سرشار کردیا۔ وہ بجلی کا کوندا لپکا' جس کی لہر لہر روشن' طوفان نیم شب میں گھیرے کاروانوں کی رہنما بن گئی۔ وہ سپیدہ سحر نمودار ہوا۔ جسکی نمود دکھی انسانیت کو رنج وغم اور درد والم کی طویل رات کٹ جانے کی نوید سنا گئی۔ وہ صبح سیمیں ہویدا ہوئی' جس کے اجالے سے شبستان ہستی کی ہولناک تاریکیاں سیماب پا ہوگئیں۔ وہ مہر تاباں نور بار ہوا' جس کی روپہلی کرنوں سے کائنات کاذرہ ذرہ روشنی میں نہاگیا۔

سریر آرائے اقلیم ہدیٰ کی آمد

راجا رشید محمود

"انسانیت کی نیا قلزم عصیان و کفر کے ہچکولوں کے حوالے تھی کہ محبوب کبریا علیہ التحیتہ والثناء نے اس کی ناخدائی کا بیڑہ اٹھایا۔ دنیا غلبہ نفس، کا شکار تھی' زبردست کی شہنشاہی اور کمزور کی تباہی کے دن تھے' خالق ومالک خدائے لم یزل کے بجائے بے جان بتوں کو معبود بنا لیا تھا' خواہشوں کو پوجا جاتا تھا۔ عالم انسانیت وحشت وبربریت کا مرقع بن چکا تھا' حقوق العباد غصب کرنا عظمت کردار کی دلیل بن گیا تھا' جہالت کی تاریکیاں اذہان وقلوب پر چھا چکی تھیں' صداقت وہدایت کے چشمے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل تھے۔

ایسے میں خدائے وحدہ لاشریک نے ایک بے مثال ہستی کو دنیائے آب وگل میں بھیجا وہ ہستی جسے اس نے سب سے پہلے پیدا کیا تھا' جس کے لئے سب کچھ تخلیق کیا گیا۔ اگر سرکار نہ ہوتے تو فرد کی تخلیق نہ ہوتی' معاشرہ نہ بنتا' ملک وجود میں نہ آتے' زمین وآسمان کا تصور معدوم ہوتا' کائنات معرض وجود میں نہ آتی' اونٹ کی خلقت اور آسمان کی رفعت کا سوال پیدا نہ ہوتا' پہاڑ کیسے نصب ہوتے اور زمین کس طرح مسطوح ہوتی۔ خدا کا نام لیوا کون ہوتا' اس کی تسبیح وتحمید کون کرتا۔ یہ سب کچھ تو سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیض سے ہے' ان کے وسیلے اور واسطے سے ہے فخرموجودات' سرورکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتے تو رب کریم اپنی الوہیت کو ظاہر نہ کرتا' کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس رحمت کی وہ گھٹا ہے جو خشک اور بنجر ریگستانوں پر برسی تو کلفت وضلالت کے گرد باد ختم ہوگئے۔ بے ہودگیوں اور بدعقیدگیوں کی دھول بیٹھ گئی' ظلم واستبداد کی حدت' مہرومحبت کی خنکی میں تبدیل ہوگئی اور بداخلاقی وبے حیائی کے جھکڑ دم توڑ گئے۔ رحمتہ اللعالمین کی باران فیضان وکرم سے انسانیت کو کفر کے تپ سے نجات مل گئی۔ خیروبرکت کے سبزہ وگل کی افزائش ہوئی اور ظلم وعدوان کے بے برگ وبار ماحول میں لالہ ونسترن کھل گئے۔"

میلاد النبیؐ

حافظ محمد بشیر القادری

"یوم میلاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفر وضلالت کی بھیانک شب میں پہلی سحر کا نمود ——— وہ دن جس کی عظمت وجلال سے ایوان قیصرو کسریٰ متزلزل ہوگیا' جس کی عظمت کی برکت سے فرشتوں نے انسان کی چوکھٹ چومی' جس دن اللہ کا عرش بندے کا فرش بنا' جس دن کے لئے ساری کائنات کو تخلیق کیا گیا تھا' جسؐ کی خبریں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں کو سناتے رہے' جس کے صدقے تمام انبیائے کرام کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہؐ مبارک دن تھا' جس دن بے سہاروں کے سہارا' بے کسوں کے کس' یتیموں کے والی' مظلوموں کی امداد فرمانے والے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایک خدا کے سامنے جھکانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ یہ بنی نوع انسان کی تاریخ میں وہ مقدس دن تھا جب پکارنے والے نے پکارا' کائنات نے سنا' کائنات کی ہر ذی روح نے سنا' درختوں نے تعظیم میں سر جھکا کر سنا' پتھروں نے کلمہ طیبہ پڑھ کر سنا' چودھویں رات کے چاند نے اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کروا کے سنا' ڈوبنے والے سورج نے سر کو اٹھا کر سنا' ہاتف غیبی کی آواز گونج رہی تھی' اعلان کرنے والا اعلان کر رہا تھا' آج وہ پیدا ہوا' جو انسانیت کا محسن اعظم ہے۔ آج وہ پیدا ہوا جس کے لئے زمین ترس رہی تھی' آج وہ پیدا ہوا۔ جس کے دیدار کے لئے عرش بے قرار تھا' آج وہ پیدا ہوا جس کا جھنڈا قیامت تک بلند رہے گا۔ آج وہ پیدا ہوا جس کے صدقے زمین کو فرش بنایا گیا' عرش کو بلندی ملی' آسمان کو ستاروں سے سجایا گیا اور کائنات پکار اٹھی کہ بے سہاروں کو سہارا ملا' غلاموں کو آقا ملا' یتیموں کو ہمدرد ملا' بیماروں نے کہا ہمیں طبیب ملا' اور خود خدا نے کہا مجھے حبیب ملا۔ اسی دن کے لئے تو ساری کائنات کو سجایا گیا تھا۔

سلام عقیدت

آغا شورش کاشمیری

"سلام پہنچے، آمنہؓ کے اس لالؐ کو جس نے ہمیں اپنی رحمتہ للعالمینی میں پناہ دی، ہمارے بازوؤں کو کشور کشائی کی طاقت بخشی، ہمارے دلوں کو اپنی خندہ جبینی سے آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگا دیا، ہمیں ایمان کی لافانی دولت سے مالا مال کیا جس پر قرآن کریم ایسی لازوال کتاب نازل ہوئی۔ جو مسکرایا تو چمنستان کونین کے پھولوں نے ہنسنا سیکھا ــــــ جو اٹھا تو پہاڑوں نے سربلندی پائی، جس کے خرام ناز سے صبا نے ٹہلنا سیکھا، جس نے کائنات کو نورانی کیا ــــــ جو نور میں سب سے پہلے ــــــ اور ــــــ ظہور میں سب سے آخر تھا ــــــ جس کی توانائیوں نے ہمیں کائنات کی تسخیر پر قادر کیا ــــــ جس نے عرب کے بدوؤں اور حجاز کے ساربانوں کو شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنا سکھایا ــــــ جس نے عرب و عجم کی تمیز مٹا ڈالی۔ ــــــ جس نے انسانوں پر انسانوں کی فوقیت کو ختم کیا اور تقویٰ، دیانت، فراست کو انسانی شرف و مجد کی دلیل ٹھہرایا۔

سلام پہنچے ــــــ اس محسن کائنات کو جو کائنات کی تخلیق کا باعث ہے ــــــ جس کا عشق ہمارا قبلہ مراد اور کعبہ ذوق ہے ــــــ جو تمام نبیوں میں آخری نبیؐ ہے ــــــ جس کی ختم المرسلینی پر ساڑھے تیرہ سو سال میں کئی رہزنوں نے دست درازی کرنا چاہی لیکن وقت کی غیرت نے انہیں نقش آب کی طرح محو کر دیا ــــــ جو بظاہر گنبد خضراء میں سو رہا ہے لیکن جس کی چشم نگراں ارض و سما کی وسعتوں اور پہنائیوں سے باخبر ہے ــــــ ہم حقیروں میں اتنی ہمت کہاں کہ حضورؐ کی ثناء کر سکیں یہاں قلم عاجز اور زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔"

انسان کامل

پروفیسر محمد احمد شاد

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو عزت و عظمت اور شان و رفعت کے بلند ترین مقام پر فائز نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جس انسان کامل کو رب کائنات نے پیدا ہی تکمیل اخلاق کے لئے کیا ہو' بھلا وہ کیسے جامعیت و اکملیت کا پیکر نہ ہو گا؟ یہی وجہ ہے کہ کوئی صنعت کار ہو یا تاجر باپ ہو یا پسر' نبی ہو یا ولی راعی ہو یا رعایا' معلم ہو یا مبلغ' عارف ہو یا زاہد' منصف ہو یا قانون دان' شاعر ہو یا ادیب' چرواہا ہو یا گلہ بان' مفکر ہو یا سائنس دان' مزدور ہو یا کسان' بوریا نشین ہو یا دربان سبھی آپ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ایک انسان کامل کے لئے لازم ہے کہ وہ ہمدرد و غمگسار ہو' مشفق و مہربان ہو' ایمان دار اور خدمت گزار ہو' وعدے کا پکا اور بات کا سچا ہو' بلند حوصلہ اور بلند کردار ہو' غیرت مند اور خود دار ہو' اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے خالق کا وفادار ہو' غرضیکہ انسانیت کے لئے روشنی کا مینار ہو' اور بلاشبہ حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک فعل اور ایک ایک قول خوردوکلاں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں' وہی فرقاں' وہی یٰسیں' وہی طٰہٰ

(اقبال)

شان صاحب لولاک

جامعیت کبریٰ

خواجہ محمد عبدالغفور ہزارویؒ

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تخلیق اپنے ذاتی نور سے فرمائی اور پھر اس نورِ پاک کو پاکیزہ و مطہرہ بشریت کا لباس پہنا کر بنی نوع انسان کی رہبری اور رہنمائی کے لئے عالم شہادت میں مبعوث فرمایا خداوند قدوس نے جس طرح آپ کی ذات اقدس کو عالم قدس کی نورانی و روحانی نزہتوں اور حقیقتوں سے نوازا ہے اسی طرح عالم شہادت کے حقائق جسمیہ و ماہیات مادیہ سے بھی متصف فرمایا ہے تاکہ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کبریٰ میں کوئی کمی اور نقص باقی نہ رہ جائے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قدرت نے اپنے محبوب دلنواز صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت و سیرت، جسم و روح اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے خوبی و کمال اور حسن و جمال کا "معیار آخر" بنا کر بزم کائنات میں بھیجا ہے۔ بیشک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن کی نورانیت ہی نہیں، ظاہر کی بشریت بھی بے نظیر و بے مثال تھی۔ انسان کے حسن و جمال اور زیبائی و رعنائی کے تمام شاعرانہ و ادیبانہ استعاروں اور تشبیہوں کی جہاں انتہا ہوتی ہے محبوب فطرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و زیبائی اور خوبی و رعنائی کا وہاں سے آغاز ہوتا ہے۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں، نہ دکان آئینہ ساز میں

دانائے سبل

پروفیسر رائے محمد کمال

رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیا آئے، کائنات میں انقلاب آ گیا۔ یاس و قنوط سے پژمردہ چہروں پر بہار آ گئی۔ حلقہ ظلمت کدہ شمع رسالتؐ سے مستنیر ہو گیا۔ قتل و غارت اور خوف و ہراس کی آندھیاں تھم گئیں۔ صنم ہائے خود تراشیدہ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ روم و عجم کے ایوانہائے عیش و طرب منہدم ہو گئے۔ وادی خزاں میں گلہائے رنگارنگ کھلنے لگے۔ صدق و صفا اور عدل و انصاف نے جنم لیا۔ بندہ و صاحب و محتاج و غنی کا امتیاز مٹ گیا۔ قدیم روایات کی آہنی زنجیریں موئے آتش دیدہ کی طرح کٹ گئیں اور تیرہ خاکدان کا ذرہ ذرہ رشک انجم بن گیا۔ دانائے رسالتؐ کی ضیا پاشیوں سے گمراہی و ضلالت کی سیاہی دھل گئی۔ رسول ہاشمیؐ نے جہان قلب و نظر کو شرک و کفر کے خس و خاشاک سے مبرہ و منزہ کر کے توحید و رسالت کا گہوارہ بنا دیا اور بادیہ ضلالت میں بھٹکنے والوں کو منہاج حق پر گامزن کر دیا رسالت پناہ کے قدوم میمنت لزوم پتھر کو با وقار کر گئے۔ آپ کی تبسم زائیوں کے آگے گوہر گراں مایہ کی آب و تاب بے وقعت ہو کر رہ گئی۔ آپ کی قیادت میں ریگستان عرب کے بدو صفحہ ہستی پر چھا گئے۔

آپ کی حیات طیبہ کا گوشہ گوشہ فکر و عمل کا لمحہ لمحہ اور کتاب زیست کی ہر سطر آفتاب و ماہتاب سے تابندہ تر ہے۔ آپ کی زندگی کے شب و روز اور قول و فعل ہمارے لئے نمونہ اور اسوہ حسنہ ہمارے لئے باعث نجات ہے۔ آپ کی ذات خوبی و کمال کا مجموعہ اور شخصیت جامع صفات کا مرقع ہے اسی لئے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ظہور قدسی

ریاض حسین چودھری

دم بخود آسمانوں کے چہرے پہ بکھری ہوئی چاند کی کونپلیں شب ظلمت کے زخم خوردہ زمانوں کو اجلی سحر کی بشارت بھی دینے لگی ہیں وقت گھرے تبسم کے گرتے ہوئے پانیوں میں جواہر کے ریزے پرونے لگا ہے
معبد جاں کے اصنام سجدے میں گر کر خدا کی بزرگی کا اعلان کرنے لگے ہیں۔
شاخ گل پر حیات فسردہ کا ادھڑا ہوا جسم انگڑائیاں لے رہا ہے یہ کون آرہا ہے
یہ کون آ رہا ہے
دیار نبوت کی اونچی فصیلوں پر آیات کی بارشیں نور کے بیل بوٹے بنانے لگی ہیں
مریم شفاعت کو چمن میں نکھری ہوئی ساعتوں کو درودوں کے پرچم عطا ہو رہے ہیں
نمو کے جزیروں میں جذبات کے موسموں کو صدا کے نئے پیرہن مل رہے ہیں۔
یہ کون آرہا ہے
یہ کون آرہا ہے
آسماں کس کے قدموں کی مٹی کو کشکول جاں میں سمیٹے ہوئے ہے
کہکشاں کس کے نقش کف پا کا جھومر سجا کر سرِ رہگزار فلک رقص کرنے لگی ہے
دھنک کے سبھی رنگ کس کے لئے حرف تازہ کی کونپل پہ مہکے ہوئے ہیں
صحائف کے اوراق تشنہ پہ لکھی عبارت کی تکمیل ہونے لگی ہے
جمال قلم اور حسن تصور کا برج یقیں میں ملن ہو رہا ہے
یہ کون آرہا ہے
یہ کون آرہا ہے

بہار مصطفوی

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

تو ہے وجہ رونق گلستاں' لب گل پہ ہے تیری داستاں
کلی کہہ رہی ہے چٹک کے ہاں' یہ ترا ہی فیض بہار ہے

(قمر یزدانی)

صدر عالی مرتبت وحاضرین گرامی منزلت!!

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پرسعید موقع پر منعقد ہونے والی اس پروقار اور یادگار تقریب میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے' اس کا موضوع ہے۔ "بہار مصطفوی"

صدر محترم!

جب سے حضرت آدم علیہ السلام نے اس دنیا میں قدم رکھا' ان گنت معصوم و محفوظ ارواح مقدسہ نے لاتعداد ماؤں کی زندگیوں میں پاکیزہ مسرتوں کے سدا بہار پھول کھلائے۔ لاکھوں محسنان انسانیت' جن میں انبیاء بھی تھے' رسول بھی۔ کشور کشا بھی تھے مقنن بھی اور راہبرو رہنما اور فلسفی بھی تھے۔ اپنے مقررہ وقت پر ظہور فرما کر اس فانی دنیا کو الوداع کہہ چکے۔ لیکن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جنم لینے والے بچے کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ ایک یتیم' دنیا بھر کے بے کسوں کا غم گسار' بے یارو مددگار مظلوموں کا مربی ستم رسیدہ غلاموں کا آقا' لاچار اور بے نواؤں کا مونس اور بے سہارا یتیموں کا سرپرست ہوگا۔

یتیموں کا ملجا' ضعیفوں کا ماوا
غریبوں کا والی' غلاموں کا مولا

(الطاف حسین حالی)

صدر ذیشان!

وہ جس کی آمد کے صدقے میں خزاں رسیدہ دنیا ابدی اور سرمدی بہاروں سے

ہمکنار ہوگئی جس کے معطر قدسی انفاس کی برکت سے دلوں کی مرجھائی ہوئی کلیاں کھل کر پھول بن جائیں گی' کفر وشرک اور لادینیت والحاد کی ظلمت کا فور ہو جائیگی' جہالت کے بت سرنگوں ہوجائیں گے اور شقاوت وطغیان کے صنم کدے زمیں بوس ہو جائیں گے' وحدت کے دلنواز زمزمے اور توحید کے سامعہ نواز نغمے ہر طرف گونج اٹھیں گے' ظلم وتشدد' حق ناشناسی اور خدا ناترسی کا خاتمہ ہو جائیگا' وحشت ودرندگی' سفاکی و مردم آزاری کو دیس نکالا مل جائیگا۔ ذاتی تعلّی اور نسلی تفاخر کے صنم توڑ پھوڑ دیئے جائیں گے' فرعونیت کے فلک بوس محل اور غرور وتکبر کے رفیع مینار پیوند خاک ہوجائیں گے' جاہلی تمدن کے طور طریقے اور لادینی سماج کے مروج اقدار کی بساط لپیٹ دی جائیگی' حسن اخلاق کو جلا ملے گی اور شرافت کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری قرار پائے گا۔

شہا کیا ذات تیری حق نما ہے فرد امکاں میں
کہ تجھ سے کوئی اول ہے نہ تیرا کوئی ثانی ہے

(مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

جناب صدر!

للہ الحمد وہ ساعت سعید آپہنچی۔ آمنہؓ کی گود میں اللہ کی وحدت کا پرچار کرنے والا نغمہ توحید کا ڈنکا بجانے والا ہر قسم کے بتوں کو مسمار کرنے والا خود پسندی نخوت کے پندار میں ڈوبے ہوؤں اور خدائی دعویٰ کرنے والوں کو ہر انداز سے شان رعنائی وزیبائی دکھا دکھا کر شرم و خجالت سے آشنا کرنے والا' فاران کی چوٹیوں سے اَللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ' وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ○ کا ڈھنڈورا اس انداز سے پیٹنے والا کہ خدائے قدوس وبرتر کی ربوبیت جہاں جہاں جلوہ گر ہے وہاں وہاں اپنی رحمت وشفقت کی دلنواز و دلگداز کرنوں سے عالم کو منور کرنے والا محبوب خدا جلوہ گر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام وحدت لیکر بکھری ہوئی انسانیت کو ایک سلک مروارید میں پرونے آیا۔

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کردیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم

اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کردیا

(ہری چند اختر) -

جناب والا!

دنیا میں رعونت ونخوت کے انداز بے شمار ہیں۔ حضرت انسان میں جو خوبی بھی کہیں کمال کو پہنچی' وہیں حضرت انسان اپنی حیثیت کو بھولا اپنی انا کی دلدل میں جاپھنسا اور خدائی دعویٰ کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت' کائنات کے آقا' خواجہ گیہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں ہر قسم کی پائی جانیوالی خوبی کو وہ کمال جس کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے' اس سے آپکو متصف فرماکر بھیجا' اور جس جس انداز سے خودستائی کی اور خود نمائی کی بو پائی جاتی ہے' اس اس انداز سے اپنے کمال کی خوشبو بکھیر کر فضا کو وحدت کی عطر بیزیوں سے معطر کیا۔

صدر ذی وقار!

حسن صورت' حسن سیرت' حسن اختیارات' حسن کمالات' حسن عمل حسن گفتگو' حسن تمدن' حسن تحمل' حسن تدبر' حسن ترنم' غرض ہر وہ حسن جو مبداء فیض میں موجود تھا' اس سے آپ' کو مزین کیا گیا اور ساتھ ہی آپ' کو یہ فریضہ سونپا گیا کہ اے میرے محبوب! دنیا میں کئی فرعون مختصر سی حکومت اور اختیارات کے حصول پر خدائی دعوے کرتے رہے اور اپنی حیثیت بھول جاتے رہے لیکن ہم نے آپکو زمین و آسمان کی تمام حکومتیں تفویض کردی ہیں۔ دنیا و مافیہا کو آپ کے قبضہ واختیار میں دے دیا گیا ہے۔ آسمانوں پر آپ کے وزراء چرند' پرند نباتات و جمادات اور حیوانات آپ کے حکم کے پابند' ہوائیں آپکی پیغام رساں' جن وانس آپ کے قدموں پہ نثار' آپ' کو اس قدر کمالات واختیارات کا مالک بنا کر اس لئے مبعوث فرمایا کہ جب کوئی مغرور' نخوت زدہ انسان اپنی تھوڑی اور چھوٹی سی حکومت کے بدلے میں آپ' کی حکومت' آپ کی مملکت اور آپ کے اختیارات پر نظر ڈالے گا تو شرم وخجالت کے پسینے میں ڈوب مرے گا۔

صدر ذی شان!

سرور کائنات' رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کی

انگلی کے اشارے سے ڈوبا ہوا سورج لوٹ آیا' چاند دو ٹکڑے ہو کر قدم بوسی کو آیا۔ لیکن ان اوصاف و کمالات سے متصف ہو کر بھی اعلان فرماتے ہیں کہ میں خدا نہیں بلکہ خدا کا بندہ اور رسول ہوں۔ وہ ایک ہے' وحدہ لاشریک ہے' اس جیسا کوئی نہیں۔ کوئی اسکی ذات میں شریک ہے نہ صفات میں۔ وہ یکتا ہے' دنیا ومافیہا کا بلا شرکت غیرے واحد مالک وخالق ہے۔ وہی ایک عظیم ہستی ہے جو عبادت کے لائق ہے اور سجدوں کی سزاوار ہے۔

حاضرین محترم!

دنیائے دوں میں حسن صورت بھی ایک ایسا کمال ہے' متصف ہونے والے افراد کے غمزوں اور نخروں پر لوگ نقد دل کی بساط نذر کردیتے ہیں شعراء غزلوں اور قصیدوں کے تحفے پیش کرتے ہیں تو وہ اپنے ہی "حسن" کے حسن میں ڈوب کر اپنی اصلیت بھی بھول جاتے ہیں۔ ان کے سامنے حسن ظاہر کے پرستار اپنی گردنیں خم کردیتے ہیں تو ان کی گردنیں تن جاتی ہیں لیکن۔

سامعین مکرم!

مملکت حسن اکمل کے تاجدار' مسند نشین مملکت خوباں محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے حسن سے نوازا گیا ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں کوئی حسن کی جھلک نظر آتی ہے' وہ آپ کے ہی حسن کی بھیک ہے۔ خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ کے مصداق نہ آپ کے حسن صورت میں کوئی نقص ہے نہ حسن سیرت میں' نہ حسن سماعت میں کوئی خامی ہے نہ حسن تکلم میں' نہ حسن تدبر میں کوئی کمی ہے نہ حسن تدبیر میں۔ آپکی پیشانی سے بھیک لیکر چاند روشن ہوتا ہے' آپ کے حسن کی مکمل تعریف وتوصیف میں قرآن پاک جیسی عظیم کتاب ہے آپ کو قدرت نے اس انداز سے تخلیق کیا ہے کہ کوئی چشم بینا رکھنے والا جب آپکی ذات میں ڈوب کر آپکو دیکھے گا تو خود ہی بے ساختہ پکار اٹھے گا۔ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ' کہ تجھے تیرے بنانے والے نے خود تجھ سے پوچھ لیا ہو کہ اے محبوب! تو بتا میں تجھے کیسا بناؤں"

تراشا دست قدرت نے جسے پرنور کرنوں سے
ہوئے ہیں مشرق ومغرب منور اس نگینے سے

صدر ذی اکرام!

اس وقت چار دانگ عالم میں جو محافل میلاد کا انعقاد ہو رہا ہے فضاؤں میں درود وسلام کے پرنور نغمے بکھیرے جا رہے ہیں۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت مصطفیٰ سے مومنین کے قلوب ضیا پا رہے ہیں' ماحول نکہت ونور سے معمور ہو رہے ہیں' یہ سب اس داعی توحید کی آمد آمد کا صدقہ ہے' جس نے بھٹکتی انسانیت کو ایک در پہ لاجھکایا' جس نے بڑے بڑے خداؤں کے بت پاش پاش کر دیئے' جس نے انسانیت کو در بدر کی ٹھوکروں سے بچایا' جس نے آدم کو عظمت آدم سے آگاہ کیا جس کی وساطت سے تسلیم شدہ توحید ہی قابل اعتبار ہے' جس نے کئی بادشاہی کے بت' حسن فانی کے بت' لکڑی' مٹی' پتھر' چاندی اور سونے کے بت توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیئے' جس کے صدقے آج انسان اعلان کرتا ہے کہ

فرشتہ مجھ کو کہنے سے ۔ مری توقیر گھٹتی ہے
میں مسجود ملائک ہوں مجھے انساں ہی رہنے دو

سامعین باتمکین!

آیئے درود وسلام بھیجیں اپنے آقا ومولیٰ پر' سلام ہو اس کی آمد آمد پر' اس کی ولادت باسعادت پر' جس کے اللہ احد کے اعلان سے اس وقت پوری دنیا گونج رہی ہے۔ درود ہو اس آمنہؓ کے لال پر جس کے نام سے نہ صرف کفرو شرک کی کمر ٹوٹ گئی بلکہ ایک خدا کے حضور سجدہ شکر بجا لانے کو جی چاہتا ہے' جس کی آمد سے کائنات پر بہار آئی بلکہ دنیا کی بہاروں پر بہار آئی۔

محمد مصطفیٰ آئے بہاروں پر بہار آئی
زمیں کو چومنے جنت کی خوشبو بار بار آئی
وہ آئے تو منادی ہو گئی صائم زمانے میں
بہار آئی بہار آئی بہار آئی بہار آئی

(صائم چشتی)

جمال مصطفویؐ

سب سمجھتے ہیں اسے شمع شبستان حرا
نور ہے کونین کا لیکن جمال مصطفیٰؐ
ذرہ ذرہ عالم ہستی کا روشن ہو گیا
اللہ اللہ شوکت و شان جمال مصطفیٰؐ

(مولانا اصغر گونڈوی)

صدر ذی وقار و حاضرین والا تبار!!

سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ظاہری صورت کے لحاظ سے اس قدر اجمل' اکمل اور احسن ہے کہ الفاظ اپنی تمام تر رعنائیوں کے باوجود سراپا نگاری سے قاصر نظر آتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ فطرت کا سارا شباب' قدرت کا سارا نکھار اور زمانے کا سارا سنگھار یکجا کر لیا جائے تو اس شہ انجم مطاف کی تصویر کشی ناممکن ہے' جس کا اشارہ چاند کو دونیم کر دیتا ہے' جو کنکروں کو گویائی عطا کرتا ہے اور جس کے پاؤں کی ٹھوکر ذروں کو آفتاب بنا دیتی ہے۔

رنگ' خوشبو' صبا' چاند' تارے ' کرن' پھول' شبنم' شفق آبجو' چاندنی
تیرے معصوم پیکر کی تخلیق میں حسن فطرت کی ہر چیز کام آگئی

صدر محترم!

دوران ہجرت میں حضور اکرمؐ' نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غار ثور سے نکلے اور پہلے ہی دن راستے میں ام معبد کے خیمے میں گئے۔ یہ خاتون بنی خزاعہ سے تعلق رکھتی تھی اور بہت مہمان نواز تھی۔ اتفاق سے اس کے پاس اس روز کھانے کو کچھ نہ تھا۔ ایک لاغرو سقیم بکری تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اجازت لیکر اس کا دودھ دوہنا شروع کیا۔ خشک تھن نبیؐ کے ہاتھ کی برکت سے چمک اٹھے۔ سب نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ بھرا ہوا برتن ام معبد کے لئے چھوڑا اور مقدس مسافر آگے چلے گئے۔ ام معبد کا شوہر آیا تو دودھ دیکھ کر حیران ہوا' حالات سنے اور اس بابرکت انسان کا حلیہ دریافت کیا۔ حضور اکرمؐ کو جانتی اور پہچانتی بھی نہ تھی' اسے لئے اس کے بیان میں مبالغہ نہیں واقعیت تھی' کیونکہ بسا اوقات شناسائی اور عقیدت میں بہہ کر

الفاظ فیاض ہو جایا کرتے ہیں۔

صدر محترم!

ام معبد نے جن الفاظ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال وکمال کی تصویر کھینچی' وہ سراپائے نبویؐ کا اولین خاکہ ہے' جس پر شعروسخن کی ہزاروں رعنائیاں قربان کی جاسکتی ہیں اس نے شوہر سے کہا۔

"پاکیزہ رو' زیبا رخ' پسندیدہ خو' صاحب جمال' آنکھیں سیاہ وفراخ' بال لمبے' آواز میں بھاری پن' سرگیں چشم' باریک وپیوستہ ابرو' سیاہ گھنگریالے بال' خاموش وقار کے ساتھ گویا دل بستگی کا سامان لئے ہوئے' دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دل فریب' قریب سے نہایت شیریں' کلام خوبصورت' کمی وبیش الفاظ سے مبرا عام گفتگو جیسے سلک مروارید' میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہ آئے' نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرے۔ رفیق ایسے کہ ہروقت اس کے گرد وپیش رہتے ہیں۔ جب وہ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں' حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے' جھپٹتے ہیں۔ مخدوم' مطاع' نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو"۔

جناب صدر!

یہ ہے قدرت کی بے پناہ فیاضیوں سے متصف ایک انسانی پیکر کی اولین تصویر جسے ام معبد نے بغیر کسی تعلق کے بے لاگ اور بے ساختہ انداز میں پیش کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ۔

آب وگل میں مدتوں آرائشیں ہوتی رہیں
تب کہیں اک آدمی کونین کا حاصل ہوا

حضور والا!

حضرت حسانؓ بن ثابت نے اپنے اشعار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپائے اقدس کے بیان کے لئے خود کو عاجز پایا اور یہ کہہ کر بات ختم کردی کہ انہیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ اپنی مرضی سے دنیا میں آئے ہیں' یعنی ہر لحاظ سے مکمل اور ہر اعتبار سے ارفع۔

واحسن منک لم ترقط عینی

واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

(حضرت حسانؓ بن ثابت)

صدر گرامی قدر!

حضور اکرم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن صورت رعنائی خرام، طرز تکلم، اور انداز تبسم غرض ہر ادا دل آویز تھی۔ آپؐ تشریف لائے تو عرب کے صحرا مہک اٹھے، بیٹھے تو زمین کو زیبائی ملی، اٹھے تو پہاڑوں نے بلندی پائی، چلے تو شجر و حجر جھک گئے، پرواز کی تو نبض کائنات تھم گئی، بولے تو کلیاں پھول بن گئیں، غور و فکر کرنے پر آئے تو تاریک غاروں کے دل نورانی کر گئے۔ آپؐ مجسم قرآن تھے، قرآن۔ جو ایک نور ہدایت اور منبع عرفان ہے اور حضور اکرمؐ کی چال، رہن سہن، قول و قرار، بات چیت، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، غرض ہر چیز اسی کتاب کا آئینہ تھی۔ حقیقت یہی ہے کہ آپؐ چلتا پھرتا قرآن تھے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ جس راستے سے گزرتے، بعد میں آنے والوں کو خوشبو بتادیتی کہ حضور گزرے ہیں۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

جناب والا!

حضور اکرم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بظاہر مدینے کی گلیوں میں چل پھر رہے ہوتے، مگر حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کی رفتار ریت کے ذروں کو ریشم کا لوچ بخش رہی تھی۔ آپؐ کے فیض سے عرب کا صحرا نکہت بدوش ہوگیا تھا۔ آپکی ہلکی سی ٹھوکر سے ہزاروں طور ابھرتے تھے اور آپؐ تاریخ کا رخ بدلتے، وقت کا چلن الٹتے، زمانے کی رو پلٹتے، فکر و نظر کا دھارا موڑتے اور عرب کے بدوؤں کے ہاتھ میں قیصر و کسریٰ کے گریبان دیتے جاتے تھے۔

لوگ کہتے ہیں انہیں تاریخ انسانی کے موڑ
راستے جب جھوم جاتے ہیں تیری رفتار سے

صدر ذی شان!

جو شخص ایک بار سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ دیکھ لیتا' اسے آپؐ پر اعتماد پیدا ہو جاتا۔ ایک یہودی عالم عبد اللہ بن سلام نے ہجرت کے بعد آپؐ کو ایک بار دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھا کہ "یہ چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ابو رشد کہہ اٹھا تھا کہ "یہ واقعی اللہ کے رسولؐ ہیں"۔ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تجارتی قافلے والوں سے ایک اونٹ کا سودا کیا۔ اونٹ لے آئے اور کہا کہ قیمت بھجوائے دیتا ہوں۔ لوگ گھبرا گئے مگر ایک خاتون نے کہا۔ گھبراؤ نہیں۔ اس چہرے کا حامل انسان بد معاملہ نہیں ہو سکتا۔ گویا آپؐ کا روشن چہرہ آپؐ کے اجلے دل کا آئینہ دار تھا۔ ابو قرضانہ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ گفتگو فرماتے تو آپؐ کے منہ سے روشنی کی ایک لپک نکلتی دکھائی دیتی۔ شمائل ترمذی کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ کو دیکھ کر یوں لگتا جیسے آفتاب رخ انور پر چل رہا ہے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپؐ چاند سے بھی زیادہ حسین تھے اور چاندنی رات میں آپ کے چہرے کی تابانی کو دیکھ کر چاند پھیکا سا لگتا اور آپؐ کے چہرے کو دیکھ کر چاند کی طرف تکنے کو جی نہ چاہتا اور آنکھوں کے کاسے نرگس بن جاتے تھے۔

دیر سے آنکھیں نہیں جھپکی مری
پیش جاں اب کے نظارہ اور ہے

صدر محترم!

چہرہ مصطفویؐ کے حسن وجمال کا کونسا رخ ہے جو تشنہ رہ گیا ہو' کون سی خوبصورت تشبیہ ہے جس نے عزت نہ پائی ہو اور کون سی آنکھ ہے جو تکتی نہ رہ گئی ہو۔ چہرہ ایسا پرنور کہ بیاض سحر شرما شرما کر اور چھپ چھپ کر دیکھتی ہو۔ رنگت نور حق کی ضیاء اور جبیں صدق وصفا کا آئینہ۔ غرض وہ حسن بے مثال نور کردگار کی ایک مکمل تنویر تھا۔

جو حسن میرے پیش نظر ہے اگر اسے
جلوے بھی دیکھ لیں تو طواف نظر کریں

حضورؐ مصور حقیقی کے کمال فن کا ایک عظیم ترین نمونہ اور مکمل ترین شاہکار

تھے۔ غالب نے کہا تھا کہ نور کی تجلی اپنے اظہار کے لئے ایک عرصہ سے مچل رہی تھی' نتیجہ یہ ہوا کہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدو رخ کا سہارا مل گیا اور اس وجود ذی جود کی صورت میں نمایاں ہو گئی۔

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قدو رخ سے ظہور کی

(غالب)

حضور والا!

وہ آنکھیں کس قدر خوش نصیب تھیں جو ہر لحظہ حضور اکرمؐ پر کھلی رہتی تھیں اور حضورؐ ہی کے تصور سے بند ہوتی تھیں اور آخری وقت بھی جنگ کے میدان میں دم توڑتے صحابی اس رخ پر نور کی ایک جھلک کے تمنائی ہوتے تھے۔ آج دل بے بضاعت تو ان کے دروازے پر جانے کی ہمت نہیں پاتا۔ درو دیوار' سنگ وخشت اور ریت کے ذروں کی تابشیں ہی نگاہوں کو خیرہ کئے دیتی ہیں۔ آنکھ دیکھنے کا یارا نہیں رکھتی۔ دامن جلووں کو سمیٹ لینے کی تاب نہیں رکھتا۔ قلم تصویر کھینچنے سے قاصر اور الفاظ جمال وکمال کا کماحقہٗ احاطہ کرنے سے عاجز ہیں۔

رخ خیر البشرؐ تو پھر رخ خیرالبشر ٹھہرا
ان آنکھوں سے در خیرالبشرؐ دیکھا نہیں جاتا
رخ مصطفیٰؐ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں ' نہ دکان آئینہ ساز میں

(اقبال)

بارہ ربیع الاول۔ انسانیت کا یوم نجات

زینت ہر دوجہاں ہے عید میلاد النبیؐ
کس قدر رحمت نشاں ہے عید میلاد النبی
فرش سے تا عرش اعظم چھا رہی ہے' چاندنی
نور کی اک کہکشاں ہے عید میلاد النبیؐ

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

صدر عالی وقار وحاضرین والا تبار!!

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں منعقد ہونیوالی اس بابرکت اور یادگار محفل میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے اس کا موضوع ہے۔

"بارہ ربیع الاول۔ انسانیت کا یوم نجات"

صدر عالی مرتبت!

ربیع الاول شریف وہ ماہ مقدس ہے جسکی ہر ساعت آنکھ کو ٹھنڈک اور ہر لمحہ دل کو سکون کی لازول دولت عطا کرتا ہے۔ ربیع الاول شریف کے ہلال کے نمودار ہوتے ہی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے قدرت نے عرصہ گیتی پر تسکین پرور تابشیں بکھیر دی ہیں۔ ظلمتوں کے دبنیر پردے چاک ہو رہے ہیں اور انوار وتجلیات کی پیہم بارشیں ہو رہی ہیں۔ عالم قدس کی لطافتوں نے فضاؤں میں کیف بھر دیئے ہیں اور جنت البقیع کے دریچوں سے بھینی بھینی' ٹھنڈی ٹھنڈی مشکبیز ہوائیں آکر مشام جاں' کو معطر کر رہی ہیں۔ اضطراب ویاس کی گھٹائیں چھٹ رہی ہیں' رنج والم کی شب دیجور آخری سانس لے رہی ہے اور صبح امید کے سہانے اجالے مسکرا رہے ہیں۔ چمن دہر ہی نہیں' چمن انسانیت میں بھی بہار آرہی ہے' صحن گلستان کے غنچے ہی نہیں' دلوں کی لب بستہ کلیاں بھی تبسم آشنا ہو رہی ہیں' لالہ وگل ہی نہیں' حیات کے مرجھائے ہوئے چہروں پر بھی نکھار آرہا ہے۔

کوہ وصحرا' بحروبر' دشت و دمن' کشت وچمن
غنچہ وگل' لالہ ونسریں' گلاب ویاسمن

ابر باراں، قعرِ دریا، موج آب گوہریں
تیرا سایہ سب پہ ہے اے رحمتہ اللعالمینؐ

(عاصی کرنالی)

صدر محترم!

زندگی ایک وجد اور کیف میں کھوئی جارہی ہے۔ ضمیر کو نور اور دل کو سرور بہم پہنچایا جارہا ہے، روح کو بالیدگی عطا ہو رہی ہے۔ سمعی وبصری قوتوں کو فروغ اور فکر ونظر کو جلا مل رہی ہے احساسات کی جان بیدار ہو رہی ہے اور فطرت عجیب سرمستی کے عالم میں محوِ ترنم ہے۔

جناب صدر!

بلاشبہ اس انقلاب آفریں بہار کی جاں نواز کیفیات کو الفاظ کا جامہ پہنانا تکلف محض اور فطرت کے ان دلکش نغموں کی تحسین کے لئے تقریر و تحریر کا سہارا ایک رسم کے سوا کچھ نہیں، دیدہ ودل میں بینائی کی کوئی رمق موجود ہو تو خود بخود اس بارش انوار کو دیکھا جاسکتا ہے اور گوش حق نیوش میں پنبہ وسواس نہ ہو تو فطرت کے ان نغمات کی آواز صاف صاف سنی جاسکتی ہے۔

جناب والا!

کیا یہ بہار موسموں کے کسی جغرافیائی تغیرو تبدل کا نتیجہ ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں!!
بلکہ یہ تو اس سید سادات مولا صفات کی ملکوتی شخصیت کی تشریف آوری کا قدرتی نتیجہ ہے جسے بجا طور پر خلاصہ موجودات کہا جاتا ہے اور جس کے دم قدم سے گل و گلزار اور بہار قائم ہیں۔

کیا ان مہکتے ہوئے انوار کا شمس وقمر کی شعاع بیزیوں سے کوئی تعلق ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں!!
بلکہ ان کا ربط تو اس صبح سعید سے ہے، جب خالق کائنات کا چمکتا ہوا آفتاب بطحا کی وادی میں طلوع ہوا تھا۔

اور کیا فضا کے اس کیف وسرور کا ماخذ شمیم کے جھونکے ہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں!!
بلکہ اس کا منبع تو وہ سعادت افروز گھڑی ہے؟ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رحمتہ اللعالمین نے پیکر امن وامان بن کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی آغوش عاطفت میں تجلی فرمائی تھی۔

بصد انداز یکتائی' بغایت شان زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

(حفیظ جالندھری)

ہاں ہاں!! جب خلاق عالم جل وعلٰی کے نائب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شمع شبستان وجود بن کر اس خاکدان ہستی کی تیرگیوں کو دور کرنے کے لئے یہاں نزول اجلال فرمایا' یعنی ربیع الاول شریف' بروز پیر صبح سعادت میں۔

ربیع الاول عام الفیل کی تاریخ تھی بارہ
زمیں پر جب اتر آیا ازل کے نور کا تارہ

(حفیظ جالندھری)

صدر والا شان!

مکان اپنے مکین کی عظمت سے معزز ہوتا ہے۔ جتنا مکین صاحب عزت و وقار ہوگا اتنی ہی مکان کی قدر وقیمت ہوگی۔ یہی حال زمانے کا ہے۔ اس کو بھی شرف اسی صورت میں ملتا ہے' جب اس کی نسبت کسی صاحب شرف کے ساتھ ہوگی۔ یوں تو ایام وقت کی گردش ہی کا حصہ ہوتے ہیں اور معمول کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں مگر کسی اللہ والے سے منسوب ہو کر اتنے ممتاز و سربلند ہوجاتے ہیں کہ خود خالق الایام انہیں اپنی طرف نسبت دیتا ہے۔ اگر اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بارہ (۱۲) ربیع الاول صبح میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ پر سعید کون سی گھڑی ہوگی' جس میں امام الانبیاء علیہ التحیتہ والثناء تاج لولاک زیب فرماکر جلوہ آرائے عالم امکاں ہوئے۔ عرش کی رفعت اس حجرے کی عظمت پر قربان' جس میں مہمان عرش صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی' اور ازل وابد کی ساری رونقیں اس پیاری گھڑی پر نثار' جس میں سرور عالم' نور مجسم' شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔

تشکیل کائنات ہے سب آپؐ کے طفیل
ورنہ تھا کون دہر میں کس کا وجود تھا

سامعین محترم!

بلاشبہ وہ صبح سعادت اپنے تقدس کا جواب نہیں رکھتی، جس میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال کی زیارت سے شرف اندوز ہونے کے لئے قدسیان معصوم قطار اندر قطار آرہے تھے، افلاک کی رفعتیں جھک جھک کر زمین کی پستی کو پیغام تہنیت دے رہی تھیں، شرک فروش فارسیوں کے آتش کدے گل ہو رہے تھے، قصور شاہی کے گرتے ہوئے کنگرے انانیت کے پیکروں کو خدائے حی و قیوم کے حضور سر بسجدہ ہونے کی تلقین کررہے تھے۔

کس کی آمد تھی کہ بیت اللہ بھی مجرے کو جھکا
کس کی ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کے گر گیا

(مولانا احمد رضا خاں)

صدر ذی وقار!

یہ نور وظہور، قدرت کی یہ ضیاپاشی، ارواح وقلوب کی یہ سرمستی اور گلشن ہستی کی یہ چہل پہل عام الفیل کے اسی ربیع الاول تک محدود نہ تھی بلکہ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد اب یہ مقدس مہینہ قلب و روح کی تشنہ لبی دور کر کے سیرابی وشادابی کا سامان فراہم کرتا ہے۔ منبرو محراب میں رونقیں، کوچے کوچے سے صلوٰۃ وسلام کی میٹھی صدائیں اور حمد ونعت کے شیریں ترانے سب اسی فرحت وبہجت کے مظاہر ہیں، جوان ایام کے ورود مسعود سے حاصل ہوتی ہے۔

مسلمان زوال وعروج کے ادوار سے گزرے، انہیں جان شکن حادثات سے دوچار ہونا پڑا۔ حوصلہ فرسا صدمات آئے سلطنتیں چھن گئیں، قومی وقار کو ٹھیس پہنچی، مگر بایں ہمہ شہ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر خیر میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ یوں بھی ہوا کہ اعدائے بدنہاد نے مختلف حربوں اور طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اس ذکر رفیع کو مٹانا چاہا مگر انہیں ہمیشہ ناکام ہونا پڑا۔

جناب والا!

امت مرحوم کی تاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ

اس رفعت ذکر کا ضامن اور نگہبان خود خداوند کریم ہے' جس نے ورفعنالک ذکرک کا وعدہ فرما کر اپنے محبوب کی شہرت و عظمت کو ابدی دوام بخشا۔ اس کے مٹانے والے مٹ گئے' دشمن نیست و نابود ہوگئے' منکرین رسالت دب گئے' شور مچانے والے ساکت و صامت ہوگئے مگر یہ ذکر خیر۔

دشت میں' دامن کہسار میں' میدان میں ہے
بحر میں' موج کی آغوش میں' طوفان میں ہے
چین کے شہر' مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ دیکھے

(اقبال)

حاضرین با تمکین!

شہر شہر علماء کے جلسے' جا بجا نعت کے نغمے' کو بکو تعریف کے زمزمے' سو بسو توصیف کے ترانے' قریہ بہ قریہ محافل میلاد شریف اور سال بہ سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن آغاز اسلام ہی سے جاری ہے۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں لازال اھل الا سلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد "یعنی ہمیشہ سے اہل اسلام تمام علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں میلاد شریف کرتے ہیں"۔

علامہ احمد عابدین فرماتے ہیں۔ اھل مکہ یذھبون الیہ فی کل عام لیلہ المولہ ویحتلفون بذلک اعظم من اختلافھم بالاعیاد۔ یعنی اہل مکہ ہر سال میلاد شریف کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ولادت پر حاضری دیتے ہیں اور عیدوں سے بھی بڑھ کر محفل قائم کرتے ہیں"۔

عید میلاد عیدوں کی سرتاج ہے
حق کے انعام و رفعت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خان)

ظہور قدسیؐ کی سہانی گھڑی

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

صدر عالی مرتبت وحاضرین گرامی منزلت!!۔

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خوبصورت تقریب میں مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے' وہ ہے "ظہور قدسی کی سہانی گھڑی"۔

صدر ذی وقار!

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک حکیمانہ نظام جاری فرمادیا ہے کہ ایک ماں کو روز اول ہی سے بچے کی ولادت تک خوفناک اور جانکاہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے' وہ موت کا منہ اور دوسری دنیا کا نقشہ دیکھ کر لوٹتی ہے۔ قرآن پاک نے ان جان لیوا کیفیات و واردات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے' حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا یعنی ایک انسان کو اس کی ماں نے بڑی مشکل سے ایک عرصہ تک اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور پھر جان کنی کے عالم میں اسے جنا۔"

صدر محترم!

پیٹ میں بچے کی جلوہ گری کے فوراً" بعد ہی عورت کی حالت غیر ہو جاتی ہے۔ جسم میں ایک نئے عنصر کا اضافہ' نئے نئے حالات و تجربات اور مشکلات سے دوچار کردیتا ہے۔ کبھی متلی اور قے ہوتی ہے کبھی آبکائیاں آتی ہیں۔ نظام صحت درہم برہم ہو جاتا ہے' مٹی کھانے کے لئے طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے غرضیکہ طبع ومزاج میں اعتدال نہیں رہتا اور غریب عورت طرح طرح کے عوارض کا شکار ہو جاتی ہے اور یہ حالت ولادت کے آخری لمحات تک برقرار رہتی ہے۔ لیکن

جناب والا!

'تاریخ انسانی کی ایک ولادت ایسی ہے' جو ان تمام عوارض وعلائق سے مستثنیٰ

ہے۔ قدرت نے اس کے لئے قوانین فطرت ہی بدل ڈالے اور تمام پابندیاں منسوخ کردیں۔ تولید کے روز اول سے انتہا تک جو نظام مقرر تھا' وہ اٹھالیا اور اس میں انتہائی سہولتیں بلکہ نظافتیں اور رعنائیاں پیدا کردیں۔ مخدومہ کائنات ' حضور سید عالم نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

"امانت نور نبوت" کی امین و وارث اور ذمہ دار قرار پانے کے بعد عرصہ دراز تک مجھے احساس تک نہ ہوا کہ میرے جسم میں ایک نیا وجود پرورش پارہا ہے اور کچھ عرصہ بعد ماں بننے والی ہوں' خواتین جن تغیرات سے دوچار ہوتی ہیں میں ان سے بالکل محفوظ رہی"۔ لقد علقت به فما وجدت له مشقه حتی وضعته (طبقات ابن سعد) میں بار دار ہوگئی تھی لیکن اول سے آخر تک میں نے کوئی وقت اور مشقت محسوس نہ کی۔ بلکہ لطافت و سہولت کا یہ عالم تھا کہ اس عظیم و بے مثل امانت" کا علم ہی نورانی بشارات و ہدایات کے ذریعے ہوا' پہلے اس انقلاب اور تبدیلی کا پتہ ہی نہیں چل سکا۔ فرماتی ہیں۔

" سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت تھی کہ کوئی آنے والا (فرشتہ) آیا۔ اس نے کہا: کیا آپکو علم ہے کہ آپ اس عظیم امت کے سید اور نبی کی ماں بننے کے لئے منتخب فرمائی گئی ہیں"۔

صدر ذی قدر!

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو جس روز سے " نور محمدی" عطاہوا' اسی روز سے بشارات وہدایات کا تانتا بندھ گیا۔ ان کو قدم قدم پر رہنمائی ملنے لگی تاکہ آگاہ ہو جائیں کہ آنے والا وجود مسعود کوئی معمولی ہستی نہیں ہیں' یہاں تک کہ ان کا اسم گرامی تک بتا دیا اور یہ بھی بتادیا کہ زمین و آسمان میں ان کی حیثیت کیا ہے۔ فرماتی ہیں:۔

" میرے پاس آنے والا (فرشتہ) آیا' اس نے ہدایت کی جب اس کی ولادت ہو جائے تو یہ دعا پڑھنا! میں ہر حاسد وبد خواہ کے شر سے اسے اللہ وحدہ' لاشریک کی پناہ و حفاظت میں دیتی ہوں۔ پھر اس کا نام محمد رکھنا۔ کیونکہ ان کا نام تورات وانجیل میں " احمد" ہے۔ زمین والے اور آسمان والے سب ان کی تعریف کریں گے۔ اور قرآن میں

ان کا نام محمدؐ ہے اور قرآن اللہ کی کتاب ہے"۔

یہ کون تشریف لارہا ہے! یہ کس کی تشریف آوری ہے
فلک ستاروں سے ہے مزین' زمیں پر چاندنی بچھی ہے

(عزیز حاصل پوری)

صدر گرامی قدر!

ولادت کی گھڑی بڑی ہی ہو شربا' اذیت ناک اور جان لیوا ہوتی ہے' عورت موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہوجاتی ہے' رشتہ دار خواتین کو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں' ہر طرف افراتفری' بے قراری اور ہیجان کا عالم طاری ہوتا ہے' ان کے مضطرب دل امید وبیم کی حالت میں ابھرتے' ڈوبتے رہتے ہیں' تب چین آتا ہے' جب وہ گھڑی خیرو عافیت کے ساتھ گزر جاتی ہے ایک نئے فرد کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ لیکن

حضور والا!

یہ ایک منفرد' بے مثال اور حیرت انگیز نورانی ولادت تھی' جس میں حیرت انگیز واقعات اور انوار وتجلیات کے ساتھ حسین وجمیل بہشتی خواتین کا بھی ظہور ہوا' جنہیں "حورعین" کہتے ہیں۔ ان کے ہمراہ حضرت سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مریم علیہا السلام بھی تشریف لائیں اور جشن ولادت میں شرکت کے ساتھ اپنی موجودگی سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو دلاسا دیا اور باور کرایا کہ وہ ایک بہت ہی عظیم وبے مثال ہستی کی ماں بننے کا شرف حاصل کرنے والی ہیں۔

جناب والا!

مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی سعید ساعت میں سارا گھر بقعہ نور بن گیا' انوار وتجلیات نے نہ صرف اس مکان کو بلکہ کائنات کو بھی اپنے گھیرے میں لے لیا اور ہر چیز چاندنی میں نہاگئی۔ اس موقعہ پر عناصر کائنات ہی نہیں' ساکنان عرش بھی حرکت میں آگئے ہر شے رقصاں تھی اور ہر طرف دھوم مچی ہوئی تھی کہ اس نور کا ظہور ہونیوالا ہے' جو ظلمتوں کو اجالے اور تاریکیوں کو روشنیاں عطا کرے گا۔ دلوں کو انوار اور نگاہوں کو بصیرتیں بخشے گا۔ وہ بے مثال ہوگا اور باکمال بھی' نہ اس جیسا کوئی ہوا ہے' نہ ہوگا۔

ام عثمان اس موقعہ پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی موجود تھیں۔ انہوں نے عجیب وغریب مشاہدات کئے۔ فرماتی ہیں۔ شهدت ولاده النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فلم انظر من البیت الا نورا (سیرت نبوی۔ احمد زینی دملان)۔ میں نبی کریمؐ کی ولادت کے وقت حاضر تھی' مجھے گھر میں نور کے سوا کچھ نظر نہیں آیا"۔

صدر ذی شان!

گویا ہر طرف نور کا چراغاں تھا اور ہر شے نور میں ڈوب گئی تھی۔ کائنات میں نور کا سیلاب آگیا تھا' اجرام سماوی زمین کی طرف جھک رہے تھے' گویا اسے بوسا دینا چاہتے ہوں۔ یہ انقلاب صرف ایک احساس نہ تھا' بلکہ ایک حقیقت کی نمود تھی' جسے ام عثمان نے کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھا' یہ ان کی بصیرت کا ثبوت ہے۔ فرماتی ہیں۔ وانی لا نظر الی النجوم تدنو حتی انی لاقول لیقعن علی (زینی دملان) " اور میں ستاروں کو دیکھ رہی تھی کہ وہ قریب آرہے ہیں۔ میں سوچنے لگی' کیا یہ مجھ پر گر پڑیں گے"۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رایت کان شهابا خرج منی اضاءت له الارض (طبقات) "میں نے دیکھا کہ نور کا ایک شعلہ مجھ سے جدا ہوا' اس سے پوری زمین روشن ہو گئی"۔

جہاں تاریک تھا' ظلمت کدہ تھا' سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

(حفیظ جالندھری)

صدر عالی وقار!

ولادت نبویؐ کی رات اور سہانی ساعت' نورانی انقلاب کی رات اور ساعت تھی' اسی رات معنوی انقلاب آگیا' جسے کھلی آنکھوں اور زندہ وبیدار دلوں نے دیکھا' نور کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر تھا' جو پوری کائنات میں موجزن تھا' نوری اجرام جھک جھک کر اس نوری تموج میں اور اضافہ کر رہے تھے اور نوری فرشتے جھانک جھانک کر اپنے اشتیاق دید اور شوق فراواں کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ کب وہ نور کا پیکر جلوہ بار ہو

اور فرشتوں کے امیراسے لیکر دیدار عام کرائیں اور کائنات کو زیارت کاشرف بخشیں۔
حضور والا!

ستاروں کا جھکنا' انوار کا چمکنا' محلات شام وبصرہ کا نظر آنا کوئی استعارہ یا مبالغہ اور واقعہ کی تخیلاتی تصویر کشی نہیں ہے' ایسا سوچنا بھی مقام ختمی مرتبت اور مرتبہ شان محبوب کبریا کو نہ سمجھنے کے مترادف ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہوا۔ ایسا ہونا ہی چاہئے تھا۔ ایک دنیاوی شان وشوکت کے حامل فرد کی آمد پر ملک کے احوال پر تغیر آجاتا ہے' منجمد اور پر سکون زندگی متحرک ہوجاتی ہے بے آباد' ویران جگہوں کو آرائشی محرابوں' برقی قمقموں' روشن بلبوں اور رنگین پرچموں سے سجا دیا جاتا ہے' تاریک ویرانے منور اور سنسان مقامات آباد ہو جاتے ہیں' یہ دستور دنیا اور آئین تہذیب ہے اور ایسے پر مسرت موقعہ پر ہی کچھ زیب دیتا ہے۔ لیکن
جناب والا!

وہ تو کائنات کے بادشاہ' انسانیت کے مربی و محسن' تاجدار حرم' محبوب رب العالمین' نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے' جو زمین و آسمان اور سارے جہان کے نبی ہیں۔ اس لئے اگر ان کی تشریف آوری کے موقعہ پر غیر مرئی جہان میں خوشی اور نور کی لہر دوڑ گئی اور اس میں غیر معمولی تموج پیدا ہوگیا اور اہل نظر نے سرکار ہی کے قرب کی برکت سے اسے دیکھ بھی لیا یا قدرت نے اسے دکھا دیا تو اس میں استحالہ کون سا ہے؟ اور اسے ایک حقیقت واقعیہ کے طور پر مان لینے میں کون سا امر مانع ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ اور حضرت ام عثمان واقعہ کی عینی شاہد ہیں اور اس سلسلے کا اہم بلکہ مرکزی کردار ہیں' اسی لئے ان کا بیان زیادہ معتبر ہے اور اسے حقیقت پر محمول کرنا ہی قرین انصاف وقیاس ہے اور ایمان ودیانت کا تقاضا ہے۔ تاویلات' استعارات' تمثیلات و تشبیہات کاسہارا وہاں لیا جاتا ہے' جہاں حقیقت ناممکن ہو۔ یہاں تو حقائق اور سیاق وسباق خود بولتے ہیں کہ کسی مجاز کی ضرورت نہیں ہے' مقام نبوت کی رفعت اور شان محبوب کی انفرادیت متقاضی ہے کہ ان بیانات کو توڑنے مروڑنے کی بجائے واقعہ کا بیان تصور کیا جائے۔ جس روز دنیا کو محبوب رب العلیٰ اور کائنات کا شہزادہ نصیب ہوا' اس روز ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ جب صبح

سعید کے وقت کائنات کو نور کی ایک لازوال ابدی نعمت سے سرفراز کیا گیا۔

فصل اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا
زمین در عشق او ساکن فلک در حب او شیدا
محمد مصطفے آئے بہاروں پر بہار آئی
زمیں کو چومنے جنت کی خوشبو باربار آئی
وہ آئے تو منادی ہوگئی صائم زمانے میں
بہار آئی' بہار آئی' بہار آئی' بہار آئی

(صائم چشتی)

رسولؐ اوّل و آخر

وہ دانائے سبل، ختم الرسل مولائے کل، جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ
(اقبالؒ)

صدر عالی مرتبت و حاضرین گرامی منزلت!!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس یادگار اور بابرکت محفل میں مجھے جس اہم موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے، وہ ہے "رسول اول و آخر"۔

صدر ذی وقار!

شیخ محقق سید المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ سورہ حدید کی آیت هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَبِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ○ حمد الٰہی بھی ہے اور نعت نبی بھی۔ جن صفات خداوندی کا اس آیت مبارکہ میں ذکر ہے، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے مظہر ہیں۔ اول اس مفہوم میں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور پاک کے نور مقدس کو پیدا فرمایا۔ خود حضور فرماتے ہیں کہ۔

اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ، اَنَامِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَخَلَقَ كُلُّهُمْ مِنْ نُوْرِيْ

"تمام کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے"۔

صدر محترم!

کائنات کا افتتاح حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور پاک سے ہوا۔ یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں نہ مہر و انجم کی ضیا ہوتی نہ بہاروں کی شمیم جانفزا۔ نہ کلیوں کا تبسم ہوتا نہ غنچوں کی چٹک، نہ پھولوں کی مہک ہوتی نہ ہواؤں کی دل افروزی، نہ بلبل کا ترنم ہوتا نہ گل خنداں کی بہار دلکشا۔ مختصر یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہ ہوتے تو نہ ہم ہوتے نہ آپ اور نہ یہ خطہ خاک۔

نہ شمع جلتی نہ پھول کھلتے' نہ دن نکلتا نہ رات ہوتی!
جو یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا' وجود کون ومکاں نہ ہوتا

جناب والا!

بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نور الٰہی ' نور اول ' نور الانوار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنیوالے طیب وطاہر اور روشن و منور نور ہیں۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (القرآن) " بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا"۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ کفار نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجھانے کی کوشش کریں گے' لیکن اللہ تعالیٰ اسکی روشنی کو بجھنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس نور کی روشنی بڑھتی ہی رہے گی' ظلمتیں بڑھ بڑھ کر پھونکیں مارتی رہیں گی' لیکن چراغ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ذرا بھی تھرتھراہٹ پیدا نہ کر سکیں گی۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (القرآن)

"چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ تو اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ خواہ کافر برا ہی مانیں"۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جناب صدر!

اللہ تعالیٰ نے جہان رنگ وبو کا افتتاح' بشریت کی ابتداء اور سلسلہ نبوت و رسالت کا آغاز ہی صبح ازل کے نور یقین اور شام ابد کے ماہ مبین' خاتم الانبیاء علیہ التحیتہ والثناء کی ذات ستودہ صفات سے فرمایا۔

یہ عالم ہست و بود ہوتا نہ زندگی کا وجود ہوتا
جہاں کی تخلیق ہی نہ ہوتی' جو حاصل دوجہاں نہ ہوتا

حضرت مجدد الف ثانی' قیوم ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ الربانی نے مکتوبات میں حدیث قدسی درج کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا۔ لولاک لما اظہرت الربوبیہ " اگر تمہیں پیدا فرمانا منظور

نہ ہوتا تو ہم اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتے"۔ یعنی

تیرے سر کے سوا سجتا بھی کہاں لولاک لما کا تاج بھلا
اے صلی علی یہ شان تیری' اے صاحب تخت و تاج نبیؐ

صدر گرامی منزلت!

رسول اول و آخر ہونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خصائص عظمیٰ سے ہے اور آپؐ کے ان دونوں مناصب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دنیا میں جس قدر انبیاء و مرسلین آئے' وہ نبی و رسول ہی ہیں مگر کسی نے اول النبین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ انبیاء سابقین پر اجمالی طور پر ایمان لانے کا مفہوم یہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے آپؐ کو صرف رسول ماننا ہی کافی نہیں ہے بلکہ آپؐ کی رسالت و نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آپؐ کے اس وصف خاص پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ آپ رسول اول بھی ہیں اور رسول آخر بھی۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ

" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! پیدائش کے لحاظ سے تم کو سب نبیوں سے پہلے اور بلحاظ بعثت سب سے آخر بھیجا۔ نبوت کی ابتداء کرنے والا اور ختم کرنے والا تم کو ہی بنایا۔" (ابو نعیم۔ خصائص کبریٰ۔ ص ۹۷۔ جلد ۳) حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

کنت اول الناس فی الخلق واخس هم فی البعثہ (ابن سعد) کنزالعمال ص ۱۰۶۔ جلد ۶)

"میں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش پہلا ہوں اور سب انبیاء میں باعتبار بعثت پچھلا ہوں۔"

سامعین محترم!

اولاً" بالذات سب سے پہلے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی ہیں۔ مگر چونکہ اس عالم کے لحاظ سے آپؐ کا ظہور آخر میں ہوا اس لئے آپ آخر الانبیاء بھی قرار پائے۔ مگر اس معنی سے نہیں کہ آپؐ کو نبوت سب سے آخر ملی بلکہ اس معنی

ہے کہ آپؐ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا۔ ورنہ منصب نبوت کے لحاظ سے آپؐ کی ولادتِ سے قبل اور ولادت کے بعد چالیس سال کی عمر مبارک سے پہلے اور اس کے بعد کے زمانے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور آپؐ ہر دور اور ہر حال میں نبوت ورسالت سے متصف رہے ہیں اور ہیں۔ چنانچہ شب معراج معنی اول و آخر کا ظہور ہوا اور تمام انبیاء علیہم السلام از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام مقتدی۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے

(مولانا احمد رضا خانؒ بریلوی)

حاضرین والا شان!

سب سے پہلے خلعت وجود سے مشرف ہونے والے، سب سے پہلے وصف سے متصف ہونیوالے یوم میثاق میں سب سے پہلے "بلیٰ" کہنے والے، قبر مبارک سے سب سے پہلے اٹھنے والے، جنت میں سب سے پہلے جانیوالے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولنے والے، عرصات محشر میں بحضور رب سب سے پہلے سجدہ فرمانے والے اور امت کی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے بھی حضورؐ ہی ہیں غرضیکہ ہر موقع پر اول ہونے کا سہرہ بھی حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے سر ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

(اقبال)

صدر محترم!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر بھی ہیں کہ سب سے آخر میں آپؐ کا ظہور ہوا۔ آپؐ کی ذات اقدس پر دین کی تکمیل ہوئی۔ آپؐ کا دین اسلام بھی آخری دین اور آپؐ پر نازل شدہ قرآن بھی آخری ضابطہ حیات ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ

لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا " آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔" (القرآن)

اب نہ کسی اور دین کی ضرورت ہے اور نہ شریعت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " مجھے اس ذات کی قسم' جس کے قبضے میں میری جان ہے ' اگر آج جناب موسٰی علیہ السلام بھی دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی"۔

پیچھے آتا ہے تیرا ختم نبوت کی دلیل
اور سایہ کا نہ ہونا تیری یکتائی ہے

صدر گرامی قدر!

کتاب وسنت کی ان تصریحات جلیلہ سے واضح ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قصر نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ قصر نبوت اپنے جملہ محاسن اور خوبیوں کے ساتھ مکمل ہوگیا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ عالم کی ابتداء میں انبیاء کرام کی بعثت کی جو اطلاع دی گئی تھی' اس کی انتہا پر سلسلہ نبوت کے خاتمہ کا بھی اعلان کردیا جائے لہٰذا نعمتوں کا اتمام' دین کا اکمال اور نبوت ورسالت کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالی نے آپؐ کو خاتم النبیین ہونے کےساتھ ساتھ رحمتہ للعالمین بھی بنایا جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول خاتم بذات خود تمام جہانوں کے لئے رحمت وبرکت ہیں' اس لئے ختم نبوت سے رحمت الٰہی کا دروازہ بند نہیں ہوا' بلکہ نبی رحمت کے ذریعہ رحمت باری کو حیات سرمدی ملی ہے۔ اس لئے اب قیامت تک رحمت باری اور انوار وبرکات صمدی کا نزول ہوتا رہے گا۔ توحید کی شمع جلتی رہے گی ' ایمان کے پھول کھلتے رہیں گے' انوار کی بارش ہوتی رہے گی' ایقان کا دریا بہتا رہے گا' حق وصداقت کے چراغ چمکتے رہیں گے' رشد و ہدایت کے تارے دمکتے رہیں گے' فکر کی تطہیر' دماغ کی تنویر' نفس تزکیہ اور روح کی آسودگی کے سامان تک فیوض و برکات الٰہیہ سے مستفید و مستنیر ہوتے رہیں گے۔

حضور والا!

ہمارے آقاو مولا آئے' نبیوں کے امام رسولوں کے خطیب آئے۔ وہ آئے جو ہدایت کی ایسی شمع ہیں۔ جس میں دھواں نہیں۔ رسالت کا ایسا پھول ہیں' جس میں خار

نہیں۔ ان کی تابش خاک پا غازہ روئے قدسیاں ہے اور ان کی صورت حق نما آئینہ جمال کبریا ہے۔ وہ آئے اور تمام تر زیبائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آئے۔ نیابت بھی آپؐ پر ختم ہوئی اور نبوت بھی۔ معرفت بھی آپ پر ختم ہوئی اور حکمت بھی۔ حضورؐ آئے تو مخلوق الٰہی کو حیات سرمدی ملی' قلب ونگار کی تطہیر ہوئی' عظمت انسانیت کی تکمیل اور سرزمین بے آئین میں حکومت الٰہیہ کی تشکیل ہوئی۔

وآئے جو یہاں حبیب رحمٰن پیچھے
یعنی شہؐ مرسلان ذیشان پیچھے
کیا منکرو اس میں ہے جائے حجت
فوج آگے رہا کرتی ہے سلطان پیچھے

صدر گرامی منزلت!

حضور اکرم' سیدعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلمؐ کی ذات اقدس ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ایسا ظاہر فرمایا کہ قرآن نے کہا کہ حضور کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل حضورؐ کے وسیلہ جمیلہ سے فتح کی دعا کی جاتی تھی۔ وجود محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کا یہ عالم تھا کہ چاند اشارہ سے دو ٹکڑے ہوا' سورج پلٹ آیا' درختوں' جانوروں اور پتھروں نے آپؐ کو سجدہ کیا اور بزبان فصیح آپؐ کا کلمہ پڑھا۔ غرضیکہ خطبات میں' کلمہ میں' اذان واقامت میں' عبادات میں' تمام اعمال خیر میں اور قلب مسلم میں آپؐ ہی کا ظہور ہے

در دل مسلم مقام مصطفٰے است
آبروئے ماز نام مصطفٰے است

(اقبال)

میلادالنبیؐ کا انقلاب آفریں پیغام

یہ کون تشریف لا رہا ہے؟ یہ کس کی تشریف آوری ہے
فلک ستاروں سے ہے مزین، زمیں پر چاندنی بچھی ہے
حسین کعبہ نے آ کے اس کو لطافت حسن بخش دی ہے
ربیع الاول کے رخ پہ کیسی! بہار افزا شگفتگی ہے

(عزیز حاصل پوری)

صدر ذی وقار و حاضرین والا تبار!!

آج کی اس پر وقار اور یاد گار محفل میں جس عنوان پر خیالات کا اظہار کرنا ہے وہ ہے۔ "میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلاب آفریں پیغام"۔

صدر محترم!

رزمگاہ حیات میں یوں تو لاکھوں افراد تعریف و توصیف کے مستحق گزرے ہیں اور دنیا والے ان کی تعریف میں رطب اللسان بھی رہے ہیں۔ جن کی عظمت نگاہوں کو خیرہ اور عقل کو حیران کرتی رہی اور ایک دنیا سے خراج عقیدت کے پھول بھی وصول کرتی رہی ہے۔ ایسے باکمال لوگ دنیا کے ہر میدان میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ

کون ہے جس کی ہستی کا ہر پہلو اس کے کمال پر شاہد ہو۔
کون ہے جس کے وجود مسعود کا ہر ہر ذرہ اس کے نور باطن کا علم دے رہا ہو۔
کون ہے جس کی ذات کا ہر ہر پہلو اس کی یگانگت کا مظہر ہو۔
کون ہے جس کا علم کائنات کے ہر ہر ذرے کو محیط ہو۔
کون ہے جس کا حسن لاجواب اور بے مثال ہو۔
کون ہے جس کا خلق خلق عظیم اور غالب و حاوی ہو۔

صدر ذی شان!

لاریب یہ اوصاف کمالیہ اور صفات عالیہ نقاش ازل کے بہترین شہکار مصور فطرت کی بہترین تصویر خلائق عالم کی بہترین تخلیق، ہماری کشتی کے ناخدا جناب محمد مصطفٰے علیہ التحیتہ والثناء کی ذات اقدس واطہر میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

تیرا جمال جاوداں' تیرا کمال لازوال
تیرا وجود بے مثال دست خدا کا شاہکار

جناب صدر!

حسن یوسف کی تجلیوں نے ساری دنیا سے خراج تحسین وصول کیا۔ عصائے کلیمی نے ایک دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کیا۔ دم عیسوی نے کئی مردوں کو حیات نو بخشی۔ لیکن مقام غور ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ اسلام باوجود کمال کے' حضرت موسٰی علیہ السلام کے یدبیضا سے محروم رہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام حسن عالمتاب کے باوجود عصائے کلیمی سے محروم رہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے کمالات سے حضرت موسٰی علیہ السلام محروم رہے۔

مگر یاد رکھیں۔ میرے آقا' دوعالم کے داتا صلی اللہ علیہ وسلم ہر وصف میں یگانہ ہو کر چمکے اور ایسے چمکے کہ ان کی مقدس سیرت میں تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں اور تمام رسولوں کی سیرتیں اور خوبیاں سمٹ کر جمع ہو گئیں۔ اور ان کی اوراق زندگی کا ہر ہر لمحہ خلق آدم' معرفت شعیب' شجاعت نوح' خلت ابراہیم' زبان اسماعیل' رضائے اسحاق' محبت صالح' حکمت لوط' جلال موسیٰ' مناجات ہارون' صبر ایوب' لحن داؤد' شکوہ سلیمان' محبت دانیال' وقار الیاس' جمال یوسف' اور زہد عیسٰی کے حسین وجمیل نقش ونگار سے آراستہ ہے۔

حسن یوسف' دم عیسٰیؑ یدبیضاداری
آنچہ خوباں' ہمہ دارند' تو تنہا داری

(اقبال)

جناب والا!

نبی اکرم رسول معظم' فخر آدم وبنی آدم' نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان ہے کہ آج زمین کے چپے چپے میں ان کی شان اقدس میں نورانی مجلسوں' روحانی بزم آرائیوں محلد ومحاسن کی پرنور محفلوں میں صلوٰۃ وسلام کے گجرے پیش کئے جارہے ہیں اور ان کی ولادت باسعادت کی جاودانی ساعتوں کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا جارہا ہے۔ جنھوں نے بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہ ہدایت دکھائی۔ جنھوں نے انسانیت کو

راز انسانیت سے آگاہ کیا۔ جنہوں نے انسانی تہذیب وتمدن کی کایا پلٹ دی۔ گرتوں کو اٹھایا' روتوں کو ہنسایا' ڈوبتوں کو ترایا' خفتہ بختوں کو بیدار کیا' بد نصیبوں کے نصیب بدلے اور کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو اوج کمال تک پہنچایا اور جس ذرے پر نگاہ ڈالی' اسے آفتاب بنا دیا۔

احساس مرگ وزیست کے قابل بنادیا
جس دل کو تونے دیکھ لیا دل بنادیا

صدر گرامی قدر!

آج دنیا کے کونے کونے میں جو ساز حریت بج رہے ہیں' وہ درحقیقت اس بحر بے کنار کے فیض وکرم کا ایک قطرہ ہے' جس نے دنیا کے ہر انسان کو اللہ جل مجدہ' کا مطیع و فرماں بردار بننے کا پیغام دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

"کسی کالے کو گورے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں' سب حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں جن کا خمیر مٹی سے بنا تھا"۔

جناب صدر!

یہ انقلابی تحریک' یہ اخلاقی مشن' یہ روحانی ضابطہ اسلام کے نام سے اس دور میں دیا' جس میں ہر بشر' ہر قوم' ہر ملک کفر و شرک کی وادیوں میں بھٹک رہا تھا۔ ظلم وتشدد ختم ہوئے' انسانوں کو سکوں میسر ہوا اور ایک ایسے معاشرے کی تشکیل ہوئی' جسمیں کوئی کشمکش نہ تھی' رنگ ونسل کا فساد نہ تھا' برتری وکمتری کا کوئی خدشہ نہ تھا' وطن وقومیت کا کوئی جھگڑا نہ تھا' نوع انسانی کا ہر ہر فرد اپنے جائز اور صحیح حقوق کی آدائیگی کا خوگر تھا۔

جناب والا!

آج جبکہ رسل و رسائل کے ذرائع اتنے کثیر ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹے واقعے کی خبر چند منٹوں میں پوری دنیا میں پھیلائی جاسکتی ہے' لیکن تشہیر کی جدید تکنیک نہ ہونے کے باوجود جان کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انقلابی دعوت نے پوری دنیا کی تہذیب وتمدن کو بدل دیا اور دنیائے کفر میں صف ماتم بچھ گئی اور ہر طرف توحید ورسالت کے نغمے گونجنے لگے۔ سورج نکلتا ہے تو روشنی ہر طرف

پھیل جاتی ہے اور جب سراج منیر چمکا تو کفر کے اندھیروں نے اپنی راہ لی۔

جہاں تاریک تھا' ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

(حفیظ جالندھری)

صدر محترم!

یہ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ آج محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت انتشار اور افتراق کی شکار ہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن کے سینے میں خنجر چلائے جارہے ہیں' روحانیت سے منہ موڑ کر مادیت سے دل لگایا جارہا ہے' محبتوں کو نفرتوں میں بدلا جارہا ہے۔ اتحاد واتفاق مفقود ہوتا جارہا ہے۔ اسلاف کے کارناموں کو پس پشت ڈالا جارہا ہے۔ کشمیر وفلسطین' قبرص' لبنان اور بوسنیا کے مظلوم ونہتے مسلمانوں کو ظلم وستم کی چکی میں پیسا جارہا ہے' ہندوستان کے امن پسندوں کو اس لئے بے دردی سے شہید کیا جارہا ہے کہ وہ توحید کے پرستار اور نبی کریم صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیوا ہیں۔ دوسرے ممالک میں بھی مسلمانوں کی زندگیاں بے چینی اور اضطراب سے گزر رہی ہیں۔

جناب والا!

آخر کیا وجہ ہے! یہی وجہ ہے نا کہ ہم نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے راستہ کو چھوڑ دیا۔ غیروں سے لو لگائی۔ خدا سے مانگنے کی بجائے خدا کے دشمنوں سے مدد مانگنا ہمارا شیوہ بن گیا۔ اسلاف کی زندگی کو مشعل راہ بنانے کی بجائے اس کو قصہ پارینہ بنا دیا۔ قرآنی تعلیمات کو چھوڑ کر ناولوں کے پیچھے لگ گئے اور یوں زبوں حالی اور ذلت ونکبت کا شکار ہوگئے۔ شاعر مشرق نے یوں ہی تو نہیں کہہ دیا تھا کہ۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

(اقبال)

اے عشاق مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء!

خواب غفلت سے بیدار ہو کر دین اسلام کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو جایئے۔ اپنی قدر و منزلت پہچانئے۔ اسلاف کی یاد تازہ کیجئے۔ مادیت کی بجائے روحانیت کی طرف قدم بڑھایئے۔ جب دنیاوی غلامی کی زنجیریں توڑ کر روحانی قلاوہ گلے میں سجاؤ گے تو اللہ کریم کی طرف سے وانتم الاعلون کا تاج تمہارے سر کی زینت بن جائے گا اور تم آسمان دنیا پر مہر و ماہ بن کر چمکو گے۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کا تاج زریں سجانے والو!

دنیا کی بڑی بڑی امید گاہوں سے تم نے دل لگا کر دیکھ لیا' فرصت ہو تو پل بھر ذرا حافظہ پر زور دے کر یاد کر لو کہ تم نے مادی اقتدار کی چوکھٹوں پر کتنی فریادیں ضائع کیں۔ وقت کے روٹھے ہوئے فرعونوں کو منانے کے لئے تمہیں کتنی بار اپنی سطح مرتفع سے نیچے اترنا پڑا۔ لیکن سچ بتایئے۔ ان ساری خوشامدوں کے بعد ذلتوں کی شکست اور نامرادیوں کی ٹھوکر کے سوا کوئی چیز بھی تمہارے ہاتھ آئی؟

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا' آخر گیا

(مولانا احمد رضاخاں بریلوی)

مسلسل فریب کی چوٹ کھانے والو!

اب تو پلٹ آؤ اس رحمت حق کی طرف' جس نے اپنے امیدواروں کو کبھی مایوس نہیں کیا اور جو پلکوں کا آنسو دامن میں جذب ہونے سے پہلے اپنے فریادی کے دل کی فریاد سن لیتا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں' کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

(اقبال)

حاضرین گرامی قدر!

ربیع الاول کا مقدس مہینہ جو ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے' یہ مایوس چہروں کے نکھرنے کا بہترین موسم ہے۔ قدم قدم پر رحمت و محبت کی جو نہریں بہہ رہی ہیں' ان میں سے اب بھی اگر ہم نے اپنی روح کی پیاس نہ بجھائی تو اس کے بعد کوئی ایسا دل

نواز موسم نہیں آئے گا۔ آیئے! اپنے رب کے حضور اپنی پیشانیوں کو جھکائیں' اپنی غلطیوں کی معافی مانگیں' اپنے خالی دامن کو بارگاہ بیکس پناہ میں پھیلادیں' تاکہ دین ودنیا کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے مالا مال ہو سکیں۔ اس مقدس ماہ کی ایک ایک ساعت کاخیال رکھیں اور اس کی عزت وحرمت برقرار رکھنے کے لئے اپنی تمام تر قوتیں بروئے کار لائیں۔

سامعین محترم!

ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہمارے دلوں کو جولانی عزائم کو پختگی' ہمارے حوصلوں کو بلندی' اور ہمارے یقین کو نئی زندگی بخشتی ہے۔ کیونکہ بارہ ربیع الاول کی صبح وہ صبح سعید ہے' جس کے طلوع ہونے سے مظلوم وستم رسیدہ انسانوں کی شب دیجور سحر آشنا ہوگئی تھی۔ یہی وہ بابرکت صبح ہے' جب گمراہیوں اور بدکاریوں کے اندھیرے کافور ہوئے تھے۔ یہی وہ صبح نور ہے جسکی برکت سے انسان کے خفتہ بخت نے انگڑائی لی تھی۔ یہی وہ یمن ورحمت والی صبح ہے' جب انسانیت کے بھٹکے ہوئے کارواں کو ایک ہادی برحق ملا تھا' یہی وہ ساعت ہے' جب وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' جنہوں نے بندے کا ٹوٹا ہوا تعلق اپنے رب کریم سے جوڑ دیا اور انسان زبان حال سے پکار اٹھا۔

وہ آئے روشنی بن کر شبستان محبت میں
اندھیرا ہی اندھیرا تھا' اجالا ہی اجالا ہے

سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

آپؐ کی ذات ہے وہ دائرہ وصف وکمال
جو تصور میں سمائے نہ گماں میں آئے
اتنا آساں تو نہیں، آپؐ کی سیرت کا شعور
روح کی راہ سے گزرے تو بیاں میں آئے

صدر ذی وقار وحاضرین والا تبار!

اس بابرکت اور مقدس محفل میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے، وہ ہے۔" سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔"

صدر عالی وقار!

انسانوں کی عمدہ معاشرت، بہترین تمدن اور اعلیٰ سیرت کی تکمیل کے لئے مصلحین کا سلسلہ ابتدائے آفرینش ہی سے شروع ہوگیا۔ زمانے کے مختلف ادوار میں بہت سی شخصیات آئیں جنھوں نے نسل انسانی کو ذمائم وقبائح کی راہوں سے ہٹا کر صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ نفسانی بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے اور ہماری ظاہری دنیا کے ساتھ ہماری باطنی دنیا کو بھی منور کیا۔ اگر تاریخ کے اوراق کا جائزہ لیا جائے تو ان مصلحین کی فہرست خاصی طویل نظر آتی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ رفتہ رفتہ ان مصلحین کے نقوش مدہم ہوتے گئے اور ان کی تعلیمات اوراق پارینہ ہوگئیں ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا ضلالت ومعصیت اور تمرد و سرکشی کے قعر عمیق میں جاگری۔ شرافت و مروت کے آئینے چور چور ہو گئے۔ افق عالم پر ظلم وعدوان کی گھمبیر ظلمتیں پھیل گئیں۔ اور ایک ایسے رہبر وہادی کی ضرورت محسوس ہونے لگی جو انسانیت کو مقصد حیات سے آشنا کر کے آوارگان شوق کے لئے منزل توحید کی راہیں متعین کردے۔

صدر محترم!

امید و بیم کی اسی کشمکش میں افق سے رنگ ونور کی ایک کرن پھوٹی اور آفتاب بن کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہوگئی۔ کائنات کا وہ مصلح اعظم پیدا ہوا جس کے میلاد کے ساتھ صنم خانے لرز اٹھے شروفساد کے دفتر الٹ گئے۔ شکوہ عجم، صولت روم اور سطوت ایران خاک میں مل گئی اور ایوان کسریٰ کے ستون لرز اٹھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو ریاض سعادت میں روح پرور۔ بہاریں کھلنے لگیں۔ اخلاق انسان کے آبگینے چمک اٹھے۔ انسانیت کے جسد مردہ میں جان آگئی۔ بجھے ہوئے چہرے منور ہوگئے اور چمنستان کونین میں خلوص' وفا اور علم ودانش کے غنچے مسکرانے لگے۔

تو روح زمن' رنگ چمن' ابر بہاراں
تو حسن سخن' شان ادب' جان قصیدہ
تجھ سا کوئی آیا ہے نہ آئے گا جہاں میں
دیتا ہے گواہی یہی عالم کا جریدہ

(حفیظ تائب)

صدر محترم!

ظہور قدسی سے قبل دنیا پر کفر و شرک کا تسلط تھا۔ دین ابراہیمی اور تعلیمات عیسوی گلدستہ طاق نسیاں ہوچکی تھیں۔ لوگ آگ کی پوجا کرتے' ستاروں سے مرادیں مانگتے اور شجرو حجر کی پرستش کرتے تھے۔ جناب عیسٰی علیہ السلام کو فرزند الٰہی کہا جاتا اور احکام خدا وندی کا تمسخر اڑایا جاتا تھا' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ظلمتوں کو اجال کر ایک خدا کی پرستش کا حکم دیا کہ اس کائنات کی تمام رعنائیاں' رنگینیاں اور دلفریبیاں اسی کے دست ہنر کا شاہکار ہیں۔

نگاہوں میں' دلوں میں' لالہ زاروں میں' ستاروں میں
تمہی تم ہو' تمہی تم ہو' تمہی تم ہو' تمہی تم ہو

جناب صدر!

تکمیل انسانیت کی راہ کا سب سے بھاری پتھر تفریق مراتب ہے۔ اس وقت دنیا مختلف ذاتوں' قبیلوں' نسلوں اور قوموں میں منقسم تھی۔ رنگ ونسل' ابیض واسود اور کبرو پندار کے کئی ایک خود ساختہ بت تھے۔ بندہ و آقا کے مابین تنفر کی ایک وسیع وبسیط خلیج حائل تھی لوگ غرور ونخوت میں خود کو صفات خدا وندی سے ہمکنار سمجھتے تھے۔ لیکن طاق حرم میں اسلام کا چراغ روشن ہوا تو رنگ ونسل کے بت ٹوٹ گئے۔ اور بالتصریح بتادیا گیا کہ کوئی شخص جاہ وحشم' مال ومنال اور دولت وثروت کے بل

بوتے پر عظمت حاصل نہیں کرسکتا۔ عظمت کسی کے گھر کی لونڈی نہیں۔ اس کا معیار تو بلندی کردار' رفعت نظر اور وسعت فکر ہے۔ للذا کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی اعلیٰ کو کسی ادنیٰ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

تو نے کیا ہے ظلم وستم کا نظام ختم
تو نے دیا ہے عدل ومساوات کو رواج
آئین نو کی ڈال کے بنیاد دہر میں
تو نے کیا بشر کے ہر اک درد کا علاج

جناب والا۔

غلامی ایک بہت بڑی لعنت ہے۔ یہ انا کے گلے کا طوق ہے۔ غلامی میں ضمیر مردہ' خرد بیکار اور ذہن پژمردہ ہو جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل غلاموں کو حقیر سمجھا جاتا تھا اور ان سے چوپایوں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ لیکن حضورؐ نے اس لعنت کا استحصال کیا' غلاموں کو ذلت کی زندگی سے نجات دلائی' انہیں انسانیت کا درجہ عطا کیا اور وہ وقت بھی آیا' کہ غلام سپہ سالار عساکر اسلام بنے' جلیل القدر مناصب پر فائز ہوئے اور قیصر و کسریٰ کا شکوہ ان کے قدموں پر نثار ہونے لگا۔

تاریخ کے اوراق یہ دیتے ہیں گواہی
یثرب کے غلاموں کو ملی سطوت شاہی

صدر عالی مرتبت!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں معاشرے کے اور پہلوؤں کو نکھارا' وہاں معاشرے کو ایک مکمل ضابطہ اخلاق اور موثر دستور حیات بھی دیا۔ آپؐ نے قمار بازی' مے خواری' ڈکیتی' زنا قتل اولاد' دروغ گوئی' تکبر' رعونت' امتیاز مراتب' سودخوری' غیبت' قتل وغارت' ظلم وستم اور سب وشتم کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ اور ذمائم وفواحش کے خلاف پوری شدت اور پورے جذبے کے ساتھ جہاد کیا' نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عرب جو گمراہی کے دلدل میں گرے ہوئے تھے' سنورے' نکھرے اور زمانے کا فخر بن گئے۔ جو اسفل الخلائق تھے' نجابت کا شرف ہو گئے اور حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا ریفارمر اور عظیم سے عظیم مصلح بھی اس تعجب انگیز کامیابی اور تحیر بار

اصلاح کی مثال پیش نہیں کرسکتا۔

شایاں ہے تجھ کو سرورؐ کونین کا لقب
نازاں ہے تجھ پہ رحمت دارین کا خطاب

صدر والا شان!

مادر گیتی نے یوں تو بڑے بڑے اصلاح کار پیدا کئے ہیں لیکن دنیائے نسوانیت جس مظلومیت کا شکار رہی اسکی طرف کسی نے کوئی توجہ نہیں دی ۔ عورت کو ابتداء ہی سے تفریح کا آلہ اور گھر کی لونڈی سمجھا جاتا' کوئی اسے موت کی تکلیف سے بھی تلخ تر لکھتا اور کوئی گزرگاہ اہرمن کے نام سے پکارتا' لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے ساتھ ہی عالم نسواں میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا۔ عورت کو معاشرے میں اس کا مقام مل گیا۔ ان کے مصائب ونوائب کا خاتمہ ہوگیا۔ اسے روحانی' سماجی' معاشرتی' تمدنی' غرض ہر لحاظ سے قابل قدر بنادیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح انداز میں فرمایا کہ عورتیں مرد کی عزت اور مرد ان کا پیراہن ہیں۔ حضورؐ نے اپنی اس تعلیم کو محض زور الفاظ' حسن بیان اور شکوہ خطابت تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ اس کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کردیا۔ آپکی کامیاب ازدواجی زندگی اس کی واضح' روشن اور بین دلیل ہے۔

سامعین باتمکین!

تہذیب وتمدن اور شہریت ومدنیت کی اصلاح میں بھی سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قابل قدر کارنامے سرانجام دیئے اور انسانی طرز معاشرت پر بڑے گہرے' انمٹ اور درخشندہ و تابندہ نقوش چھوڑے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر آج دنیا سے وہ تہذیب واپس لے لی جائے جو آج سے چودہ سو سال قبل عرب کے ایک امی نے دی تھی۔ تو بلاشبہ آج کا ترقی یافتہ معاشرہ ہزاروں سال پیچھے چلا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریعت وتمدن کے عظیم موسس تھے' ان کا نظام فقید المثال اور عدم النظیر ہے کہ اس کے نافذ ہوتے ہی تمام رذائل حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ ویرانے بہاروں کو شرمانے لگے اور عرب کے صحرا لالہ زاروں کے لئے وجہ رشک ہوگئے۔

شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی تری جب جلوہ آرائی ہوئی

(سردر شبن سنگھ بیکل)

حاضرین محترم!

بعثت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے دنیا جہالت کا ظلمت کدہ تھی اور علم ویقین کی ایک کرن بھی نظر نہ آتی تھی۔ ایران میں زرتشتی' ہندوستان میں برہمن' یورپ کے پادری' مصر کے راہب بدھوں میں پھونگی علم وکمال کا استعارہ تھے۔ اچھوت اور شودر طبقے کے لئے تعلیم قانوناً" ممنوع تھی اور انہیں اکتساب علم کے جرم میں زینت دار بنا دیا جاتا۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نفرتوں' تفاوتوں کو ختم کیا اور تحصیل علم کو ہر مسلمان پر لازم کردیا کہ یہ مومن کی گمشدہ پونجی ہے اس کے حصول کے لئے جو پتھر بھی راہ میں آئے' اس سے ٹکرا جانا چاہئے۔ کیونکہ منزل مشکلات راہ سے نمٹنے کے بعد ہی ملتی ہے۔

جناب صدر!

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم و عمل کا بحر بے کنار تھے اور یہ انہیں کی تعلیمات کا فیضان ہے کہ عرب کی سرزمین سے کائنات کے بہترین مدبر اور لاجواب سفیر پیدا ہوئے۔ مدینتہ الرسولؐ کا ہر گھر دارالعلوم بن گیا اور ان کی امت فکر وخبر کی عظمتوں کی امین بن گئی۔

اسی نے دانش وبینش کی راہ دکھلائی
اسی کا لطف وکرم کاشف حجاب ہوا

حاضرین والا شان!

تاریخ شاہد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے ہر پہلو کو نکھارا ۔ انہوں نے کائنات میں ایک عالمگیر انقلاب برپا دیا' جس کے نتیجے میں جوروستم ختم ہوگئے۔ جہالتیں فنا ہوگئیں' شرافت واخلاق شمیم بہار کی طرح پھیلے' عدل ومساوات اقوام وملل کے خمیر میں رچ گئے اور علوم وفنون کے سوتے پھوٹنے لگے۔ آپؐ نے ایک قلیل مدت اور مختصر عرصے میں وحشیوں کو مہذب' جہلاء کو باعلم اور درندوں کو

انسان بنا دیا۔ آپ نے انسانیت کو تحت الثری سے اٹھایا اور اوج ثریا سے ہمکنار کردیا۔
ایک عیسائی مورخ ملر لکھتا ہے کہ

یہ کیسا عظیم انقلاب تھا کہ ایک مذہبی شعلہ جو عرب کے ریگزاروں سے اٹھا اور نسیم سحر کی مانند چمنستان کونین میں پھیل گیا

رنگین چمنستان حیات اس کی ضیاء سے
نوریں صفت چشمہ خاور تیری سیرت
ہر بندہ نادار کی قوت تیری رحمت
ہر رہرو درماندہ کی رہبر تیری سیرت
یا نور کا معمورہ پر نور و معنبر
یا حسن کا مواج سمندر تیری سیرت

(حفیظ تائب)

حضور اکرمؐ بحیثیت رحمتہ للعالمین

کوہ فاراں سے وہ رحمت کا پیمبرؐ اترا
دشت ظلمت میں وہ اک نور کا پیکر اترا
ہر مسافر کو ملی منزل عرفان و یقیں
بزم ہستی کا مدینے میں جو رہبر اترا

(غلام زبیر نازش)

صدر ذی وقار و حاضرین والا تبار!!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بابرکت اور یادگار تقریب میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے اس کا موضوع ہے۔ "حضور اکرمؐ بحیثیت رحمتہ للعالمین"

صدر عالی مرتبت!

پروردگار عالم نے حضور اکرم' نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن اوصاف و کمالات سے مشرف فرمایا ہے وہ ایک طرف محبوب کبریا علیہ التحیتہ والثناء کے مرتبہ کمال کا پتہ دیتے ہیں تو دوسری طرف ان کمالات کو بخشنے والے کی شان کریمی اور ادائے بندہ نوازی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو' مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔"

صدر محترم!

اس آیت کریمہ کی جامعیت میں حسن محمدیؐ اور جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری رعنائیاں اور دلربائیاں بکمال لطافت جلوہ نما ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اے محبوبؐ آپ کو جو کتاب مبین' دین حنیف' شریعت مطہرہ' دلائل قاہرہ' آیات بینات' عظیم معجزات اور ظاہری و باطنی' جسمانی و روحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ تمام جہانوں کے لئے تمام جہان والوں کے لئے ' اپنوں اور بیگانوں کے لئے' دوستوں اور دشمنوں کے لئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرما ہیں۔

نازاں ہے تجھ پہ سرورؐ کونین کا لقب!
شایاں ہے تجھ کو رحمت دارین کا خطاب

جناب والا!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان رحمت سے نقاب سرکاتے ہوئے فرمایا۔

انما انا رحمه مهداه

یعنی میں وہ رحمت ہوں' جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔"

ایک مرتبہ جب کفار کے لئے بد دعا کرنے کی التجا کی گئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا

انما بعثت رحمه ولم ابعث عذابا"

یعنی "اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب بنا کر نہیں بلکہ سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔"

سامعین محترم!

لغت میں رحمت دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ الرقه والتعطف یعنی رحمت رقت بھی ہے اور احسان و مہربانی بھی۔ امام راغب اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک رحمت اس رقت کو کہتے ہیں جو اس شخص پر احسان کرنے کا تقاضا کرے' جس پر رحمت کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو رحمت کے دونوں مفاہیم سے نوازا ہے۔ قرآن پاک میں ایک دوسرے مقام پر عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ میں رقت کا اظہار ہے اور بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ کی شان تعطف و احسان میں ہر درد مند کے درد کا احساس بھی ہے اور ہر درد کا درماں بھی۔ ؎

نکلے حرا کے غار سے وہ نازش مسیح
سارے جہاں کے درد کا درماں لئے ہوئے

صدر والا قدر!

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم عالم موجودات' عالم مجردات' عالم جسمانیات' عالم علویات' عالم سفلیات' عالم لطیفات' عالم مفردات' عالم مرکبات' عالم کائنات' عالم جمادات' عالم نباتات' اور عالم حیوانات الغرض تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ یہ وہ

آفتاب رحمت ہے جس کی تابانیوں سے صرف عالم رنگ و بو ہی نہیں بلکہ وہ جہان لطیف بھی ورخشاں ہے۔ جو رنگ و نور' کیف وکم اور بالا و پست کی تعینات سے ماوراء ہے سچ تو یہ ہے کہ وہاں اس آفتاب رحمت کی نور افشانی کا رنگ ہی نرالا ہے' جو نہ زبان پر لایا جا سکے اور نہ قلم سے لکھا جا سکے۔ اس رحمت عامہ کی برکتوں سے عقل بھی بہرہ ور ہے اور دل کی دنیا بھی شاد کام ہے۔

ترجمان حقیقت' شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

لوح بھی تو' قلم بھی تو' تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے!
عقل غیاب و جستجو' عشق حضور و اضطراب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

(اقبال)

جناب والا!

علامہ سید محمد آلوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ آیت رحمتہ اللعالمین کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کائنات کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالم امکاں کی ہر چیز کو حسب استعداد جو فیض الٰہی ملتا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہی ملتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرمؐ کو تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ "اے جابرؓ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبیؐ کے نور کو پیدا فرمایا۔" دوسری حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں اس کی رحمت کے خزانوں کو بانٹنے والا ہوں۔"

جناب صدر!

ذاتی رحمت کے حوالہ سے انسانیت سے ہمدردی' مظلوموں کی داد رسی' بوڑھوں کی امداد' یتیموں کی معاونت' دکھیوں کی غمگساری' مسکینوں کی حاجت روائی۔ آپؐ کے

امتیازی اوصاف تھے۔ صلہ رحمی ملاحظہ ہو کہ بحالت نماز اوجھری ڈال دی گئی مگر آپؑ نے اف تک نہ کی۔ ظالم بڑھیا کوڑا پھینکنے نہ آئی تو اس کی خیریت دریافت کرنے گئے۔ اپنے دشمنوں کا بوجھ اٹھا کر ان کے گھر تک پہنچاتے رہے۔ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی قاتلہ ہندہ اور اپنی بیٹی کے قاتلوں کو معاف کر دیا۔ فتح مکہ کے اہم موقعہ پر دشمنوں کے لئے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فانتم الطلقاء کا اعلان سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمتہ اللعالمین کا مظہر ہے۔ اللہ اللہ! چشم فلک نے آج تک عفو عام اور رحمت تمام کا ایسا حسین اور روح پرور نظارہ نہیں دیکھا۔

کبھی جان کے دشمنوں کو اماں دی!
کبھی خوں کے پیاسوں کو بخشیں ردائیں

حاضرین محترم!

حوالہ نبوت سے رحمت اللعالمین کا اہم اور مبارک ترین پہلو یہ ہے کہ کفرو شرک میں ڈوبی ہوئی دنیا کو نور توحید سے جگمگا دیا۔ بندے کا تعلق اپنے رب سے جوڑ دیا۔ دلوں کو آلائشوں سے پاک کر کے اس میں محبت الٰہی کا چراغ روشن کیا۔ صدیوں سے سرگرداں کاروان انسانیت کو نشان منزل دیا۔ نسلی امتیازات کے پردے چاک کر کے اخوت و مساوات کی داغ بیل ڈالی۔ اور معاشی بد اعتدالی کا خاتمہ کر کے رزق حلال کو رواج دیا۔

حضور والا!

غور فرمایئے کہ جن افراد یا قوموں نے حضور اکرمؐ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت کو تھاما' حضورؐ کے لائے ہوئے دین کو صدق دل سے قبول کیا۔ اور حضورؐ کے پیش کردہ نظام رحمت و رافت کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا' وہ لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ گمراہ تھے مگر اس نور مبین سے اکتساب نور کرنے کے بعد ظلمت کدہ عالم میں ہدایت کے چراغ روشن کر گئے۔ جاہل تھے لیکن اس چشمہ علم و عرفان سے سیراب ہونے کے بعد دنیا کے جس جس گوشہ میں گئے۔ علم و حکمت کے چمن کھلاتے گئے۔ گنوار اور اجڈ تھے لیکن پاکیزہ تہذیب و تمدن کے بانی بن گئے۔ جہانگیری و جہانبانی کا ایک اچھوتا تصور دنیا کے سامنے پیش کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتوں

سے وہ افراد اور قومیں سرشار ہوئیں۔ جنہوں نے حضور اکرمؐ کی رسالت کو تسلیم کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا۔ ؎

خدا کی رحمتیں جس سے ہوئیں آفاق پر نازل
وہ محبوب خدا وہ رحمت اللعالمین تم ہو

(سجاد باقر رضوی)

حاضرین باتمکین!

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا در رحمت تمام مخلوقات عالمین کے لئے بروقت کھلا ہے۔ آپؐ کی رحمت و شفقت سے مسلم اور غیر مسلم سب مستفید ہو سکتے ہیں۔ تمدن کا قیام اور شائستگی کے وجود کی بقاء کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ اللعالمین ہیں۔ ؎

ازل کی صبح سے لے کر ابد کی شام تک بزمی
محمدؐ رحمت اللعالمیں ہیں' میرا ایماں ہے

(خالد بزمی)

سیرت طیبہ کا پیغام۔ عصر حاضر کے نام

بگڑے ہوؤں کو کس نے سنوارا تیرے بغیر
ڈوبے ہوؤں کو کس نے ابھارا تیرے بغیر
ہر جزو کائنات کو ہے تیری احتیاج
ہوتا نہیں کسی کا گزارا تیرے بغیر

صدر ذی وقار و حاضرین والا تبار!

اس پروقار اور یادگار تقریب میں مجھے جس اہم اور پیارے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے' وہ ہے "سیرت طیبہ کا پیغام ---- عصر حاضر کے نام"

جناب صدر!

بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک ایک لاکھ سے زائد نفوس قدسیہ تاج نبوت پہن کر اس دنیا میں تشریف لائے اور انہوں نے اپنے اپنے زمانے میں اپنا فرض منصبی احسن طریقے سے سرانجام دیا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد تقریباً" چھ سو سال کا عرصہ فیض نبوت سے محروم رہا' جس کے نتیجے میں ساری دنیا کفرو ضلالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی۔ مختلف قبائل میں معمولی باتوں پر تصادم ہوتا اور کئی نسلوں تک قتل و غارت کا بازار گرم رہتا۔ انسانی معاشرہ طبقاتی کشمکش کا شکار تھا اور ہر طبقہ اپنے سے زیردست طبقے کا خدا بنا ہوا تھا' کمزور اور بے کس طاقتوروں کے ہاتھوں کچلے جا رہے تھے۔ بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا ' اخلاقی پستی ' جنسی بے راہروی اور نفس پرستی وبا کی صورت اختیار کر چکی تھی۔

صدر محترم!

خدائے وحدہ لا شریک سے منہ موڑ کر انسان ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہا تھا' طبقہ واریت قومیت اور نسل و نسب کے امتیاز نے انسانی معاشرے کو پارہ پارہ کر دیا تھا' اس جنون میں سرشار قومیں اور قبیلے ہمیشہ ایک دوسرے سے دست بگریباں رہتے تھے اور دھرتی کا چہرہ ابن آدم کے لہو سے لالہ گوں تھا۔ الغرض ۔

در در پہ دیکھتا ہوں میں انسانیت کی لاش
کیسا سلوک ہو رہا ہے آدمی کے ساتھ

صدر والا شان!

ان ناگفتہ بہ حالات میں رحمت خداوندی جوش میں آئی اور سسکتی ہوئی انسانیت کو پیغام شفا دے گئی۔ رحمت رب ذوالجلال کے مہر منور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نورانی کرنوں سے کرہ ارض کے ذرہ ذرہ کو روشن کر دیا۔ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا دائرہ رشد و ہدایت زمان و مکاں کے لحاظ سے محدود تھا لیکن ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نوع انسانی کے لئے ہادی و رہنما بن کر تشریف لائے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

"اور ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا

"اور ہم نے آپؐ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔"

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

"بیشک تمہارے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں بہترین نمونہ کمال موجود ہے۔"

اسی طرح حدیث نبویؐ ہے کہ

وارسلت الی الخلق کافہ

اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

جناب والا!

حضور نبی کریم' رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نبوت و رسالت کی خاتمیت اور آفاقیت کے تقاضے کے عین مطابق آپ کی سیرت طیبہ ایسی جامع اور مکمل سیرت ہے جس میں نوع انسانی کے لئے ہر شعبہ حیات میں ہدایت و رہنمائی موجود ہے۔ عقائد و عبادات ' سیاسیات و معاملات' معاشیات و اقتصادیات' غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں' جس کے لئے سیرت مطہرہ مشعل راہ کا کام نہ دیتی ہو۔

سیرت طیبہ کا ایک زریں باب خلق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے' جسے قرآن کریم نے خلق عظیم کہا اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے مقصد بعثت قرار دیا۔ ارشاد فرمایا۔ بعثت لا تمم حسن الاخلاق کہ میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

جناب والا!

اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے اخلاق عالیہ سے نہ صرف عالم انسانیت بلکہ تمام مخلوق الٰہی مستفید ہوتی رہی ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔ فتح مکہ کے موقع پر خلق عظیم کا بے مثال مظاہرہ تاریخ کا درخشاں باب ہے۔ دس ہزار کا مسلح لشکر سرکار' کائنات کے ساتھ ہے۔ کفار بالکل بے بس اور دس ہزار تلواروں کے نرغے میں ہیں۔ مکافات عمل کا فطری قانون انتقام کا تقاضا کرتا ہے لیکن ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال رحمت و رافت سے اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو معاف فرما دیا۔ ابوسفیان جو اس وقت تک مخالفت اسلام میں پیش پیش رہے' نہ صرف معافی کا پروانہ حاصل کرتے ہیں بلکہ ان کا گھر جائے پناہ قرار دیا جاتا ہے۔

کبھی جان کے دشمنوں کو اماں دی
کبھی خوں کے پیاسوں کو بخشیں ردائیں

حاضرین والا شان!

حقیقت یہ ہے کہ دشمن کے ساتھ عفو و درگذر سے کام لینے کے لئے جس بلند اخلاق اور عالی ظرفی کی ضرورت ہوتی ہے اس کی نظیر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تاریخ عالم میں کہیں نظر نہیں آتی۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جاسوسی فتنہ و فساد' بغاوت اور درپردہ دشمن کی مدد کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں مگر ان پر قابو پانے کے بعد انہیں بخش دیا جاتا ہے اسی طرح غزوہ حنین و طائف اور سریہ قلب وطے کے قیدیوں کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا جاتا ہے۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے قبضے میں قیدی ہیں اور ان میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی شامل ہیں انصار نے اس خیال سے کہ آپ کے قریبی عزیز

ہیں' عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اجازت دیں تو ان کا فدیہ معاف کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں! ایک درہم بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

جائے جو دشمنوں کی عیادت کو وہ رسولؐ
ہے فخر جس پہ آیہ رحمت کو وہ رسولؐ
جس نے دیئے معانی محبت کو وہ رسولؐ
محذوف جس نے کر دیا نفرت کو' وہ رسولؐ

صدر ذی شان!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں آپ کی صاحبزادی سیدہ النساء حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں۔ اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلائے' جن پر چکی پیسنے اور پانی بھرنے کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے اور عرض کی ابا جان' مجھے ایک خادمہ دے دیجئے تاکہ میرا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ اللہ اللہ! پہلی اسلامی مملکت کے سربراہ جن کے اشاروں پر لاکھوں مسلمان اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے' فرمانے لگے۔ بیٹی! تجھے خادمہ نہیں مل سکتی۔ یہ تو مدینے کے یتیموں' بیواؤں اور محتاجوں کے لئے ہے۔

جناب صدر!

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہر ہر موقع پر اور ہر شعبہ زندگی کے لئے بہترین رہنمائی مہیا کرتی ہے۔ مکہ مکرمہ جہاں آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی یہاں کے باشندوں کا آبائی پیشہ تجارت تھا۔ آپ نے اسی خاندانی پیشہ کو منتخب فرمایا۔ بعثت سے قبل آپؐ نے کئی تجارتی سفر کئے اور ہر طرف حضور ختمی مرتبتؐ کا شہرہ تھا۔ آپ کے تدبر اور تاجرانہ بصیرت کا سب کو اعتراف تھا۔ ہر شخص یہ چاہنے لگا تھا کہ ختم الرسلؐ کو اپنے کاروبار میں شریک کرے۔ آپؐ نے تجارت میں ہمیشہ سچائی اور ایمانداری کو مقدم ٹھہرایا۔

جناب والا!

آج ہر طرف الحاد و مادہ پرستی کے سیاہ بادل منڈلا رہے ہیں۔ دنیا پھر ضلالت و

گمراہی کے اندھیروں میں گم ہوتی جا رہی ہے۔ انسانی معاشرہ طبقات، قومیتوں اور نسلی و وطنی گروہوں میں بٹتا جا رہا ہے۔ علاقائی تعصبات کو ہوا دی جا رہی ہے۔ اخلاقی امراض نے حیات انسانی کو اجیرن بنا دیا ہے۔ انسان دکھی ہے اور اپنے دکھ درد کے مداوا کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ لیکن وہ امت جس کے پاس عصر حاضر کے تمام مسائل کا حل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ اور حیات طیبہ کی صورت میں موجود ہے وہ اس نعمت عظمیٰ سے غافل ہے۔ دور حاضر میں انسانیت تشنہ لبی کے ہاتھوں تڑپ رہی ہے۔ اور العطش العطش پکار رہی ہے۔ مگر وہ امت جس کے پاس سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آب حیات موجود ہے، اس صورت حال سے اور اس کے مداوا سے بے خبر ہے۔ خدائے وحدہ لاشریک کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین ضابطہ حیات دے کر فرمایا تھا۔

ان اللہ یرفع بہ اقواما" ویضع بہ آخرین

"بیشک اللہ کریم اس (قرآن حکیم) کے طفیل کئی قوموں کو بلندی عطا فرمائے گا اور اس کو چھوڑنے کی وجہ سے کچھ قوموں کو قعر مذلت میں گرا دے گا۔"

سامعین با تمکین!

تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی انفرادی اور اجتماعی طور پر کتاب و سنت کو مشعل راہ بنایا گیا عظمت و رفعت نے ابن آدم کے قدم چومے۔ سیرت نبویؐ عصر حاضر کو یہ پیغام دے رہی ہے کہ اگر بدامنی اور ذہنی انتشار و افتراق روکنا چاہتے ہو تو عرب کے خانہ بدوشوں کو رشتہ اخوت میں پرونے والے کے نقش قدم کو سامنے رکھو۔ جس آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسود و احمر کے امتیازات ختم کر دیئے تھے، زبان و نسل کی تفریقات مٹا دی تھیں۔ عرب و عجم کو ایمان و ایقان کے ایک نقطہ پر اکٹھا کر دیا تھا اس امت کے افراد اس فضائے بے کراں سے الگ ہو کر چھوٹے چھوٹے گھروندوں میں سانس لینے کو متاع حیات سمجھتے ہیں تو "وائے بر ما وائے بر حال ما"

آیئے! سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آیئے اس کی روشنی میں اپنی بقاء و سالمیت کے لئے ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن جائیں۔ ایک دوسرے کی عزت و ناموس کے محافظ بن جائیں۔ ایثار و قربانی کے جواہر پھیلائیں۔

سرچشمہ اقدار منور تیری سیرت
سرنامہ پیشانی خاور تیری سیرت
تخلیق کے چہرے کی ضیاء ہے تیری ہستی
تہذیب کے ماتھے کا ہے جھومر تیری سیرت

(حفیظ تائب)

صدر محترم!

پوری انسانی تاریخ میں اگر کوئی زندگی محفوظ ہے تو وہ حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس و مطہر زندگی ہے اور آپ کے سوانح حیات جس احتیاط ' ذمہ داری اور فرض شناسی کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں' اس کی نظیر ملنا محال ہے۔ حضور اکرم علیہ التحیتہ والثناء کا بچپن ہمارے سامنے ہے۔ ایام رضاعت' عالم شباب' اعلان نبوت' دعوت حق و جدوجہد' قید و بند کی صعوبتیں' ہجرت ' معاہدے ' صلح و جنگ' دشمنوں سے حسن سلوک' رشتہ داروں سے صلہ رحمی ' تجارت' فقر و فاقہ ' زہد و تقویٰ اور حکومت و امارت سب کچھ آپ کی حیات طیبہ میں موجود ہے۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے ' بیٹھنے' چلنے' پھرنے بات کرنے اور کھانا کھانے کی ایک ایک ادا سیرت کی کتب میں موجود ہے۔

جناب صدر!

بچوں سے محبت ملاحظہ ہو کہ عین حالت نماز میں امامہ بنت زینب کو گود میں اٹھا لیا تاکہ بچی رونے نہ پائے۔ جب رکوع میں گئے تو بٹھا دیا اور جب قیام کی طرف لوٹے تو پھر گود میں اٹھا لیا۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتے' کپڑے پھٹ جاتے تو خود ہی سی لیتے' جوتے خود گانٹھ لیتے۔ بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہتے ' مجلس میں بیٹھتے تو سب کے برابر ہو کر بیٹھتے' مظلوموں کی فریاد سنتے اور انصاف کر کے ان کا حق دلاتے۔ بیماروں کی عیادت کے لئے جاتے' ہمسایوں کی خبرگیری فرماتے' خود بھوکے رہتے اور دوسروں کے لئے کھانا بھجواتے' راتوں کو اٹھ اٹھ کر مہمانوں کی دیکھ بھال فرماتے۔

اسوہ رسولؐ اور ارتقائے انسانی

بلند وپست پہ یکساں نوازشیں اس کی
وہ طرز جود وسخا میں ہواؤں جیسا ہے
وہ عبدہ' وہ الٰہی صفات کامظہر
خدا نہیں ہے' خدا کی اداؤں جیسا ہے

(پروفیسر منصور احمد خالد)

صدر ذی وقار وحاضرین والا تبار!!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بابرکت اور مقدس محفل میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے' اس کا موضوع ہے

"اسوہ رسولؐ اور ارتقائے انسانی"

صدر عالی مرتبت!

عزم سفر اور آغاز سفر سے پہلے منزل مقصود کا تعین اور تعارف لازم ہے ورنہ تمام تگ و دو بیکار اور ہر حرکت بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے۔ حصول کمال کے لئے تصور کمال ضروری ہے۔ اور جذبہ تکمیل کی تسکین کے لئے کسی پیکر جمال وکمال کی محسوس تصویر اور واضح تمثیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ رب العالمین نے انسانی شخصیت کی امکانی تکمیل کے لئے ذات مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء کو خوبی وکمال' حسن وجمال اور اخلاق عالیہ کا مکمل ترین نمونہ بناکر بھیجا تاکہ حصول کمال کے لئے انسانی کارواں کو منزل مقصود مل جائے اور مقصد تخلیق پورا ہوجائے' اسی لئے حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام انسانوں کے مطاع اور خاتم الانبیاء قرار پائے

مرے حضورؐ نے بخشا ہے زندگی کا شعور
مرے حضورؐ ہیں روح عطا وجان کرم

(ساقی گجراتی)

صدر محترم!

حضور علیہ السلام وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کے مصداق اور رفعت اخلاق کے حرف آخر ہیں اور اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کا

آسمانی اعلان آپ کے مطاع کل ہونے کی قطعی دلیل ہے اور لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کی نوید اس دعوے کی تائید مزید ہے۔

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفیٰ او را بہا
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

(اقبال)

جناب والا!

رب العالمین کی ہدایت ہمہ گیر اور ہمہ رس ہے لیکن انسانی تہذیب و تمدن کے دور طفولیت میں، نور ہدایت نسلی، لسانی اور جغرافیائی حد بندیوں میں ظہور پذیر ہوتا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا چراغ ہدایت نینوا اور بابل کے لئے تھا، حضرت یعقوب علیہ السلام کی شمع ہدایت سے کنعان کا علاقہ منور ہوا۔ جمال یوسفی کی روشنی سے مصر کو تنویر حاصل ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے فانوس ہدایت سے بنی اسرائیل کے گھرانے کی ظلمت کافور ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی تابشوں سے بھی ایک خاص قوم اور خاص علاقہ نے اخذ فیض کیا لیکن آخر کار

صدر ذی وقار!

رب العالمین کی حکمت بالغہ نے تکمیل تمدن اور اتمام ہدایت کے لئے ایک ہی آفتاب عالمتاب کے ذریعے عالمین کے ذرے ذرے کو مستنیر اور پتے پتے کو مستفید کرنے کا انتظام فرما دیا، تاکہ انسانی تعلیم اور تکمیل، نسلی اور وطنی حدبندیوں سے آزاد ہو کر شرف انسانی کے ایک ہی مقام رفیع تک پہنچ جائے اور ایک خدا کا ایک پیغام ایک ہی رسول کے ذریعے انسانیت عامہ کو شرف انسانی کے ایک ہی مقام وحدت پر لے آئے اور یوں ایک نظریاتی وحدت انسانیت کو اپنے دامن عاطفت میں محصور و محفوظ کرلے اور نسلی یا لسانی خانہ ساز حدود وقیود، وحدت انسانی کی تکمیل منزل کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں۔ اور اسوہ رسولؐ کی اطاعت کی برکت سے ایک ایسی نظریاتی قوم وجود پذیر ہو جائے جو قیامت تک کے لئے انسانی شرف و مجد اور خوبی و کمال کا معیار قرار

پائے۔

ہر مرحلہ زیست میں سرکارؐ کی سیرت
سرمایہ ہے امت کے لئے عزم ویقیں کا

(حافظ محمد افضل فقیر)

صدر گرامی قدر!

چھوٹے چھوٹے اور متفرق مدرسوں اور کالجوں کی بجائے صرف ایک ہی عالمگیر یونیورسٹی کا انتظام کر دیا گیا۔ جس میں بیک وقت روحانی' جسمانی' نفسیاتی' طبیعاتی' اقتصادی' معاشرتی اور سیاسی علوم کی تعلیم وتربیت کا مکمل اہتمام کردیا گیا۔ اب اس ایک ہی درسگاہ سے ایک ہی معلم انسانیت کے فیض تربیت سے حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان غنی ذوالنورین' حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے حکمران اور جہاں بان پیدا ہوئے' جن کے عدل وانصاف کے سامنے نوشیرواں کے عدل وانصاف کی داستانیں ماند پڑگئیں' جن کے انتظامی اصولوں اور ضابطوں نے ایرانی دستور اور رومی قانون کو بے اثر کر دیا اور دنیا کی سیاسی اور انتظامی تاریخ کے صفحات پر اپنے حسن انتظام اور بے لاگ عدل وانصاف کے ابدی اور غیرفانی نقوش ثبت کردیئے۔

تاریخ کے اوراق یہ دیتے ہیں گواہی
یثرب کے غلاموں کو ملی سطوت شاہی

(اقبال)

ارباب دانش!

پھر اس درگاہ نبوت سے وہ کشور کشا اور مردان میدان بھی پیدا ہوئے جن کی ہمت اور جرات کے سیل رواں کے سامنے ظلم وجبراور عصیان وطغیان پر مبنی عظیم اور قدیم حکومتوں کے فلک بوس ایوان اقتدار خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے۔ پھر اس درس گاہ نبوت سے وہ سرشار بادہ وفا بھی پیدا ہوئے' جنہوں نے راہ حق میں تسلیم ورضا کی نئی نئی روشیں تراشیں اور غیرفانی داستانیں مرتب کیں۔ اور کشتگان تسلیم ورضا ' عشاق کو وفا وبقا کا ابدی اسلوب سکھا گئے۔ پھر اس درس گاہ علم وفضل کے فیض تربیت

سے ایسی یگانہ روزگار اور نابغہ شخصیات پیدا ہوئیں' جن کے علم و حکمت کے سوتوں سے تاقیامت تشنگان علم و حکمت سیراب ہوتے رہیں گے۔

پھر دینی ' دنیاوی' جسمانی اور روحانی علوم کی اس جامعہ سے ایسے عبادت گزار قناعت شعار' شب بیدار' وفاشعار' لذائذ فانی سے بیزار اور قرب حق سے سرشار عباد و زہاد پیدا ہوئے کہ جن کی ایمانی ضیاء طالبان معرفت کو تاابد روحانی جلا بخشتی رہے گی۔

تارے قدم کی دھول سے بنتے چلے گئے
گزرے جدھر سے' چاند ابھرتے چلے گئے

(حیدر گردیزی)

صدر محترم!

حضور رحمتہ اللعالمین علیہ الصلوۃ والسلام وہ آفتاب عالمتاب ہیں۔ جن کے رشحات نور سے پست وبلند ' باغ وراغ' کوہ ودمن' دشت وچمن' سرو وسمن بحر وبر' شجروحجر' خشک وتر' اسود واحمر' ابیض واحمر' شاہ وگدا' اعلیٰ وادنیٰ' عربی وعجمی' رومی و حبشی یکساں فیض یاب ہوئے۔ یہ وہ ابر بہار ہے' جس سے لق ودق صحرا وادی بے آب وگیاہ' یخ بستہ کوہسار' نشاط انگیز آبشار' حسین لالہ زار اور رنگین مرغزار اپنی اپنی بساط اور ضرورت کے مطابق بہرہ ور ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

جناب والا!

طبعی' نسلی اور لسانی اختلافات کے باوجود متعلمین درس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب ایک ہی خدا کے پرستار تھے۔ نشہ عشق مصطفیٰ میں سرشار تھے' کفرو شرک سے بیزار تھے' انسانیت کے غمگسار تھے' تعمیروترقی کے پاسدار تھے' اور دنیائے تخریب میں جہان تعمیر کے معمار تھے۔ وہ عقل کی بستی میں عشق کی مستی کے علمبردار تھے۔

ہم تا بہ ابد سعی و تغیر کے ولی ہیں
ہم مصطفوی مصطفوی مصطفوی ہیں

(اقبال)

سامعین محترم!

حضور اکرم' نور مجسم علیہ السلام کی طرف سے صلائے عام ہے کہ اگر تم کو محبت

خدا کا دعوی ہے تو میری پیروی کرو۔ اگر تم خادم ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر مخدوم ہو تو میری پیروی کرو' اگر راعی ہو تو میری پیروی کرو' اگر رعایا ہو تو میری پیروی کرو' اگر سپہ سالار ہو تو میری پیروی کرو' اگر زاہد شب زندہ دار ہو تو میری پیروی کرو خطیب ہو یا طبیب ' معلم ہو یا متعلم ' پدر ہو یا شوہر' پسر ہو یا برادر یتیم ہو یا مسافر میری پیروی کرو' رزم ہو یا بزم مکتب ہو یا مسجد' زراعت ہو یا صنعت' سیاست ہو یا حکومت' صحت ہو یا مرض' رنج ہو یا راحت' فرحت ہو یا کلفت میری پیروی کرو کہ میری ذات میں سب کے لئے سب حالات کے لئے اور تمام اوقات کے لئے ابدی و سرمدی' اکمل اور ارفع اسوہ حسنہ موجود ہے' جو مفصل بھی ہے اور جمیل بھی۔ اور اسوہ حسنہ روایتی نہیں' حقیقی ہے' صرف علمی نہیں عملی ہے' افسانوی نہیں' واقعاتی ہے۔ یہ صرف عرشی ہی نہیں فرشی بھی ہے۔

کاروان عشق کی تو منزلِ مقصود ہے
ہے یہ سارا ذوق وشوقِ رہرواں تیرے لئے

(حضرت خطیب الاسلام)

حاضرین باتمکین!

اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آفتاب عالمتاب ہے کہ جس کے طلوع کے بعد غروب نہیں۔ یہ وہ صبح بہار ہے کہ جس کے بعد موسم خزاں نہیں۔ آیئے! اس مرکز نور وسرور اور منبع کیف وحضور سے بہرہ ور ہو کر کائنات کو امن وامان' اخوت و محبت ' عدل وصداقت' دیانت وشرافت' خیروبرکت اور رحمت وسعادت کا گہوارہ بنا دیں یہ کام قال سے نہیں بلکہ حال سے ہوگا۔ دلیل لفظی سے نہیں بلکہ مثال عملی سے ہوگا۔ آیئے! اپنے قال کو حال کے سانچے میں ڈھالیں اور اتباع اسوہ رسول کرمؐ سے کسب فیض اور حصول سعادت کا آغاز اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال سے کریں تاکہ عہد حاضر کی ظلمت کو تنویر اور تشنگی کو تسکین مل جائے اور انسان کی روح مضطرب اسوہ حسنہ کی رحمت وبرکت سے اس اطمینان کو پالے' جو حاصل حیات اور وجہ نجات ہے۔

بمصطفیٰؐ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بو لہبی است

(اقبال)

سیرت النبیؐ۔ ایک رہنما قوت

فکروعمل کی روشنی ' قلب ونظر کی چاندنی
سیرت وصورت حضورؐ ' وجہ نشاط زندگی
وہم وگماں کی شب کٹی' ذہنوں کی تیرگی چھٹی
مطلع جاں پہ آپؐ ہیں حسن یقیں کی روشنی

(راز کاشمیری)

صدر ذی وقار وحاضرین والا تبار!

آج کی پروقار اور بابرکت محفل میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے جس اہم موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے۔"سیرت النبیؐ۔ ایک رہنما قوت۔"

صدر عالی مرتبت!

عالم انسانیت اس وقت جس کرب واضطراب سے دوچار ہے' اس کا مداوا نہ بڑی طاقتوں کے پاس ہے نہ اقوام متحدہ کے پاس۔ اس سلسلہ میں وہ سائنس دان اور دانشور بھی قطعی ناکام نظر آتے ہیں جن کو ہر سال فروغ امن کے انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ ان لوگوں کی سوچیں اور کوششیں اپنے علاقائی اور قومی حفاظت کے خود ساختہ حصاروں میں مقید ہیں۔ آج کرہ ارض کا شاید ہی کوئی حصہ ایسا ہو' جہاں انسانیت ظلم وستم کا نشانہ بننے سے محفوظ ہو۔ امن کے فروغ کے وعدے تو سب کرتے ہیں' ظلم دشمنی کے نعرے تو سب لگاتے ہیں' لیکن ظلم وانصاف کی کشمکش میں سب مل کر ظلم کا ساتھ بھی دیتے ہیں اور حق وانصاف کا بول بالا کرنے کا اعلان بھی کرتے ہیں۔ یہ عصر حاضر کی سیاست کا وہ بھیانک چہرہ ہے جو تہذیب کے سنہرے نقاب میں مستور ہے۔

کرہ ارض پہ چھائی ہے کراں تابہ کراں
تیرگی جہل وضلالت کی توہم کا دھواں

(وزیر الحسن عابدی)

صدر ذی شان!

اس سیاست کا سب سے بڑا نشانہ مسلمان ہیں۔ دور زوال سے لیکر آج تک وہ بڑی طاقتوں کے ظلم وستم کی چکی میں پستے چلے آرہے ہیں' ان طاقتوں نے مسلمانوں کو

باہم لڑایا' ان کی بڑی بڑی سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا' عیاری سے ان کو غلامی کے شکنجے میں جکڑ لیا۔ اور ایک مدت تک مسلمان ملکوں کی افرادی قوت اور خام پیداوار کا استحصال کرنے کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان بیدار ہو رہے ہیں اور وہ آزادی حاصل کرنے پر کمربستہ ہو چکے ہیں تو جاتے جاتے ایک ایسا طبقہ تیار کر گئے جو ان کے جانے کے بعد بھی ان کے مقاصد کی تکمیل میں دل و جان سے کوشاں رہا۔ لیکن مسلمان عوام نے جس طرح غیر ملکی آقاؤں کو قبول نہیں کیا' اسی طرح وہ ان خود ساختہ مقامی آقاؤں کی محکومی بھی برداشت نہ کر سکے۔

صدر محترم!

اب حالات نئی کروٹ لے رہے ہیں' جہاں مسلمانوں کو ایک نئی خود اعتمادی جوش اور ولولہ عطا ہو رہا ہے۔ وہاں باطل قوتوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے نئے نئے میدانوں کی طرف اشارہ ہو رہا ہے اس عالم میں مسلمان بجا طور پر سرخ و سفید سامراجوں سے روگردانی کر کے قرآن حکیم اور سنت نبوی کی طرف اپنی پیاسی نظریں مرتکز کر رہے ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ وہ جس قسم کی زندگی اور معاشرے کی تعمیر کے آرزو مند ہیں' اس کی تفصیلات صرف قرآن میں ملتی ہیں' اور اس کا نمونہ صرف حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپؐ کی تربیت یافتہ جماعت کی زندگی میں ملتا ہے۔

ترے در کے سوا آسودگی در کہاں ملتی
زمانہ تیرے در پر ٹھوکریں کھاتا ہوا آیا

صدر گرامی قدر!

قرآن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ جاوید معجزہ ہے اس کا ایک ایک حرف حضورؐ کی نبوت و رسالت کی صداقت کی دلیل ہے۔ قرآن خدا کی آخری کتاب ہے اسی لئے اس کو آخری پیغمبر پر نازل کیا گیا۔ اب اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نازل نہیں ہوگی۔ قیامت تک آنے والے انسانوں کی رہنمائی اسی کتاب سے ممکن ہے' اس لئے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود خدائے بزرگ و برتر نے لیا ہے۔ خدا نے اس میں کمی وبیشی اور رد وبدل کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔ اس نے اس کے

الفاظ کے ساتھ اس کے معانی کی حفاظت کا اہتمام کر دیا' بلکہ معانی کی تشریح و تعبیر کا بے عیب انتظام بھی خدا ہی نے کر دیا ہے۔

قرآں ہے آسمان حقیقت کا آفتاب
قرآن کائنات کے آئین کی کتاب
قرآن بزم دہر میں ہے حاصل حیات
ہر حرف اس کتاب کا ہے روح کائنات

(عابد نظامی)

صدر ذی وقار!

یہی وہ مقصد ہے' جس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔ قرآن پاک کو اس وقت تک سمجھنا ممکن نہیں' جب تک اس کو لانے والے کی سیرت سے آگاہی حاصل نہ کی جائے۔ قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں مل کر اس ہدایت کی تکمیل کرتے ہیں جس سے انسانیت ابدی فلاح اور کامرانی کی جنت سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

رخشاں ہے تصور میں اس طرح جمال ان کا
ہو سامنے نظروں کے قرآن کھلا جیسے

(یزدانی جالندھری)

صدر والا قدر!

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ربوبیت کا دلکش ترین اظہار ہے۔ اگر انسان کو صرف کتاب اللہ ہی دے دی جاتی اور اس کی تشریح و تفسیر کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقرر نہ فرمایا جاتا' تو انسانی فطرت اپنی کمزوریوں کے باوصف اس سے کماحقہ استفادہ نہ کر سکتی۔ قرآن نہ محض لغت سے سمجھا جا سکتا ہے نہ ماضی کے تاریخی واقعات کے صحیفوں کی روشنی میں اس کے مفہوم تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور نہ محض عقل و فکر سے کام لے کر منشائے الٰہی کا علم ہو سکتا ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تھی' جس نے اپنے قول سے قرآن کو انسانیت کے لئے سہل بنا دیا۔

جناب والا!

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ساتھ رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بھیجا' تاکہ انسان وہم وگمان کی تاریک راہوں میں بھٹکنے کی بجائے یقین وایمان کی روشنی میں اپنی منزل کی طرف گامزن ہو سکے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف نہ لاتے تو دنیا خدا کی مرضی سے کبھی واقف نہ ہوسکتی' وہ ہمیشہ گمراہی و کجروی کا شکار رہتی۔ اس کو حقیقت کا کبھی عرفان حاصل نہ ہوسکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی نہ ہوتی تو دنیا بھر کی عقلیں' سوچیں فلسفے' حکمتیں اور دانشیں' جہالت و جاہلیت کے زندانوں میں اسیر رہتیں۔ انسانیت پر حضور کا ایک کرم یہ ہے کہ آپؐ نے اپنی سیرت سے اللہ کی منشاء اور قرآن کے مدعا کو اس طرح واضح کیا کہ اب ہدایت وضلالت' خیروشر نیکی وبدی اور فلاح وخسران کی سب راہیں صاف طور پر ہمارے سامنے آئی ہیں' اب ہدایت بھی یقینی ہے اور فلاح ونجات بھی۔

یہیں سے پاؤں گاہر نعمت دنیا ودیں ساقی
کہیں کیوں جاؤں تیرے میکدے میں کیا نہیں ساقی

حضور والا!

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پیشتر دنیا میں یا تو ایسی دنیا پرستی ملتی تھی۔ جس میں اخلاقی و روحانی اصول کی بالادستی کا کوئی تصور نہ تھا' یا پھر ایسی روحانیت ملتی تھی جو مادی علائق اور دنیاوی روابط سے مبرا رہنے کے تصور پر مبنی تھی' لوگ روحانی ترقی کے حصول کے لئے گھربار چھوڑ کر دشت وبیاباں کا رخ کرتے اور ہمہ وقت عبادت وریاضت میں مصروف رہنے کی کوشش کرتے۔ یہ کوئی اعلیٰ اصول حیات نہ تھا' بلکہ پست ہمتی' بزدلی اور تنگ نظری کو مقدس لباس پہنانے کی ایک کوشش تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں دنیا پرستی کی ممانعت فرمائی' وہاں ترک دنیا اور رہبانیت کی روش کی بھی مذمت فرمائی۔ آپؐ نے اپنے عمل سے واضح فرمایا کہ اس دنیا سے دل لگانااور ہر اخلاقی و روحانی اصول کو فراموش کر دینا انتہائی نادانی ہے۔ کیونکہ اس دنیا کی زندگی میں انسان کی آزمائش ہو رہی ہے۔ اصل زندگی تو موت

کے بعد شروع ہوگی۔ لہٰذا اس دنیا میں رہتے ہوئے ہمیں ایسے کام کرنے چاہئیں' جن سے ہماری اخروی زندگی بہتر ہو سکے۔

صدر محترم!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین لے کر آئے تھے' وہ کوئی شخصی معاملہ اور انفرادی کیفیت نہیں بلکہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے ایک ایسا نظریہ حیات اور نظام زندگی ہے۔ جو انسانی زندگی کی تعمیرو تشکیل کے لئے اعلیٰ' برتر اور ابدی قدروں اور معیاروں کا سرچشمہ ہے۔ اسلام کو دوسرے ادیان ومذاہب پر جو فوقیت حاصل ہے' وہ اس لئے بھی ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں اور تہذیب وتمدن کا کوئی پہلو ایسا نہیں' جس کی رہنمائی کاسامان اس میں موجود نہ ہو۔ اسلام کامل واکمل دین ہے اور اس کی دعوت دینے والی ہستی نے اس کا مکمل نمونہ بھی پیش کردیا ہے۔ اس لئے صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس کے لئے خالق کائنات یہ دعوت دے رہا ہے کہ اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ۔

ہر مرحلہ زیست میں سرکارؐ کی سیرت
سرمایہ ہے امت کے لئے عزم ویقیں کا

(حافظ محمد افضل فقیر)

سامعین محترم!

آج دنیا کو معلوم ہوتا جارہا ہے کہ دین کو شخصی اور نجی قرار دینے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ انسانی زندگی کی الجھنیں بڑھتی چلی جاتی ہیں' انصاف ناپید ہو جاتا ہے' امن مٹ جاتا ہے' احساس تحفظ ختم ہوجاتا ہے' راحت ومسرت' اذیت واضطراب کے بھنور میں فنا ہوجاتی ہے۔

جناب والا!

دین کو ہمہ گیر ضابطہ حیات تسلیم کر کے ہی انسان کی حیوانیت اور نفسانیت کو قابو میں لایا جاسکتا ہے' یہ دین کے اخلاقی وروحانی تقاضے ہیں' جو انسان کو نہ صرف انسان بناتے ہیں بلکہ اسے دوست بھی بناتے ہیں اور خدا دوست بھی اور یہی وہ کار عظیم ہے جس کی تکمیل کے لئے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیائے رنگ وبو میں

تشریف لائے۔

روشن ہے انؐ کے نور سے ہر راہ کائنات
ہر ذرہ اس کرم پہ سراپا سپاس ہے

(عابد نظامی)

صدر گرامی قدر!

دنیا کے جلیل القدر بادشاہوں اور سپہ سالاروں کے حالات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی شان وشوکت اور جاہ وجلال کا تمام تر انحصار ان کے ظلم وستم اور جبروتشدد پر ہوتا ہے جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان کا راز آپؐ کے پاکیزہ اخلاق میں مضمر تھا۔ آپؐ کی ہر دلعزیزی ومقبولیت پروپیگنڈے کی بجائے آپؐ کی راست بازی اور نیکو کاری پر مبنی تھی۔ آپؐ نسل انسانی کے تمام افراد سے الگ اور ممتاز تھے۔ لیکن سب میں گھل مل کر رہنا پسند کرتے تھے۔ آپؐ تمام فرشتوں سے اعلی وارفع تھے' لیکن زمین پر بسنے والے انسانوں کا قرب آپؐ کو مرغوب تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ کے رفقاء آپؐ سے خوفزدہ ہو کر نہیں بلکہ آپؐ سے محبت کر کے اطاعت وفرمانبرداری کے کمال پر فائز تھے۔

ارباب دانش!

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مملکت کے فرماں روا تھے' اور تاریخ آپؐ کی مانند کوئی دوسرا فرمانروا پیش کرنے سے عاجز ہے۔ لیکن آپؐ لوگوں پر خوف ودہشت کی بجائے محبت اور ہمدردی کی بدولت ان کے دلوں پر حکومت کرنے کے قائل تھے۔ آپؐ ایک سپہ سالار اور فاتح تھے اور دنیامیں آپؐ کی طرح کا سپہ سالار پیدا ہوا ہے نہ فاتح' لیکن آپؐ کی کشور کشائی کا اصل ہدف ملک نہیں بلکہ انسانی قلوب تھے۔ آپؐ کی حیات طیبہ ایک عام آدمی سے لیکر ایک حکمران تک سب کے لئے نمونہ عمل ہے مزدور ہوں یا کارخانہ دار' کاشتکار ہوں یا زمیندار' غلام ہوں یا افسر' محکوم یا حکام فوجی ہوں یا سپہ سالار' طالب علم ہوں یا استاد' غریب ہوں یا امیر اگر وہ انسانیت کے لئے رحمت کا باعث بننا چاہتے ہیں تو انہیں اپنی نظریں ہمیشہ رحمت عالمؐ کے اخلاق حسنہ پر مرکوز رکھنی چاہئیں۔

تیرے رشتوں کی نہایت ہیں ازل اور ابد
میں ہر اک عہد میں جیتا ہوں حوالے سے ترے

(عارف عبدالمتین)

سامعین باتمکین!

فکروعمل کے درمیان فاصلوں کو صرف یقین کی قوت سے ہی طے کیا جاسکتا ہے۔ اور یقین کی دولت کے امین دنیا میں صرف خدا کے پیغمبر اور رسول ہوتے ہیں۔ نبی جو کہتا ہے' اس کی صداقت پر اسکو پورا یقین ہوتا ہے۔ اپنی دعوت پر سب سے پہلے ایمان لانے والا بھی وہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی زبان سے ادا ہونیوالا ہر لفظ اور اس سے سرزد ہونیوالا ہر فعل اس پر ایمان لانے والوں کے لئے لائق تقلید ہوتا ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعوت دی' اسکی صداقت پر آپؐ کو کتنا زبردست یقین تھا؟ اس کا معمولی سا اندازہ ہمیں عزیمت اور ثابت قدمی سے ہوتا ہے' جس کا مظاہرہ آپؐ نے کفر کی یلغار کے مقابلے میں فرمایا۔ کون سی اذیت ہے' جو آپؐ کو راہ حق میں نہیں پہنچائی گئی۔ کون سی رکاوٹ ہے جو آپؐ کی راہ میں کھڑی نہیں کی گئی۔ ظلم وستم کا کون سا انداز ہے' جو آپؐ کے ساتھ روا نہیں رکھا گیا۔ دنیاوی جاہ وجلال اور مال کا کس کس طریقے سے آپؐ کو لالچ دیا گیا۔ لیکن آپؐ نے خدا کے ایک برگزیدہ پیغمبر کی حیثیت سے جو قدم آگے بڑھایا' پیچھے نہ ہٹ سکا۔ حتیٰ کہ منزل خود آپ کی قدم بوسی کی لذتوں سے سرشار ہوگئی اور سرزمین عرب اللہ کے نور سے منور ہوگئی۔

سلام اس پر کہ دین حق مکمل کردیا جس نے
جہاں سارا خدا کی نعمتوں سے بھر دیا جس نے

(خوشی محمد ناظر)

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

سر چشمہ اقدار منور تیری سیرت
سرنامہ پیشانی خاور تیری سیرت
تخلیق کے چہرے کی ضیا ہے تیری ہستی
تہذیب کے ماتھے کا ہے جھومر تیری سیرت
زیبائی افکار کا مصدر ترے انوار
رعنائی کردار کا جوہر تیری سیرت

(حفیظ تائب)

صدر عالی مرتبت وحاضرین گرامی منزلت!!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس یادگار تقریب میں مجھے جس اہم موضوع پر اظہار خیال کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے' وہ ہے۔

"مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست"

صدر محترم!

سرور کائنات' فخر موجودات' پیغمبر خدا' محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے دنیا عجب کسمپرسی کے عالم میں تھی۔ دنیا میں علم و عرفان کی شمعیں بجھ چکی تھیں۔ وحشت وجہالت کی تاریکیاں عالم انسانیت پر سیاہ گھٹاؤں کی طرح چھا چکی تھیں۔ انسانیت کا احترام ختم ہو چکا تھا' معمولی باتوں پر خون کی ندیاں بہا دی جاتی تھیں۔ اتحاد ناپید تھا اور انتشار اپنی تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ محو رقص تھا۔ خود انسان اپنی ذات سے بھی آگاہ نہیں تھا اور عرفان حق کی تمام منازل اسکی نگاہوں سے اوجھل ہو چکی تھیں۔ انسانیت پریشان ومضطرب تھی اور اس بات کی منتظر تھی کہ کوئی آئے اور اس کا پرساں حال ہو۔ ان دگرگوں حالات میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو گھپ اندھیروں سے نکال کر رشد وہدایت کے نور میں لانے کے لئے ۱۲ ربیع الاول کے دن کا انتخاب کیا۔

صدر ذی وقار!

کیسا مبارک وہ دن تھا' جب وہ پھول کھلا' جس کی خوشبو نے پورے کرہ ارض کو

معطر کر دیا۔ کیسا پر عظمت اور پر وقار تھا ۱۲ ربیع الاول کا وہ دن ' جس کی صبح صادق میں افق بطحا سے وہ آفتاب ہدایت طلوع ہوا ' جسکی ضیاپاش کرنوں سے گمراہی اور تاریکی کے تمام بادل چھٹ گئے۔ چمنستان دنیا میں بہار آگئی اور میرے آقا و مولیٰ' تاجدار حرمؐ دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کی آمد کے ساتھ ہی ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے آتش کدہ فارس بجھ گیا اور سچ تو یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شان عجم' شوکت روم' اوج چین کے طرہ ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتش فارس نہیں بلکہ آتش کدہ کفر اور آذر کدہ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی اور آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف بکھر گئیں۔

جہاں تاریک تھا' ظلمت کدہ تھا' سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

(حفیظ جالندھری)

جناب صدر!

سرورؐ کائنات آئے اور اپنے ساتھ نسخہ کیمیا کتاب اللہ لے کر آئے' جسکی تعلیمات کی روشنی سے عرب قوم کی مادی و روحانی زندگی میں انقلاب آگیا۔ عدم مساوات اور خونی رشتوں کی آہنی زنجیروں کو توڑ کر ہادیٔ برحق نے قوم کو اخوت اسلامی کے رشتہ میں پرو دیا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عربوں کی کایا پلٹ گئی۔ وہی عرب جو صدیوں سے قعر مذلت میں گرے ہوئے تھے' ریگستانوں سے اٹھے اور عرب و عجم پر باد بہاری کی طرح چھاگئے۔ انہوں نے اپنے خون کی سرخی سے لالہ و گل کو قبائیں عطا کیں۔ انہوں نے تمدن کے چراغ روشن کیئے۔ انہوں نے دنیا کو انداز جہاں بانی سکھائے' اور رموز سیاست سمجھائے۔

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرانشیں کیا تھے!
جہانگیر وجہا ندار وجہانبان و جہاں آرا

(اقبال)

جناب والا!

جس رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر آج کیا جا رہا ہے یہ انہی کا

فیض نظر ہے کہ تمام اقوام عالم نے ان سے بصیرت حاصل کی اور قافلہ انسانیت کو اپنی گم شدہ منزل معلوم ہوگئی۔ اس محسن انسانیت نے تعلیم وحکمت سے مشرکوں کو موحد بنایا' تہذیب سے ناآشنا افراد کو حسن ثقافت اور اسرار حیات سے آشنا کیا۔ بنی نوع انسان پر جو احسان رحمتہ اللعالمینؐ نے کیا' ہم نہ تو اس کا حق ادا کر سکتے ہیں اور نہ بدلہ چکا سکتے ہیں۔ آپؐ کی تعلیمات تاابد بنی نوع انسان کے لئے مکمل ضابطہ حیات اور آخرت میں باعث فلاح ونجات بنیں گی۔ آپؐ نے قطرے کو دریا ذرے کو صحرا اور غلاموں کو آقا بنا دیا بندوں کو خدا سے ملادیا اور امیری وغریبی' جوانی وپیری' امن وجنگ' گدائی وبادشاہی' مستی وپارسائی' رنج وراحت اور حزن ومسرت کے ہرمقام پر انسان کی رہبری کی۔ آپؐ نے فلک کی بلندی' زمین کی پستی' رات دن کی روشنی' سورج کی چمک' جگنو کی دمک اور ذرے کی پرواز میں جمال وکمال ربانی کی جھلک دکھائی۔ آپؐ غریبوں کے والی' مسکینوں کے ساتھی' شاہوں کے تاج' آقاؤں کے آقا' غلاموں کے محسن' یتیموں کا سہارا' دردمندوں کی دوا' مساوات کے حامی' اخوت کے بانی' عجز وانکسار کا نمونہ' اولین انسان اور آخری رسولؐ تھے۔

ہرشے میں دیکھتا ہوں تجلی حضورؐ کی!
ہر سو وہ ضوفگن ہیں عجب تازگی کیساتھ

(فدا کھیم کرنی)

صدر ذی احتشام!

جو دینی' قلبی' سیاسی' معاشی اور تمدنی انقلاب پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے' اس کا اعتراف غیروں کو تو ہے مگر افسوس کا مقام ہے کہ آج اسلام کا دعوی کرنے والے اس عمل اور ذوق سے تہی دامن ہیں کہ جن کی ان سے توقع تھی۔ بلکہ کچھ تو باوجود مسلمان کہلوانے کے اپنی نظریاتی رہنمائی غیروں سے لیتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جس قوم کے پاس نسخہ کیمیا قرآن کریم ہو' اسے دوسروں کا دست نگر بننے کی ضرورت کیوں پیش آئے۔ ہم میں سے کتنے ایسے ہیں' جنہوں نے قرآن کریم کو صحیح معنوں میں پڑھا اور سمجھا۔ اس میں تدبر کیا اور اسے مشعل راہ بنایا۔ قرآن کریم کو تو یہ اعجاز ملا ہے کہ جو اسے گداز دل اور مرتعش روح کے ساتھ پڑھتا

ہے یا سنتا ہے تو اس کی تقدیر ہی بدل جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار ہاتھ میں لئے گھر سے کسی ارادہ سے نکلتے ہیں مگر جب طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى کا سوز قرات کانوں میں پہنچتا ہے تو عمرؓ عمر نہیں رہتے بلکہ امیر المومنین، خلیفہ ثانی بن کر زندگی میں ابھرتے ہیں اور ایسا مقام پاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق لَوْكَانَ بَعْدِيْ نَبِيًّا لَكَانَ عمرا کے مصداق بنتے ہیں۔

صدر ذی شان!

آج ہم مسلمان ہونے کے باوجود جو رسوائی کے چوراہے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری کی سولی پر لٹک رہے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم دل کے گداز، روح کے ارتعاش اور عمل کے سوز سے بیگانہ ہیں اور قرآن کریم کو بجائے دل کے آئینے میں سجانے کے کسی ریشمی غلاف میں لپیٹ کر بالائے طاق رکھا ہوا ہے۔

وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

(مولانا حالی)

حضور والا!

قرآن کریم ایک مکمل دستور العمل اور ضابطہ حیات ہے اور اسکی عملی تفسیر سیرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ تمام اعلیٰ اخلاقی اقدار جن میں صداقت، امانت، دیانت، سخاوت، شجاعت، عدل وانصاف، صبروتحمل، فیاضی وبرد باری اور عزم واستقلال شامل ہیں، آپ کی سیرت طیبہ میں موجود تھیں بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق "کان خلقه القران" کہ آپ چلتے پھرتے قرآن تھے۔ شدید مشکلات ومسائل بھی آپؐ کو اعلائے کلمتہ الحق سے باز نہ رکھ سکے۔ یہی وہ اخلاقی فضائل ہیں کہ جو اسلام کی شمعوں کے روشن ہونے میں ممد ومعاون ثابت ہوئے اور امتداد وقت کے ساتھ ان شمعوں کی کرنوں نے ایران وروم کے ظلمت کدوں میں اجالا کیا۔

بن کر جہاں میں عظمت آدم کا پاسباں

پستی سے آدمی کو اٹھایا ہے آپؐ نے
بزم جہاں کو زیور خلق عظیم سے
یا صاحب الجمال سجایا ہے آپؐ نے

صدر ذی احتشام!

آج قرآن کریم کے ساتھ حدیث نبویؐ کی شکل میں سیرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس موجود ہے تو پھران دونوں کی موجودگی میں ہمیں کسی اور کی طرف منہ اٹھا کر دیکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہو۔ تاریخ تو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ جب تک مسلمانوں نے قرآن وحدیث سے رشد وہدایت حاصل کی' انہوں نے کائنات کو ہلا کر رکھ دیا' تاریخ کا دھارا بدل دیا' وقت کا رخ موڑ دیا اور تاریخ کی جبیں پر تہذیب وتمدن' فکر ونظر' شعروادب' سیاست وحکومت' فتح ونصرت' سوز وجنوں اور ذوق سحر گاہی کا جھومر سجایا۔

جس راہ سے گزر ہوا اس موج نور کا
واں ہر قدم پہ قریہ اہل وفا بنا!
اس نقش پا کے سجدے سے چمکا مرا نصیب
اس آستان پاک پہ جو بھی گرا' بنا

(کیپٹن منظور حسین)

مگر صدر محترم!

جب ہم نے باوجود اسلام کے دعویدار ہونے کے دامن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ سے چھوڑ دیا تو پھراس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کہ دنیا بھر میں ہمارے ساتھ کیا نہیں ہوا! میں سپین کی بات نہیں کرتا' میں فلپائن کا ذکر نہیں کرتا' میں تو اپنے پاکستان کو لیتا ہوں آج ہم ایک عجیب قسم کے انتشارو افتراق' بے یقینی وبے چینی' بدولی وبے حسی اور اضطرار واضطراب کا شکار ہیں۔ یہ ہماری قومی زندگی کا المیہ نہیں تو اور کیا ہے؟

جناب صدر!

پاکستان بن جانے کے بعد اس مملکت خدا داد میں ہم نے اسلام کا نام ضرور لیا' مگر

عملی طور پر اس سے کھلم کھلا بغاوت اختیار کی' بلکہ ہر وہ قدم اٹھایا' جس سے پاک سرزمین خلاف اسلام سرگرمیوں کی آماجگاہ بنتی چلی گئی۔ غرضیکہ برائی کی وہ کونسی قسم ہے جس نے ہمارے معاشرے میں فروغ نہ پایا۔ نتیجہ اس کا وہی ہوا' جو باغی' سرکش اور گمراہ قوموں کا ہوتا ہے اور ۱۹۷۱ء میں شکست کی صورت میں ایک بدترین عذاب ہم پر نازل ہوا' جس کے نتیجہ میں دینا کی عظیم اسلامی سلطنت کو چشم زدن میں ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا۔ پھر اس پر بس نہیں ' ہم اب بھی قومیت' علاقائیت صوبائیت اور تعصبات میں الجھے ہوئے ہیں اور ایک قرآن' ایک رسول ' ایک شریعت' ایک قوم' ایک ملک کے اساسی نظریے کو فراموش کر کے پنجابی' سندھی بلوچی اور پٹھان وغیرہ کی عصبیتوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ اے کاش۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کا شغر

(علامہ اقبال)

حاضرین ذی وقار!

ہم آج بھی سربلند و سرفراز ہوسکتے ہیں۔ ہم آج بھی تاریخ کا رخ موڑ سکتے ہیں' اور قرونِ اولیٰ کی یادیں تازہ کر سکتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہم صحیح معنوں میں مسلمان بن کر کالی کملی والے کا دامن تھام لیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گارنٹی موجود ہے۔ " وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ " اگر تین سو تیرہ (۳۱۳) کی تعداد دنیا کی تقدیر بدل سکتی ہے تو آج تو ہم کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم صدق دل سے مسلمان بن جائیں اور تاجدار حرم کی سیرت طیبہ کو اپنالیں۔

دنیا ودیں کو آپ نے گر ہے سنوارنا
سرکارؐ کائنات کے دامن میں آیئے

(غلام مصطفٰے قمر)

تیری حیات پاک کا ہر لمحہ پیغمبر لگے

تیری خموشی بھی اذاں نیندیں بھی تیری رت جگے
تیری حیات پاک کا ہر لمحہ پیغمبر لگے
خیرالبشر رتبہ ترا آواز حق خطبہ ترا
آفاق تیرے سامعیں یا رحمۃ للعالمینؐ

(مظفر وارثی)

صدر عالی مرتبت وحاضرین گرامی منزلت!!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں منعقد ہونے والی اس پروقار محفل میں مجھے جس اہم موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے' وہ ہے۔
"تیری حیات پاک کا ہر لمحہ پیغمبر لگے۔"

صدر ذی وقار!

دنیا کے تمام وارفتگان ہوش وخرد اور جملہ شیفتگان عقل وحجت اپنی مرضی کی میزان اور اپنی پسند کا پیمانہ لیکر آئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو بڑی حزم و احتیاط کے ساتھ تولیں اور کڑے معیار کے ساتھ ناپیں۔ تحریف وترغیب کے جملہ لوازم اور تخویف وترہیب کے سبھی اسباب سے بے نیاز ہو کر کامل تنہائی میں حساب لگائیں۔اور نتیجہ مرتب کریں تو ان کا داعیہ فطرت اور مفتی دل پکار اٹھے گا۔

تیری حیات پاک کا ہرلحہ پیغبر لگے

صدر محترم!

ہماری طرف سے کوئی قید نہیں کہ وہ صرف عہد نبوت کا جائزہ لیں یا اجتماعی زندگی کو پرکھیں۔ یہ بھی کوئی پابندی نہیں کہ وہ آپؐ کی عائلی زندگی پر گفتگو نہ کریں اور نہ ہی یہ حد بندی ہے کہ وہ قبل از نبوت کے دور کو نہ چھیڑیں۔ ہم یہ بھی فرمائش نہیں کرتے کہ وہ آپؐ کی مذہبی زندگی ہی کو موضوع تحقیق بنائیں اور یہ بھی نہیں کہ صرف سیاسی فتوحات کا تجزیہ کریں ہمارا دعویٰ اور دعوت یہ ہے کہ حلیمہ سعدیہؓ کی بکریاں چرانے سے لیکر میدان عرفات میں انسانی حقوق کا چارٹر عطا کرنے اور تکمیل دین کی

خوشخبری سنانے تک کے جملہ احوال و کوائف کو اپنی نگاہ کے احاطے میں لے آئیں
صحن حرم کے اس منظر کو بھی یاد رکھیں' جب نماز پڑھنے کی پاداش میں آپکو اذیت کا
نشانہ بنایا گیا۔ اور گردش لیل ونہار کے اس رنگ کو بھی اپنے کینوس پر جگہ دیں جب
دس ہزار قدسی صحابہؓ کے جلو میں آپؐ وارد مکہ ہوئے اور صحن حرم کو بتوں سے پاک
کردیا۔ تاریخ کا وہ ورق بھی پلٹیں جب مکہ میں طائف تک کا پورا علاقہ آپؐ کے لئے
عقوبت گاہ بن چکا تھا اور وقت کا وہ سبق بھی سامنے رکھیں کہ کل کے قاتل آج زندگی
کی بھیک مانگنے کے لئے جمع تھے اور لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا نغمہ حیات اپنے
کانوں سے سن رہے تھے۔ مسجد کے دالان میں جھکی ہوئی پیشانی بھی ملاحظہ کریں اور
جنگ کے میدان میں شوق شہادت کی فراوانی بھی دیکھیں۔

صدر گرامی منزلت:۔

تریسٹھ برس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ صدیوں کی رہنمائی کا سامان فراہم کرتا نظر
آتا ہے۔ ایک فرد نہیں' پوری قوم صدی بھر میں اپنے اخلاق کو جس نقطہ کمال پر لے
جاتی ہے' پیغمبر کی زندگی کا ایک لمحہ اس معیار اخلاق کا نقطہ آغاز ہوتا ہے۔ فلسفی جس
گتھی کو اپنی حیات کے آخری لمحہ تک نہیں سمجھ پاتے' وہ نبیؐ کے اک اشارہ ابرو سے
سمجھ جاتی ہے' شاعر برسوں کی محنت وکاوش کے بعد یہ کہنے کے قابل ہوتے ہیں۔

غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

جبکہ پیغمبر کا ہر لفظ ملکوتی لہجے کا امین ہوتا ہے متکلم جس مضمون کو ہزار تکلف کے
ساتھ سو رنگ میں باندھتے ہیں وہ رسول کا فطری آہنگ ہوتا ہے۔

جناب صدر:۔

ہر محقق کی حتمی اور آخری تحقیق میں بھی شک وشبہ شامل ہوتا ہے لیکن مبعوث
برحق کا حرف اول بھی لوح محفوظ سے نازل ہوتا ہے۔ ہر دانشور کا خلاصہ فکر امکان
وگمان ہوتا ہے' جبکہ پیغمبر کا ہر فرمودہ عرفان وایقان ہوتا ہے۔ کسی نابغہ اور عبقری کے
خیال میں وہ بالیدگی نہیں ہوتی' جتنی فرستادہ خدا کے احوال واعمال میں پاکیزگی ہوتی
ہے۔ ارباب خبر کی کتاب زندگی کے اوراق عمل کے اعتبار سے خالی نظر آئیں گے
مگر حیات پیغمبر کا ہر لمحہ پیغمبرانہ شان لیے ہوتا ہے۔

ہر قول ترا حرف صداقت کا ہے ضامن
ہر فعل ترا حسن ارادت کا امیں ہے

(صوفی غلام مصطفےٰ تبسم)

جناب والا:۔

جب ہم اس تمہید کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ اور معمولات حسنہ کا جائزہ لیتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی زندگی کا کوئی خفی وجلی گوشہ ایسا نہیں جو تجلیٔ نبوت سے روشن نہ ہو۔ کیا مکی عہد اور کیا مدنی دور' دونوں میں ایک ہی شان نظر آئے گی۔

حضور والا!

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت مطہرہ کے ناپیدا کنار سمندر کی تہہ سے اچھلے ہوئے چند موتیوں کی آب و تاب ملاحظہ ہو۔ یہ عہد نبوت کے ابتدائی مراحل کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی انقلابی تحریک ابھی چند قدم چلی تھی اور بے سروسامان تھی۔ اس پر چار طرفہ مخالفت مستزاد' مخالفین کی طرف سے تمسخر' استہزاء افتراء اور دشنام روزمرہ کا معمول تھا۔ اس سے بھی ایک قدم آگے جسمانی اذیت اور رفقاء کار کے ساتھ تشددانہ بلکہ بہیمانہ سلوک جاری تھا' اور ہر وہ ستم' جو ایجاد ہو چکا تھا' آپؐ پر توڑا جارہا تھا۔ ان جان گسل اور حوصلہ شکن حالات میں کفار مکہ نے آپؐ کے مادی اعتبار سے واحد محافظ اور معاون جناب ابوطالب سے ملاقات کی اور اپنی تشویش کا اظہار کیا آخر وہ کب تک شہر بھر کے دباؤ اور برادری کی ناراضگی کا مقابلہ کرتے۔ جناب ابو طالب بوجھل قدموں کے ساتھ چل کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے۔ اپنی مجبوریوں اور منادید مکہ کی دھمکیوں کا سارا احوال سنایا اور دلگیر ہو کر کہا۔ " بھتیجے! میرے ناتواں کندھوں پر اتنا بوجھ ڈالو جتنا میں سہار سکوں۔"

سامعین مکرم!:۔

اس نازک لمحے میں جہاں ایک تنکے کی مدد بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے کوہ گراں کے برابر تھی' جناب ابوطالب کو یوں پسپائی اختیار کرنا آپ کے لئے

زلزلے سے کم نہ تھا' مگر آپؐ نے کمال توکل اور شان یقین کے ساتھ فرمایا۔ "میں آپ کے مخلصانہ تعاون اور بزرگانہ شفقت کا ہر طرح شکر گزار ہوں۔ لیکن جہاں تک دباؤ اور دھمکیوں کے باعث کار نبوت سے دستبرداری کا سوال ہے۔ میں تمام تر جذبات سپاس وتشکر کے ساتھ آپ کا یہ مطالبہ نہیں مان سکتا۔ میرا معاملہ یہ ہے کہ:

اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں' پھر بھی اپنے کام سے باز نہیں آؤں گا۔"

ارباب دانش!

یہودیوں کے بہت بڑے عالم عمرو بن حصین اپنے رہبان واحبار اور کتابوں کے انبار کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحث ومناظرہ کی غرض سے آپؐ کے پاس آئے اور یہ سوچ کر آئے کہ ایک "امی" آخر ایک "عالم" کا کیا سامنا کرسکے گا؟ ملاقات میں رسمی باتوں کے ساتھ ابھی باقاعدہ بحث کا آغاز ہی ہوا کہ عمروبن حصین کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں' ان کے رفقاء کو ظاہر ہے' سخت خفت اور ندامت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ اپنے مناظر اعظم پر برس پڑے' ان کی تو گویا ناک کٹ گئی تھی۔ مگر عمروبن حصین نے یہ کہہ کر حقیقت پر سے پردہ اٹھادیا کہ "میں نے جب ایک بھرپور نگاہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر ڈالی تو سچی بات ہے کہ میرا دل گواہی دے اٹھا کہ "یہ کسی جھوٹے کا چہرہ ہو ہی نہیں سکتا" اور میں بے اختیار مسلمان ہوگیا۔"

اس کی نظر میں روشنی مہر کچھ نہیں
دیکھا ہے جس نے جلوہ رخسار مصطفےٰؐ

(حافظ حضور احمد خاں آثم)

حضور واللہ۔

جس دور میں حضور اکرم صلی اللہ علی علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے منصوبے بن رہے تھے' ایک دشمن انعام کے لالچ میں آپؐ کی جان اطہر کے در پے تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے سے باہر کسی جگہ زمین پر محو استراحت تھے اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا رکھی تھی' ایسے میں دشمن جاں موقع پر پہنچ گیا' اسے اس ناگہانی

کامیابی پر بے حد خوشی ہوئی' اسے اطمینان تو ہوا کہ گہری نیند میں وہ با آسانی اپنا کام کرسکتا ہے۔ مگر اس نے سوتے میں شہید کرنا شیوہ مردانگی کے خلاف سمجھا اس نے بڑی درشتی اور رعونت کے ساتھ آپؐ کو جگایا اور بڑے حقارت آمیز لہجے میں پوچھا اب میری تلوار سے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟

اس ماحول میں کسی کے ہوش وحواس کا خطا ہو جانا معمولی بات ہے مگر آپ نے بڑے تحمل اور اعتماد سے فرمایا۔ "میرا اللہ" یہ جملہ کچھ اس شان اور انداز سے ادا ہوا کہ دشمن پر لرزہ طاری ہوگیا اور کانپتے ہاتھوں سے تلوار زمین پر گر پڑی۔ آپ نے اس کی تلوار اپنے قبضے میں لے کر فرمایا۔ "تم بتاؤ' میرے وار سے تمہیں کون بچائے گا؟ جواب میں گمبھیر خاموشی اور آنکھوں میں التجا کے ڈورے تھے۔ آپؐ نے کمالِ شفقت سے فرمایا۔" جا! میں نے تجھے اللہ کے لئے معاف کیا۔" یہ فرمانا تھا کہ دشمن کے منہ سے بے اختیار کلمہ توحید نکلا اور دیکھتی آنکھوں' سنتے کانوں جان لینے کا ارادہ کرکے آنے والا اپنا دل و دماغ دے بیٹھا۔

سلام اس پر لگایا دشمنوں کو جس نے سینے سے
سلام اس پر کئے ہیں صاف سینے جس نے کینے سے

(عاصی کرنالی)

صدر گرامی قدر:۔

سختی جو جبرواستبداد کی بناء پر ہو وہ مستحسن امر نہیں اور نرمی' جو کمزوری کی وجہ سے ہو' وہ قابل فخر نہیں' عفوو درگزر کا یہی مفہوم ہے کہ بدلہ اور انتقام کی پوری قدرت حاصل ہونے کے باوجود لوگوں سے حسن سلوک کا مظاہرہ ہو۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کا جائزہ لیتے وقت جابجا ہمیں ایسے واقعات نظر آتے ہیں کہ بارہا آپؐ نے جانی دشمنوں کو معاف کیا۔ پتھر مارنے والوں کو دعاؤں سے نوازا' بدخواہوں کو نیک تمناؤں کا پیغام بھیجا' درپے آزار لوگوں سے محبت کا اظہار کیا' حتیٰ کہ وہ لوگ بھی آپ کے دامن عفوو کرم میں پناہ لینے کے قابل ہوگئے کہ جن کے جرائم بڑی اور کڑی سزا کے لائق تھے۔ فتح مکہ کے تاریخ ساز موقع پر آپؐ کا دریائے کرم پورے جوش پر تھا اور یہی وہ دن تھا جب کفر اور کفار مکمل طور پر سرنگوں ہوچکے تھے

اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے سربلندی و سرفرازی کی معراج پر پہنچادیا تھا۔ اس عالم میں وہ لوگ معافی پا گئے جن کی شقاوت قلبی کی یہ کیفیت تھی کہ اس کا عکس بھی زمین پر پڑ جاتا تو زمین روئیدگی کا جوہر کھو بیٹھتی اور ان کے کردار کی سیاہی کا ایک چھینٹا چاند پر پڑ جاتا تو چاند کی روشنی مدھم پڑجاتی۔ فتح مکہ کے موقع پر جہاں بڑے بڑے صابر اور حلیم الطبع اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ اور آتش انتقام بھڑک اٹھتی ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عفوو درگزر کا وہ مظاہرہ فرمایا کہ جس کی توقع دشمن تو کیا' کوئی دوست بھی نہیں کررہاتھا۔

گھٹا ابرکرم کی جب اٹھی منشائے قدرت سے
ظہور احمدی سے کر دیا سامان رحمت کا

(منشی حسن عطاء شوق)

ارباب فکر ودانش:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشنری زندگی میں جو چند انتہائی درد انگیز' تکلیف دہ اور کٹھن مراحل آئے' ان میں ایک سفر طائف کا مرحلہ ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جونہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دی تو اہل طائف نے اپنے مہمان کی تواضع ہلڑ بازی' آوازے کسنے اور پتھروں کی بارش سے کی۔ لہولہان پنڈلیوں سے خون نچڑ نچڑ کرجوتوں میں جمع ہو جاتا ہے زخموں کے باعث قدم اٹھانا دشوار ہو رہا ہے۔ جب ستم حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو پہاڑ کا فرشتہ (ملک الجبال) حاضر ہو کر کہتا ہے' اہل طائف کا یہ ظریفانہ اور سنگدلانہ سلوک اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ آپ اجازت دیں تو جبل طائف اور جبل ابو قبیس کو آپس میں اس طرح ملا دوں کہ پوری بستی پس کر سرمہ بن جائے۔ اس عالم میں کائنات انسانی کے سب سے بڑے عالی ظرف انسان نے فرمایا۔

میں بد دعاکرنے والا نہیں۔ میں تو رحمت بناکر بھیجا گیا ہوں۔ خدایا!
اس قوم کے شعور کی آنکھیں کھول دے۔ نادان میری بات سمجھتے نہیں ہیں۔"

جناب والا:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومنصب کا یہ عالم ہے کہ آپؐ کی

بار گاہ اقدس میں جنید و بایزید کو اونچی سانس لینے کی اجازت اور جرات نہیں۔ ان کی اطاعت غیر مشروط اور اتباع واجب ہے۔ سیدالانبیاء حامل لواء الحمد، شافع محشر، صاحب قاب قوسین، تاجدار ختم نبوت ایسے القاب آپؐ کی ذات اقدس کے لئے مختص ہیں۔ انہیں کوئی نگاہ عشق و مستی سے دیکھے تو وہی اول اور آخر دکھائی دیتے ہیں۔ جن کے قدموں نے غبار راہ کو فروغ وادی سینا عطا کردیا، جن کی نسبت نے گدائے راہ کو شکوہ قیصری بخشا، جن کے دم سے گلزار ہستی میں آج تک رونق ہے۔ اور جن کا نام عظمت نوع بشر کی ضمانت ہے۔

رخشاں ہے تجلی سے تیری تاریک زمیں کی پیشانی
عنوان ہے تیری ہستی کا تکمیل حیات انسانی

(سید علی اختر حیدر آبادی)

حاضرین محترم:۔

عین میدان جنگ میں انسانی حقوق اور حرمتوں کا تحفظ حسن معاملہ، فتح مکہ کے موقع پر شاہانہ ورود کے بجائے درویشانہ انداز، اصحاب واحباب کے بالکل نجی اور معمولی معاملات میں برادرانہ دلچسپی سربراہ مملکت ہونے کے باوجود رہن سہن کا غریبانہ معیار، قیامت تک کے لئے اولاد پر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ لینے کی پابندی وغیرہ ایسی دلیلیں ہیں، جنہیں کسی بھی بادشاہوں، فرمانرواؤں کج کلاہوں سریر آراؤں اور تخت نشینوں، تاج پوشوں اور منصب داروں کی تاریخ میں نہیں ڈھونڈا جاسکے گا۔ یہ جواہر پارے صرف اس کتاب میں ملیں گے، جس کا سرنامہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی ہے۔ جن کے طرز عمل کو اللہ تعالی نے "اسوہ حسنہ" کا درجہ عطا کر کے فرمایا۔ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" ۔ (القرآن)

مینار رشد وہدایت سحاب رحمت وجود۔
مرے رسول کا اسوہ مرے نبی کا وجود

حضور اکرمؐ بحیثیت معلم انسانیت

رخشندہ ترے حسن سے رخسار یقیں ہے
تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے
چمکا ہے تری ذات سے انساں کا مقدر
تو خاتم کونین کا رخشندہ نگیں ہے

(صوفی غلام مصطفےٰ تبسم)

صدر ذی وقار وحاضرین والا تبار!!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس بابرکت اور یادگار محفل میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے' اس کا موضوع ہے

"حضور اکرمؐ بحیثیت معلم انسانیت"

صدر عالی مرتبت!

حضور اکرمؐ' تاجدار عرب و عجم ' فخر موجودات' سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تاریخ عالم کی وہ عظیم ترین ہستی ہیں' جن کی مثال کرہ ارض پر کہیں نظر نہیں آتی۔ آپ انبیاء کرام علیہم السلام کی طویل فہرست کا مطلع بھی تھے اور مقطع بھی۔ اول بھی تھے اور آخر بھی۔ آپؐ نے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے زندگی کا جو نظام پیش کیا' وہ پریشان و گمراہ انسانیت کی رگوں میں یوں اتر گیا' جس طرح باد سحر گاہی کا نم شاخ گل کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی کی تعلیم دیگر مصلحین سے ہمیشہ مختلف رہی ہے۔ فلسفیوں کا عقل کے بل بوتے پر ٹامک ٹوئیے مارتے رہنا' شعراء کا خیالات کے تانے بانے بنتے رہنا' مادہ پرستوں کا ضروریات جسم کو منتہائے مقصود سمجھتے رہنا۔ الغرض دنیا کا بڑے سے بڑا مقنن' عظیم سے عظیم فلاسفر' آفتاب سے کرنیں نچوڑ لینے والا شاعر' دانا سے دانا انسان اور مدبر سے مدبر شخص بھی معلم انسانیتؐ کے بتائے ہوئے حقائق ومعارف اور دیئے ہوئے درس انسانیت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

زمانے کے سبھی ہی فلسفی ' نقاد' دانش ور
محمد مصطفےٰؐ کے خوشہ چیں ہیں' میرا ایماں ہے

صدر محترم!

انسانی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ اس کائنات میں خلیفتہ اللہ یعنی اللہ تعالی کا نائب ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کی اس حیثیت کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا تھا' جب فرشتوں نے اس پر اعتراض کیا تو فرمایا۔ اِنِّیۡ اَعۡلَمُ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ" جو کچھ میں جانتا ہوں' تم نہیں جانتے' کائنات کی کوئی اور مخلوق اس فضیلت میں انسان کی شریک نہیں۔ قرآن کریم نے اسے امانت قرار دیا ہے اور انسان کو اس کا امین۔ کیونکہ ساری مخلوق نے اس بار امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا تھا

آسماں بار امانت نتوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند

صدر ذی شان!

مفسرین کرام نے امانت سے مراد نیابت خداوندی اور خلافت الہی لی ہے۔ کیونکہ اس سے انسانی عظمت کا اثبات ہوتا ہے۔ گویا انسانی عظمت کا راز اس امر میں مضمر ہے کہ انسان ایک اجتماعی نظام تشکیل دے' جس میں احکام خداوندی کو نافذ کیا جائے۔ اور اس کا صحیح مقام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کا بندہ بن کر رہے اور لوگوں کو خدا کی بندگی کی طرف دعوت دے' اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خود خدا بن بیٹھے اور خلق خدا محکوم بنالے۔ اسلام انسانی شرف کے لحاظ سے سب کو مساوی قرار دیتا ہے۔ کسی شخص کو اظہار فضیلت کا ایسا کوئی حق نہیں' جس سے فساد بپا ہو اور جو باطل امتیازات پر مبنی ہو۔ اسلام نے فخرو مباہات اور عصبیت جاہلیہ کو ملعون قرار دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حاکم ومحکوم' اعلی وادنیٰ کا امتیاز جاتا رہا۔ مصنوعی حدبندیاں ٹوٹ گئیں اور انسان ایک مرتبہ پھر انسانی شرافت اور عظمت آدمیت کا حامل بن گیا۔

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کردیا

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

(ہری چند اختر)

جناب والا!

مردم سازی اور آدم گری معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا

جوہر اور سیرت کا مطمح نظر ہے۔ آپؐ نے انسانیت کی تعمیر کا کام جس سطح سے شروع کیا' وہاں حیوانیت کی سرحد ختم ہوتی اور انسانیت کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ آپؐ نے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ اور وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ سے متصف انسان کو أَسْفَلَ السَّافِلِينَ سے نکال کر فخر آدمیت اور شرف انسانیت کی بلندی پر پہنچایا۔ معلم انسانیتؐ کی سیرت سازی کی تاثیر کی بدولت اس راکھ سے ایسے انسان ابھرے جو یقین محکم اور عمل پیہم کا مظہر تھے۔ ان کی بے تکلف زندگی' خدا ترسی وپاکبازی' شفقت و رافت' صداقت و دیانت' شجاعت و استقلال' ذوق عبادت اور شوق شہادت' شہسواری اور شب زندہ داری' سیم و زر سے بے پرواہی اور دنیا سے بے رغبتی' عدل و انصاف اور حسن انتظام معلم انسانیت کے حسن تربیت کا عظیم شاہکار ہے۔

خاکی و نوری نہاد' بندہ' مولا صفات!
ہر دو جہان سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل' اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب' اس کی نگہ دل نواز
نرم دم گفتگو' گرم دم جستجو!
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

(علامہ اقبال)

ارباب دانش!

حضور اکرم' نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا اہم پہلو یہ ہے کہ انسانی روپ میں خواہش پرست حیوان پایا جاتا تھا' آپؐ کی سیرت سازی کی تاثیر سے وہ بالکل مٹ گیا۔ اور اس کی راکھ سے نیا انسان ابھر آیا۔ اس نئے انسان کے کردار کی درخشانی دیکھئے کہ حضرت عمر جیسا مکے کا ایک لا ابالی نوجوان بدلا تو کہاں پہنچا' حضرت ابوذر غفاری کو لیجئے کہ انقلابی جذبہ سے سرشار ہو کر جاہلیت کو چیلنج کیا اور ظلم برداشت کیا' حضرت کعب بن مالک کا کردار دیکھئے لبنہ اور سمیہ جیسی کنیزوں کی انقلابی شجاعت و عزیمت پر نگاہ ڈالئے۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار کی جرأت سے سبق لیجئے۔ ایرانی سپہ

سالار کے دربار میں ربعی بن عامر کی شان استغناء ملاحظہ فرمایئے۔ تاروں کے اس جھرمٹ اور پھولوں کے اس گلشن میں کون ہے جس کا ایمان لحہ افگن نہیں ہے۔

آپؐ کے اصحابؓ ہیں سب آپ ہی اپنی مثال
کس قدر پھولا پھلا یہ گلستاں ہے آپؐ کا

(عبدالغنی تائب)

حاضرین محترم!

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے باہر کے نظام کے ساتھ ساتھ اندر سے انسانی قلب وذہن کو بدلا۔ شرف انسانیت کی حامل انہی مقدس اینٹوں سے ایک ایسے معاشرے کی عمارت استوار ہوئی' جس کے اثرو نفوذ کے تحت عوامی زندگی میں ہر طرف ایمان و عمل صدق واخلاص' عدل وانصاف اور جہاد واجتہاد لین دین میں نظر آنے لگا۔ اگر بندش شراب کی منادی ہوئی تو ہونٹوں سے لگے ہوئے پیالے فورا" الگ ہوگئے۔ عورتوں کو سرڈھانپنے کا حکم ملا تو اسؒ کی فورا" تعمیل ہوگئی۔ جہاد کے لئے پکارا تو نوعمر لڑکے تک بھی ایڑیوں پر کھڑے ہو کر اسلامی لشکر میں شامل ہونے کی آرزو کرنے لگے۔ چندہ جمع کیا گیا تو گھروں کی کل کائنات بلکہ حضرت عثمان غنیؓ جیسے تاجروں نے سامان کے لدے ہوئے اونٹوں کی قطاریں لاکر کھڑی کر دیں۔

صدر ذی وقار!

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعوت کے نتیجے میں قائم ہونے والا یہ معاشرہ ' جسے آپؐ کی تربیت نے کندن بنادیا تھا' انسانیت کی پوری تاریخ میں بہترین انسانی معاشرہ ثابت ہوا' جو انسانی محاسن کا جامع تھا۔ اس لازوال مدرسہ نبوت کے فضلاء اور تربیت یافتہ اپنے اپنے زمانے کی زیب وزینت اور انسانیت کے شرف وعزت کا باعث ہیں۔ ان کے مکارم اخلاق ' بلند انسانیت اور روحانی کمالات کا احاطہ ممکن نہیں۔ ان کے یقین نے لاکھوں انسانوں کے دلوں کو یقین سے بھر دیا۔ ان کے عشق نے لاکھوں انسانوں کے سینوں کو عشق کی حرارت اور سوز سے منور کردیا۔ اور ان کے فیض صحبت نے لاکھوں حیوان صفت انسانوں کو حقیقی انسان بنا دیا۔

خوابیدہ بخت کملیؐ والے نے جگا دیا

وحشی صفت کو آپ نے انسان بنا دیا
گم کردہ رہ کی آپ نے ہی رہنمائی کی
گرتے ہوؤں کو آپ نے ہی آسرا دیا

(عبد الغنی تائب)

اربابِ فکروبصیرت!

معلمِ انسانیتؐ کی تربیت کی تاثیر اور اس کا فیض کبھی طارق بن زیاد کی شجاعت محمد بن قاسم کی بسالت اور موسٰی بن نصیر کی ہمت کے پردے میں چمکا' کبھی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی زکاوت کی شکل میں ظاہر ہوا' کبھی امام مالک اور احمد ابن حنبل کی صلابت واستقامت کے پیکر میں آشکارا ہوا' کبھی نور الدین زنگی کے لطف وکرم میں جلوہ گر ہوا' کبھی صلاح الدین ایوبی کے عزمِ محکم اور سعی پیہم سے ہویدا ہوا' کبھی امام غزالی کا علمی کمال بن کر سامنے آیا اور کبھی شیخ عبدالقادر جیلانی کاتقدس و روحانیت بن کر دلوں کا مداوا بنا کبھی ابن جوزی کی تاثیر بنا اور کبھی اورنگ زیب عالمگیر کے آہنی عزم کی ہیبت میں نمایاں ہوا۔ کبھی مجدد الف ثانی کے آثارِ قلم میں آیا کبھی شاہ ولی اللہ کی حکمت بن کر ابھرا۔

حاضرین با تمکین!

معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات پر نور کا ایک ایک رخ انسانی کردار و اعمال کی صحیح سمت متعین کرتا' راستہ بتاتا اور منزل کی آگہی دیتا نظر آتا ہے۔ زندگی کا کوئی ضابطہ' فکر کا کوئی پہلو اور سوچ کا کوئی انداز ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں صاحبِ فکر معلمِ انسانیت کے اپنے عمل کا نمونہ موجود نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تعلیمات سے صحرائے عرب سے جو سیلاب رنگ ونور ابھرا' وہ اپنے اندر جہاں بانی سے لیکر جہاں آرائی تک اور جہانگیری سے لیکر جہاں داری تک ہر قسم کے اصول وضوابط لئے ہوئے تھا۔

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرانشیں کیا تھے
جہانگیر وجہاں دار وجہاں بان وجہاں آراء

(علامہ اقبال)

سامعین باوقار!

تکمیل انسانیت کی راہ کا سب سے بھاری پتھر تفریق مراتب ہے۔ معلم انسانیت نے رنگ ونسل کے بتوں کو توڑا' امتیاز مراتب کا خاتمہ کیا' اعلیٰ وادنیٰ' شاہ وگدا اور مولا وبندہ کو ایک ہی صف میں لاکھڑا کیا اور بتایا کہ عظمت ورفعت کسی کے گھر کی لونڈی نہیں بلکہ اس کا معیار تو رفعت نظر' وسعت فکر' تقویٰ اور بلندی کردار ہے۔ معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں معاشرے کے اور پہلوؤں کو نکھارا وہاں معاشرے کو ایک ضابطہ اخلاق اور موثر دستور حیات بھی دیا۔ آپؐ نے قمار بازی' مے خواری' ڈکیتی 'زنا' قتل اولاد' دروغ گوئی' تکبرو رعونت' سود خوری' غیبت وچغلی' قتل وغارت اور ظلم وستم کا مکمل خاتمہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گمراہی کی دلدل میں گھری ہوئی انسانیت سنوری' نکھری اور زمانے بھر کا فخر بن گئی۔

اسی نے دانش وبینش کی راہ دکھلائی
اسی کا لطف وکرم کاشف حجاب ہوا

حضور اکرمؐ کا عسکری کردار

سلام اس پر شکستیں جس نے دیں باطل کی فوجوں کو
سلام اس پر کہ ساکن کر دیا طوفاں کی موجوں کو
سلام اس پر کہ جس نے کافروں کے زور کو توڑا
سلام اس پر کہ جس نے پنجہ بیداد کو موڑا

(ماہر القادری)

صدر عالی مرتبت و حاضرین گرامی منزلت!!

اس پروقار اور یادگار تقریب میں مجھے جس اہم موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا عسکری کردار"

صدر عالی وقار!

اسلام امن و سلامتی کا پیغام ہے اور کشت و خون اور فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتا' مگر جب انسانیت کی نبضیں تپش آمادہ ہو جائیں۔ جب عصمت و عفت کے آبگینے چور چور ہو رہے ہوں مسکراتے لب رفو کئے جا رہے ہوں۔ انسان حیوانیت کی حدوں کو پھلانگ گیا ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے ترانے مدہم پڑ گئے ہوں تو مسلمان کے لئے جنگ کا حکم ہے۔ یہی حکم جہاد کہلاتا ہے اور وہ مسلمان جو اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے راستے میں جان دیتا ہے۔ شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔

صدر ذی وقار!

تاریخ کے اوراق پلٹتے جایئے۔ آپ دیکھیں گے کہ کہیں سروں کے مینار بن رہے ہیں اورکہیں خون کی ندیاں رواں ہیں' کہیں اعضاء کاٹے جا رہے ہیں اور کہیں خواتین کی بے حرمتی ہو رہی ہے کہیں معصوم بچوں کو نیزوں پر اچھالا جا رہاہے اور کہیں تہذیب و تمدن کے نقوش مٹائے جا رہے ہیں۔

جناب صدر!

مسلمانوں کے علاوہ تقریباً" ہر قوم جنگ کو صحرا کا بگولا' ویرانوں کا راگ' شعلوں کا

غرور اور ذہنوں کا فتور سمجھتی ہے۔ بابل اور ایران کے بوسیدہ کھنڈر، پولینڈ، پرلیس، برلن، ہیروشما اور لینن گراڈ کے درو دیوار فنون حربیہ کے اس اطوار و انداز کا نظارہ کر چکے ہیں۔ تاریخ کی زبان کون روک سکتا ہے؟ بخت نصر کی تباہیوں کو آج بھی بیت المقدس دہرا رہا ہے سکندر کس طرح زلزلہ بن کر آیا تھا ایران کی تاریخ اسے کب بھول سکتی ہے بغداد کی تاریخ کو وہ زخم آج بھی یاد ہیں جو تاتاریوں کی تلواروں نے لگائے تھے۔ الغرض۔

در در پہ دیکھتا ہوں انسانیت کی لاش
کیسا سلوک ہو رہا ہے آدمی کے ساتھ

صدر والا شان!

حضور اکرم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور کردار سے ہر حالت میں اپنے آپ کو سراپا رحمت ثابت کیا۔ جنگ کے شعلوں اور تلواروں کی چھاؤں، انسانوں کی مرگھٹ اور خون کی ندیوں کے درمیان بھی وہ ذات اقدس رحمت اور کرم کا پیغام تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت بے پایاں نے غیظ و غضب کے انتہائی مقام پر بھی جنگی جنون کا محاسبہ فرمایا۔ اور مسلمان مجاہد کے لئے یہی ہدایت کی کہ

''خدا کی راہ میں خدا ہی کا نام لے کر لڑنا، خیانت و بد عہدی نہ کرنا، دشمن کو لنگڑا لولہ نہ کرنا، کسی بچے، کسی عورت پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ مفتوحین کے ساتھ نرمی برتنا، سخت گیری اور تشدد سے کام نہ لینا اصلاح و بھلائی کی کوشش کرنا، کہ اللہ تعالیٰ نیکی اور بھلائی کرنے والوں ہی کو عزیز رکھتا ہے۔''

جناب والا!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی جنگیں لڑیں ان میں اتنے کم لوگ ہلاک ہوئے کہ آج تاریخ اس کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تمام غزوات نبویؐ میں ایک سو بیس کے قریب مسلمان شہید ہوئے، جبکہ ایک سو پچاس کے قریب کافر کام آئے۔ یہ تعداد اس قدر مختصر ہے کہ آج کے کمانڈر اور عسکری ماہرین حیران و ششدر ہیں اس قدر کم کشت و خون اور نتیجہ اس قدر شاندار کہ اسلام اس سرعت سے پھیلا اور دنیا اس تیزی سے عرب کے ریگستان سے اٹھنے والے سیلاب کی زد میں آئی کہ

عقل حیران ، نطق سرگریباں اور خامہ انگشت بدنداں ہے۔ سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضورؐ میدان جنگ میں سراپا کرم، مجسم رحمت ، امن پسند ، اصول پرست اور احکام الٰہی کے نگہدار تھے۔ نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ کہ حضورؐ کے دور میں اسلامی سلطنت دو سو چھتر مربع میل روزانہ کے حساب سے پھیلی اور جب حضورؐ اس عالم خاکی سے تشریف لے گئے تو اسلام کا پرچم تقریباً" دس لاکھ مربع میل پر لہرا رہا تھا۔ تاریخ عالم کا کوئی فاتح اتنے مختصر عرصے میں اتنے کم انسانی ضیاع کے ساتھ اتنے شاندار نتائج پیش نہیں کر سکا۔

آب کو ٹھنڈک ملی تو برق کو حدت ملی
اس ہوا کو پر ملے اس خاک کو صورت ملی
بے یقیں نظم مظاہر میں تیقن آ گیا
اس کی رحمت سے عناصر میں توازن آ گیا

(صہبا اختر)

صدر گرامی قدر!

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی صحابیؓ کو کسی لشکر کا سالار مقرر فرماتے تھے تو آپؐ کے پیش نظر جنگ جوئی اور جنگ خوئی کا معیار نہیں بلکہ اتقاء اور پرہیز گاری کی کسوٹی ہوتی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقی ہی برتر بھی ہے اور بالا بھی۔ اور یقیناً" اتقاء ہی دنیا پر غالب رہنے والی خوبی ہے اور آخرت میں بھی یہی ممتاز ٹھہرتی ہے۔

جناب والا!

جنگ پر جانے سے قبل حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت فرمایا کرتے تھے جو سراسر احترام انسانیت کے گرد گھومتی تھی ۔ آپؐ کو انسان ہی عزیز نہ تھا۔ تہذیب و تمدن کے نقوش بھی پیارے تھے۔ آپؐ سبز کھیتوں کو پامال کرنے ، درختوں کو کاٹنے اور قیدیوں سے برا سلوک کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ جن مجاہدوں کے سامنے تقوی کا یہ معیار ہو جن کے رگ و پے میں خدا کا خوف لہو بن کر گردش کرتا ہو اور جو اپنے ہر فعل کے لئے خود کو جواب دہ سمجھتے ہوں ان سے انسانی اخلاق سے گری

ہوئی کوئی حرکت کیسے سرزد ہو سکتی تھی۔ فتح کے بعد لوٹ مار کو ایک جائز کھیل سمجھا جاتا ہے مگر حضورؐ نے بحالت جنگ لوٹ مار کرنے سے منع فرمایا۔

صدر عالی وقار!

شام کے دھندلکے میں آپؐ کبھی حملہ نہ فرماتے تھے۔ جنگ کے آغاز کے ساتھ ہی آپؐ کا سر بارگاہ ایزدی میں جھک جاتا تھا یہی عجز و نیاز فتح و نصرت کی تمہید ہو جاتا تھا۔ آپؐ بڑے محتاط سپہ سالار تھے۔ جنگ سے پہلے دشمن کی تعداد' نیت اور دیگر حالات کے بارے میں کھوج لگاتے تھے۔ خود میدان جنگ میں اس انداز سے داخل ہوتے تھے کہ دشمن کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ آپؐ کس جانب سے حملہ آور ہو رہے ہیں فتح کے بعد مجاہدین کو آپے سے باہر نہ ہونے دیتے تھے بلکہ نظم و ضبط کے تمام آدابؓ برقرار رکھے جاتے تھے اور آپؐ وہاں تین دن قیام فرماتے اور عدل و انصاف کے جملہ تقاضوں کو پورا کرتے۔

جس راہ سے گذر ہوا اس موج نور کا
واں ہر قدم پہ قریہ اہل' وفا' بنا

(کیپٹن منظور حسن)

صدر والا قدر!

حضور اکرمؐ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جرات و بہادری بھی ضرب المثل تھی۔ میدان جنگ میں جب دشمن کا زور ہوتا تھا تو آپؐ ہمیشہ سینہ سپر نظر آتے تھے اور بڑے بڑے بہادر مجاہد بھی حضورؐ کے سایہ رحمت میں پناہ لیا کرتے تھے۔ آپؐ میدان جنگ میں اول سے آخر تک موجود رہتے تھے۔ جنگ احد میں جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے اور آپؐ بھی زخمی ہوئے۔ اس عالم میں بھی آپؐ اپنی جگہ سے ہٹے نہیں بلکہ ڈٹے رہے۔

حاضرین گرامی قدر!

قیدیوں سے آپؐ کا سلوک انتہائی مہربانی اور شفقت و رافت کا ہوتا تھا۔ مسلمان خود بھوکے رہ کر قیدیوں کو کھلاتے تھے۔ ان کی حفاظت کرتے تھے انہیں عمدہ لباس دیتے تھے جبکہ خود چیتھڑوں میں لپٹے ہوتے تھے۔ ہر قیدی سے برابر سلوک کیا جاتا تھا۔

جنگ و جدل کے دوران میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کا کس قدر احترام فرماتے تھے اس کی ایک جھلک اس واقعہ میں دیکھئے کہ ایک جنگ میں حاتم طائی کی بیٹی اسیر ہو کر آتی ہے وہ بے پردہ ہے اور اس کا سر شرم و حیا کی وجہ سے جھکا ہوا ہے۔ حضور اکرم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مضطرب ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر قوم کی بیٹیاں قابل احترام ہوتی ہیں۔ حضورؐ اپنی چادر اس بے پردہ بچی کے چہرے پر تان دیتے ہیں۔ ۔

دخترک راچوں نبیؐ بے پردہ دید
چادر خود پیش روئے او کشید

(اقبال)

سامعین باتمکین!

حضور اکرم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکمل و اکمل اور اجمل و احسن انسان تھے زندگی کے ہر میدان میں آپؐ نے اپنی عظمت کے جو چراغ جلائے وہ آج بھی مشعل راہ ہیں اور ابد تک درس ہدایت دیتے رہیں گے۔ بزم ہو یا رزم آپؐ کا اسوہ حسنہ ایک مکمل نقش کی طرح جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اور اسی اسوہ کامل کا فیض ہے کہ حضور اکرم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا آج بھی میدان جنگ میں اسی کردار و عمل کو دہرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنگ قادسیہ سے قبل ایک ایرانی ایک مسلمان سپاہی کو دھوکہ دے کر امان لے لیتا ہے اور بعد میں جب پردہ چاک ہو جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ ایرانی، لشکر ایران کا سپہ سالار جابان ہے۔ اس فریب کو دیکھ کر مجاہدین کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر سالار اسلام حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا لہو مسلمانوں کی تلوار پر حرام ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان اسے امان دے چکا ہے۔ ۔

گرچہ جاباں دشمن مابودہ است
مسلمے اورا اماں بخشودہ است
خون او اے معشر خیر الانام
بردم تیغ مسلماناں حرام (اقبالؒ)

صدر ذی شان!

آج بھی میدان جنگ میں ایک مسلمان کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عسکری کردار ہوتا ہے۔ مسلمان مجاہد اللہ کے حضور اشکبار بھی نظر آتا ہے اور دشمنوں کے لئے بجلی کی لپک بھی بن جاتا ہے۔ وہ سیلاب کی طرح کوہ و بیاباں کو روندتا ہوا بڑھتا ہے مگر مفتوحہ علاقوں میں وہی سیلاب گرداب کی طرح سمٹ جاتا ہے مسلمان کسی عورت ' بچے اور مفرور کو ایذاء نہیں پہنچاتا تہذیب و تمدن کے آثار نہیں مٹاتا اور نہ سنگدلی کا مظاہرہ کرتا ہے اس کی جنگ ایک تعمیری جنگ ہوتی ہے وہ اپنی جان دیتا ہے تاکہ مٹتی یادگاروں کو حیات تازہ عطا کرسکے۔ اس کا لہو تمدن کے افسردہ چہرے کا غازہ بن جاتا ہے اور اس کی تلوار سر رشتہ حیات کو کاٹتی نہیں بلکہ تہذیب و تمدن کے اجزائے پریشاں کو جوڑ دیتی ہے۔

وہ فاتح جس کا پرچم اطلس زنگاری گردوں
وہ امی جس کے آگے عقل کل طفل دبستانی
وہ جامع جس نے یکجا کر دیئے بکھرے ہوئے دانے
مٹا دی جس نے آ کر باہمی تفریق انسانی

(اقبال احمد خان سہیل)

صبح نور

مرحبا کیا روح پرور ہے نظارا نور کا
فرش سے تا عرش پھیلا ہے اجالا نور کا
جشن نورانی ہے ہر جانب ہے چرچا نور کا
انجمن آرا ہوا مکہ میں کعبہ نور کا

(مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

صدر ذی وقار و حاضرین والا تبار!

جشن عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سلسلہ میں منعقد ہونے والی اس خوبصورت اور یادگار تقریب میں مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے۔ وہ ہے "صبح نور"۔

صدر گرامی قدر!

لیل و نہار کے تسلسل سے دنیا کی زندگی ہے۔ ہر روز صبح ہوتی ہے' ہر روز شام ہوتی ہے' مگر ہر صبح میں وہ بات کہاں؟ جو اس ایک صبح میں تھی۔ وہ صبح جس کا سب کو انتظار تھا۔ جس کے لئے سب چشم براہ تھے۔ وہ انوکھی صبح' وہ نرالی صبح ۔ جس میں ایک آنے والا آئیگا' جس کے لئے دنیا بنائی گئی ہے' بساط بچھائی گئی ہے' مسند لگائی گئی ہے' محفل سجائی گئی ہے۔ کہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کا دولہا رونق افروز ہونے والا ہے۔

صدر محترم!

نقیب پر نقیب گزرتے گئے۔ سبحان اللہ ۔ کس شان کے نقیب تھے۔ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا کی خلعت زیب تن کئے کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ کا پٹکا باندھے ' محبوب کبریا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد آمد کے اعلانیہ لائے' زبور لائے' توریت لائے' انجیل لائے' آسمانی صحیفے بھی آتے رہے مژدہ سناتے رہے۔ خلیل علیہ السلام نے دعائیں کیں' موسیٰ علیہ السلام نے بشارتیں دیں' "عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری سنائی۔ ہر قوم کا دعویٰ تھا کہ وہ آنے والا ہم میں آئے گا"۔ "ہم اس کی اتباع کر کے سرخرو ہو جائیں گے۔ سارا عالم سراپا انتظار تھا کہ وہ سہانی صبح اب آنے ہی کو ہے۔

ہوئی آرائشوں کی جلوہ ریزی مطلع کن سے
فرشتوں نے قدم باہر رکھے حد تعین سے
حریم لامکاں سے بجلیاں سی نور کی چمکیں
شعاعیں تاحد فاراں چراغ طور کی چمکیں

(حفیظ جالندھری)

جناب صدر!

احساس جاگنے لگا' دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ لو' اس شہنشاہ کی سواری آپہنچی' کائنات رنگ وبو کو شرف حیات نو بخشا گیا' ذرہ ذرہ پر نکھار آگیا۔ کیوں نہ ہو' جگ کا سنگھار آگیا۔ سِرَاجًا مُّنِیْرًا کی ضیا پاشیوں سے ظلمت کی بدلیاں چھٹنے لگیں' نور کی کرنیں پڑنے لگیں' جیسے اندھیروں کو گدگداتی ہوں نقری انگلیاں اجالوں کی۔ والشمس اور والضحیٰ کی قسمیں کھائی جانے لگیں۔ یہی نور جلوہ ہے' یہی حجاب ہے اور اسی نور سے نور کے بے شمار سوتے پھوٹے جو آج بھی فیض رساں ہیں۔

وصلی اللہ علیٰ نور کزوشد نور ہا پیدا
زمیں ازحب اوساکن فلک در عشق اوشیدا

(مولانا جامی)

جناب والا!

یہ کون آگیا سویرے سویرے؟ فضا سرمدی نغموں سے گونج اٹھی' فطرت دل کھول کر جھوم اٹھی' درودوں کی ترنم ریزیاں عرش تک پہنچیں' شہ کون ومکاں تک یہ صدائیں سب کی سب پہنچیں۔ وہ منظر بھی کیا ہوگا۔ عرش بریں سے فرش زمیں تک نور سے معمور تھا۔

نور نے اپنے نور کو بھیجا نور کا دیکر ایک صحیفہ
دین متیں ہے روشن روشن داعی دیں ہے جگمگ جگمگ

ایسا منظر تو کسی نے کبھی نہ کبھی دیکھا تھا' تازگی انگڑائیاں لے رہی تھی' بہاریں اٹھلا رہی تھیں' وہ اجلا اجلا سا سماں' وہ مہکی مہکی سی فضا' وہ بہکی بہکی سی ہوا' جھوم

جھوم کے نغمہ سرا ہو گئی۔

مسندِ نشین عالم امکاں تمہیؐ تو ہو
اس انجمن کی شمع فروزاں تمہیؐ تو ہو

سامعین محترم!

وہ کیا آئے' کائنات کی کایا پلٹ گئی' خوابیدہ دل جاگ اٹھے' پرائے ایک ہونے لگے' سب کے دل جڑنے لگے' ڈوبتے ہوئے ابھرنے لگے' سہمے ہوئے چمکنے لگے' کل تک جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے' آج کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ کی ڈور سے بندھے پڑے ہیں' اور ظالم ' خونخوار' سنگدل راہزن' سلامتی کے ضامن بنے کھڑے ہیں۔ کیا یہ ایسے بدل جائیں گے؟ کسی کو یقین نہ تھا۔ یہ ایسے سنور جائیں گے؟ کسی نے سوچا بھی نہ تھا۔ عقل حیران ہے' انگشت بدنداں ہے۔ یہ کیا تھا' جو سب ان کے ہونے لگے' وہ سب کا دل موہنے لگے۔ یہ جادو تھا نہ ٹونہ ۔ اثر تھا نہ رسوخ۔ سفارش تھی نہ پروپیگنڈا۔ دباؤ تھا نہ گھیراؤ۔ رشوت تھی نہ لالچ۔ پھر کیا تھا!

جناب صدر!

یہ ایک کردار تھا اور کردار بھی عظیم کردار' خدا کی پسند کا معیار' کہ جس پر اخلاق بھی تھا نثار' وہی نیکیوں کی عزت' وہی انسانیت کا وقار۔ ایسے کردار کی دنیا کو ضرورت تھی' اسی ذات قدسی صفات کا ظہور تخلیق کائنات کا مقصود' اسی کا چلن خیر العمل' اسی کی روش کا نام نظام عدل قرار پایا' یوں دنیا کے ہر وجود کو ان کی ضرورت تھی' آج بھی ہے اور کل بھی رہے گی۔

صدر عالی وقار!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ رب العالمین ہے۔ ربوبیت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ بندوں کی تربیت بھی ہو۔ تربیت کے لئے ایک مثالی نمونہ بھی ہو' نمونہ جس قدر قابل ہو گا' اس کے نتیجے میں بہترین تربیت ہو سکے گی۔ اب انسان کی زندگی کے مختلف پہلو ہیں۔ لوگوں کے مزاج مختلف' حالات مختلف' صلاحیتیں مختلف' پھر تو ان کے لئے ماڈل بھی مختلف ہوتے۔ یہ ممکن نہ تھا کہ صرف ماڈل ہی ماڈل ہو جاتے۔ پھر ایسے کمالات کا مجموعہ جو ہر شخص' ہر مزاج' ہر علاقہ کے لوگوں اور ہر دور کے انسانوں کے لئے ایسی کامیابی کی راہ

دکھائے جو دنیا اور آخرت میں بامراد کردے۔ وہ اللہ جل شانہ کی قدرتوں کا کمال ہوگا' پھر تو وہ بے مثل ہوگا' بے مثال ہوگا صاحب جمال بھی ہوگا' نور ہوگا' نورالانوار بھی ہوگا' سرالاسرار بھی ہوگا' وہی سید الابرار ہوگا۔ ہاں ہاں! وہی اعلیٰ اور بالا امام الانبیاء محبوب کبریا احمد مجتبیٰ' محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ وہ ہر کمال میں یکتا ہوگا' بلکہ ہر کمال ان کی ذات قدسی صفات میں یکتا ہوگا۔

تعالیٰ اللہ ذات مصطفےٰ کا حسن لاثانی
کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصاف امکانی

(حفیظ جالندھری)

جناب والا!

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراتب جلیلہ' کمالات فضیلہ' اوصاف جمیلہ اخلاق حمیدہ اور عادات شریفہ میں سے کسی عنوان کے بیان کا حق ادا کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ صرف اللہ جل جلالہ' کی قدرت ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب' سرورانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بیان فرمادے تو عجزونیاز ہی سرخرو کر سکتا ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

(اسد اللہ خاں غالب)

حاضرین محترم!

کردار کی بات ہو رہی تھی' اس حوالے سے ارشاد پاک اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ باعتبار عبارت قرآن اعجاز دیدنی ہے۔ الفاظ گنے چنے مگر معانی کا سمندر لئے ہوتے ہیں۔ اس مختصر جملہ کو بار بار دھرایئے' کتنے پہلو آشکارا ہو جائیں گے۔ آواز' اتار چڑھاؤ' لہجہ کی ادائیگی کیا کیا رنگ بکھیر دے گی۔ خدا کی پسندیدگی' محبوبؐ کے اخلاق کی عظمت کا ذکر' ڈھارس بندھانا' حمایت کرنا' اخلاق نبویؐ کی تصدیق' شاباش دینا' تعریف وتوصیف اور خراج تحسین۔ پڑھتے جایئے اور لطف اندوز ہوتے جایئے۔ دیکھتے جائیں' پردے اٹھتے جائیں گے' سوچتے جائیں معانی ابھرتے جائیں گے۔

صدر گرامی منزلت!

جامعیت کے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ بظاہر صرف اخلاق کی بات کی گئی ہے۔ اخلاق جو انسان کا اعلیٰ ترین ملکہ ہے' جو شجرانسانیت کا ثمر ہے' جو شجر شرافت کا گھر ہے۔ اسی سے انسانیت کی قدر ہے' اسی لئے اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق پر فخر ہے۔ آیت کریم اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم میں حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی عظمت کی تائید کرکے سرکار ابد قرار' رونق لیل ونہار' دوعالم کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی عظمت کا ذکر کردیا۔ آپؐ کی سیرت طیبہ کو بھرپور سراہا گیا ہے۔ کہ اخلاق میں قول اور فعل دونوں شامل ہوتے ہیں مگر اس نکتہ دان اور نکتہ نواز نے کسی نکتہ کی گنجائش گوارا نہ کی۔ محبوب کریمؐ کے قول کی عظمتیں اور فعل کی رفعتیں علیحدہ علیحدہ بھی وضاحت کے ساتھ ذکر فرمادیں۔

صدر محترم!

قول کا ذکر بھی بہت اہم ہے کہ زبان پر قابو رکھنا سب سے مشکل کام ہے۔ ایک دو دن یا سال نہیں' پوری زندگی فخر دوجہاں' حاصل کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا یہ اعجاز بھی کیا خوب ہے' کائنات میں نہ اس کی مثال ہے نہ خیال میں اس کی نظیر ممکن ہے۔ پوری زندگی ان کی زبان اقدس سے ایسی بات نہ نکلی جو کسی کی دل آزاری کا باعث ہو۔ استغفراللہ کوئی بات معیار سے گری ہوئی بھی نہ تھی۔ آخر کیوں ہوتی!۔ ان کا معیار تو اللہ کی پسند کا معیار تھا۔ بلکہ وحی الٰہی اس معیار کا نام تھا۔ اس پر تو مہر ثبت تھی۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

صدر والا شان!

فعل یا عمل اخلاق کا عملی مظاہرہ ہے' اس کی رفعتیں بھی کم نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ' اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کو اپنا عمل قرار دے دے تو پھر حیرت سے دیکھا کرے کوئی۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی

ترجمہ: "اور وہ جو آپؐ نے کنکریاں پھینکی تھیں۔
(اے محبوب) دراصل آپؐ نے نہیں' بلکہ اللہ نے ماری تھیں"۔ کس کس بات کا ذکر کیا جائے۔

ہر ادا' ہر طرز' ہر خو' ہر سلیقہ نور کا
ہر روش' ہر طور' ہر ڈھب' ہر وطیرہ نور کا

جناب والا!

جب اس کردار کی تکمیل ہو گئی' ہر عمل اس عروج کو پہنچ گیا کہ قیامت تک اس کی نظیر کا امکان ختم ہو گیا تو قانون فطرت کے مطابق صاحب کردار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اہل دنیا کی نگاہوں سے پردہ فرمالیا۔ دنیا کا ایک دستور تھا وہ بھی ہو سکتا تھا' یعنی "آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل"۔ وقت بڑی بڑی یادیں بھلا دیتا ہے' ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہ سکے۔

جناب والا!

کون نہیں جانتا کہ انبیاء تو پہلے بھی گزرے ہیں مگر ان کی سیرتیں محو ہو گئیں یا خود اپنوں ہی کے ہاتھوں مسخ ہو گئیں۔ اور اب ان کی اتباع ممکن نہیں رہی۔ مگر جان ایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہر قول' ہر عمل ہر ادا محفوظ ہے' پائندہ اور تابندہ ہے۔ عشاق نے ان کی ہر ادا اپنے دل پر نقش کر لی۔ کاتبوں نے ہر بات نوٹ کر لی اور مومنوں نے اپنی زندگی کو ان کی سیرت طیبہ کے سانچے میں ڈھال لیا۔ یوں ان کی جیتی جاگتی تصویر آنکھوں میں ہے۔

آنکھوں میں نور' دل میں بصیرت ہے آپؐ سے
میں خود تو کچھ نہیں' میری قیمت ہے آپؐ سے

(شہزاد احمد)

گرامی قدر سامعین!

۔اللہ علیم و خبیر کو یہ معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہو جائیں گے جو اس صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی عقل کوتاہ کے پیمانے سے ناپنے کی جرات کرنا چاہیں گے۔ بعض انسانوں کے فریب خوردہ ذہن قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مسند

نشین، لواء الحمد کے امین، مقام محمود کے مکین، رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے جیسا سمجھنے لگیں گے۔ بھلا غیرت الٰہی کو یہ کیسے قبول ہوتا۔ سنو سنو! کوئی اعلان ہو رہا ہے۔ بڑا فیصلہ کن لہجہ ہے۔ ایک دفعہ پہلے بھی سنا تھا، جب قرآن کے لئے کہا تھا کہ ہم اس کے محافظ ہیں، آج صاحب قرآن سے بھی کہہ دیا کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ "اور ہم نے آپ کا ذکر آپکی خاطر بلند کر دیا"۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
یہ گھٹائیں، اسے منظور بڑھانا تیرا

(مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

صدر ذی وقار!

سارے عالم کی مسجدوں کے بلند منارے کس کے نام کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ پہاڑ ہوں یا میدان، وسیع وادیاں، گہری گھاٹیاں ۔ کہاں کہاں ان کے نام کی نوبت، نہ بجی۔ درخت کے پھل پھول پتے، صحراؤں میں ریت کے ذرے، سمندر میں پانی کے قطرے سب گواہی دیں گے کہ ہم نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُولُ اللّٰه کی آواز دلنواز سنی ہے۔ ہاں ہاں! گنتے جاؤ، ان کا نام لینے والے، ان کی محبت کا دم بھرنے والے، ان کے گن گانے والے ہر آن، ہر لحہ بڑھتے جا رہے ہیں۔

مولا کریم ہمیں اس احسان عظیم (مِنَ اللّٰهِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ) کے لئے شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ اور بالمومنین رؤف رحیم کی شفقتوں سے مالا مال فرمائے۔ اللہ کریم اپنے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حمد وثنا میں مشغول ومصروف فرمائے، ان سے والہانہ محبت کرنے اور سچے دل سے اس مطاع کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور اکرم بحیثیت پیغمبر امن وسلامتی

بزم ہستی میں وقارِ ذی وقاراں آپؐ ہیں
خسروشاہاں رئیس تاجداراں آپؐ ہیں
آپؐ کا مسلک محبت امن وصلح وآشتی
کارزاروں میں متاع جانسپاراں آپؐ ہیں

(عبدالکریم ثمر)

صدر عالی مرتبت و حاضرین گرامی منزلت!!:۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مقدس اور یادگار محفل میں مجھے اس معزز ایوان کے سامنے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے اس کا موضوع ہے۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بحیثیت پیغمبر امن وسلامتی"۔

صدر محترم!:۔

امن وسکون انسانی ضروریات میں بنیادی اور اہم حیثیت کا حامل ہے' فرد ہو یا معاشرہ' مرد ہو یا عورت' حاکم ہو یا محکوم' شاہ ہو یا گدا' امیر ہو یا غریب' عربی ہو یا عجمی' مسلمان ہو یا غیر مسلم ہر شخص امن وسلامتی کا متمنی بھی ہے اور متلاشی بھی۔ بلاشبہ مادی وسائل کی فراوانی اور دولت کی ریل پیل انسانی حاجات پورا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے لیکن سب سے بڑی دولت جو خوشگوار اور پر مسرت زندگی کی ضمانت دیتی ہے دولت امن وسلامتی ہے۔

صدر ذی وقار!

رسول اکرم' نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چونکہ رسالت عامہ اور عالمگیر رحمت کے ساتھ معبوث ہوئے' اسے لئے آپؐ کا پیغام امن پوری کائنات انسانیت کو محیط ہے اور یہ پیغام درحقیقت دعوت اسلام ہے۔ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اور یہ دین صرف انہی لوگوں کو پر امن زندگی کی ضمانت نہیں دیتا جو اسلام کی برتری کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے خلاف محاذ آرائی سے اجتناب کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ خالق کائنات نے انسانیت کی بھلائی' فلاح وبہبود اور امن وسلامتی کے لئے خود ایک نظام حیات دیا' جسے دین اسلام کہا جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی

ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

ترجمہ:۔ "بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہی ہے"۔

دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَیْسَ یُقْبَلُ مِنْہ۔

ترجمہ:۔ اور جو شخص اسلام کے علاوہ دین تلاش کرے وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

تیرے در کو چھوڑ کر ہم بے نوا جائیں کہاں
یا بتادے اور کوئی اپنے جیسا گھر ہمیں

(آغا حشر کاشمیری)

صدر محترم!

معاشرے کے وہ افراد جو اس نظام حیات کو اپنا لیتے ہیں' وہ اطمینان اور سکون کی لازوال دولت سے مالامال ہوجاتے ہیں اور وہ لوگ جو اسے اپناتے تو نہیں لیکن اس کی برتری کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے نفاذ میں سدراہ نہیں بنتے' وہ بھی دنیوی زندگی میں محفوظ وماموں ہو جاتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ قطعاً" امن کے لائق نہیں جو کائنات انسانیت کو ایسے نظام حیات سے بہرہ ور ہونے میں رکاوٹ بنتے ہیں جو امن و سلامتی' حقوق و فرائض 'عزت واحترام اور مساوات کا ضامن ہے۔

جناب صدر!

اللہ تعالیٰ نے جہاں دین اسلام کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنایا' وہاں داعی اسلام سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی رحمت و راحت کا پیکر بناکر بھیجا۔ یہی وجہ ہے کہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بھی امن وامان کے قیام میں آپؐ کی خدمات تاریخ انسانیت کا سنہرا باب ہے۔

حضور والا!

خانہ کعبہ کی تعمیر ہورہی ہے۔ جب دیوار حجراسود کے مقام تک پہنچی تو قبائل میں کشت وخون کا زبردست خطرہ پیدا ہوگیا۔ ہر قبیلہ حجراسود نصب کرنے کا اعزاز حاصل

کرنا چاہتا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے کٹ مرنے تک کی قسمیں کھائی جاتیں۔ ان حالات میں کوئی ایسی طاقت نظر نہیں آتی' جو بدامنی اور انتشار کی اس فضا کو بدلنے کے لئے آگے بڑھے' لیکن امن وسلامتی کے عظیم داعی رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھتے ہیں اور حکمت عملی سے اس فتنہ کا سر قلم کردیتے ہیں۔ اپنی چادر مبارک بچھاتے ہیں۔ اس میں حجراسود رکھا جاتا ہے' پھر حکم دیتے ہیں کہ اسے تمام قبائل کے نمائندے مل کر اٹھائیں۔ جب اس مقام تک پہنچتے ہیں' جہاں حجراسود کو نصب کرنا ہے تو خود اٹھا کر نصب کردیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امن عالم کا علم بلند کرنے والے رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت عملی سے اختلاف وانتشار کی بھڑک اٹھنے والی آگ بجھ جاتی ہے اور نیام سے نکلی ہوئی تلواریں واپس ہوجاتی ہیں۔

سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا
حقیقت کا گر ان کو اک اک بتایا
کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھا کر

(حالی)

صدر ذی شان!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہر سمت ظلم وستم کا دور دورہ تھا' خونریزی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اور کسی کی عزت وناموس محفوظ نہ تھی۔ قرآن پاک کے الفاظ۔" وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ" کے مطابق انسان جہنم کے کنارے پر پہنچ چکا تھا' لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لاکر انسانیت کو امن وآشتی کا مژدہ جانفزا سنایا اور انسانیت کو تازہ بلکہ یوں کہئے کہ صدیوں بعد پہلی بار زندگی عطا کی۔ قرآن پاک اسے فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا پس اللہ تعالی نے تمہیں جہنم سے بچالیا سے تعبیر کرتا ہے۔

تیرگی کو روکش مہر درخشاں کردیا
تونے جس کانٹے کو چمکایا گلستاں کردیا

اربابِ فکرودانش!

تفکر و تدبر کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امن عالم کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں' جب تک معاشرے کا ہر فرد بے خوف اور مطمئن نہ ہوجائے اور فرد کا سکون تب ہی ممکن ہے' جب اسے جان' مال اور عزت کا تحفظ حاصل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان تین چیزوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

المسلم اخوالمسلم لایخونه ولا یکذبه ولا یخذله کل المسلم علی المسلم حرام عرضه و ماله ودمه التقوی ههنا بحسب امری من الشران یحقر اخاه المسلم (ریاض الصالحین)

ترجمہ:۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس سے خیانت کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اسے رسواء کرتا ہے۔ ہر مسلمان کی عزت' مال اور خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ) تقویٰ یہاں ہے اور کسی آدمی کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔"

جگہ تہذیب نے وحشت کی لی عدواں کی ایماں نے
صداقت نے مٹایا کذب درد دل کو درماں نے

(نیاز فتح پوری)

سامعین مکرم!

اس حدیث میں جہاں یہ بات بتائی گئی ہے کہ انسان کو دنیا میں عزت مال اور جان کا تحفظ درکار ہے' وہاں اس بات کو بھی واضح کیا گیا ہے کہ مسلم معاشرے کے افراد ایک دوسرے کی عزت' مال اور جان کے تحفظ کے ذریعے معاشرتی امن قائم کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے کہ امن و سکون کی یہ لازوال دولت صرف ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے ہیں بلکہ اسلام تمام کائنات کے لئے باعث رحمت اور امن وسلامتی کا ضامن ہے۔ چونکہ ان تین چیزوں کی

حفاظت وہ بنیاد ہے جس پر امن کی عمارت قائم ہوتی ہے' اسلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے کمال ایمان کی نفی فرمائی ہے' جو ان تحفظات کو توڑتے ہیں۔

صدر گرامی قدر!

امن کو تہ وبالا کرنے میں سب سے بڑا کردار جنگ کا ہوتا ہے۔ لیکن اسلام نے جہاد فرض کرنے کے باوجود اس ضمن میں جو ہدایات دی ہیں' انہیں جاننے کے بعد کسی غیر متعصب شخص کے لئے اسلام پر ظلم وتشدد کا الزام دھرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اسلامی جہاد کا مقصد غیرمسلم اقوام کو جبراً" اسلام میں داخل کرنا یا ان کے امن وسکون کو تباہ وبرباد کرنا نہیں بلکہ غور سے دیکھا جائے تو یہ جنگ قیام امن کا باعث بنتی ہے اور یہ جہاد صرف ان لوگوں کے مقابلے میں لڑا جاتا ہے۔ جو معاشرتی امن کے دشمن ہیں اور اسلام کے عدل وانصاف پر مبنی نظام حیات کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ اور جو لوگ امن وسکون تباہ کرنے کے درپے نہیں ہوتے' اسلام ان کے خلاف محض اس بنیاد پر تلوار نہیں اٹھاتا کہ وہ غیر مسلم ہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔

زندگی تھی پا برہنہ چلچلاتی دھوپ میں
ہر بشر پر سایۂ بال ہما اس نے کیا

(محسن احسان)

صدر والا شان!

رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں کسی جنگ اور قتال کے بغیر اسلام کی دعوت دی اور مخالفین کی ایذاء رسانیوں پر صبر کیا صحابہ کرامؓ زخمی ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اپنے حالات کی شکایت کرتے اور جوابی کاروائی کی اجازت مانگتے لیکن آپؐ تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دیتے۔ کفار کی مخالفت یہاں تک پہنچ گئی کہ خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا گیا اور آپؐ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی' لیکن اسلامی نظام حیات کے دشمن اب بھی باز نہ آئے اور اس عادلانہ نظام کے

خلاف ریشہ دوانیاں جاری رہیں تو اب صرف اس بنیاد پر کہ کفار جارح اور مسلمان مظلوم ہیں جہاد کی اجازت دی گئی فتح اور نصرت کا وعدہ کیا گیا۔

جناب والا!

آج کی دنیا میں ہوس زر ممالک میں توسیع پسندی اور اقتدار کی شدید خواہش کے باعث بڑی طاقتوں نے چھوٹے ممالک کو غلام بے دام بنا رکھا ہے اور ظلم و ستم کی چکی میں انہیں جس طرح پیسا جارہا ہے' اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلام کے اصول جہاد کا جائزہ لیا جائے تو اسلام کے پیغام امن سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔

عام طور پر جب کسی قوم کو فتح حاصل ہوتی ہے تو وہ لوٹ مار ہتک عزت اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کرتی ہے اور ان کی جنگ کا مقصد بھی خواہشات کی تکمیل اور ہوس زر ہی ہوتا ہے لیکن اسلام نے اپنے ماننے والوں کو واضح الفاظ میں بتایا کہ اگر تمہیں کہیں لڑنا پڑے اور تم فتح حاصل کر لو' تو چونکہ تمہارا مقصد دولت کا حصول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کا نفاذ ہے لہٰذا نہ تو کسی پر ظلم کرو اور نہ لوٹ مار کرو۔

حضور والا!

مخالفین اسلام مستشرقین کا پروپیگنڈہ ہے کہ اسلام کا پھیلاؤ قوت شمشیر کا مرہون منت ہے قطع نظر اس کے کہ خود غیر مسلم مورخین اور محققین اس الزام کو غلط قرار دے چکے ہیں تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے با آسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا تو وہ علاقے جہاں کبھی لڑائی کی نوبت تک نہیں آئی وہاں کروڑوں کی تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ انڈونیشیا میں گیارہ کروڑ' ملایا میں ایک کروڑ جزائر بحرالکاہل میں اسی لاکھ' چین میں آٹھ کروڑ اور سیاہ افریقہ میں بائیس کروڑ مسلمان کہاں آگئے۔ یقیناً" یہ ان صوفیاء دیانت دار تاجروں اور راست باز مسافروں کا حسن کردار تھا جنہوں نے وہاں اسلام کا پیغام امن پہنچایا۔

اک وہی شمع نبوت جو ضیا بار ہوئی
ساری تاریک فضا مطلع انوار ہوئی

(جگر مراد آبادی)

صدر عالی وقار!

اس وقت دنیا میں امن واماں کی جو صورت حال ہے وہ کسی بھی حساس اور درد مند انسان سے مخفی نہیں۔ قیام امن کے لئے سلامتی کونسلیں بنائی جاتی ہیں' قواعد وضوابط مرتب کئے جاتے ہیں' لیکن ملک گیری کی ہوس اور احساس برتری کے سامنے ان قوانین وقواعد کا کوئی بس نہیں چلتا۔ یہی ضوابط آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے دیئے تھے اور ان پر عمل بھی کیا گیا' لیکن آج قوت نافذہ مفقود ہے' جو ان پر عمل کی راہ ہموار کرے' یقیناً" وہ قوت نافذہ اسلام سے وابستگی یاکم ازکم اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنے ہی سے حاصل ہوسکتی ہے اور یہ قوت اس بات کا احساس کرنا ہے کہ دوسروں کی عزت وناموس اور جان کو اپنی عزت وناموس اور جان کی طرح سمجھا جائے۔

سامعین گرامی قدر!

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام امن عالمگیر ہے' مسلمان کی طرح ہر اس غیر مسلم کی جان ومال اور عزت وآبرو قابل احترام ہے' جو اسلامی نظام حیات کے خلاف ریشہ دوانیوں سے باز رہتا اور اس ضابطہ حیات کی برتری کو تسلیم کرتا ہے۔ آج کے دور میں جب امن وسلامتی کا مسئلہ سنگین ہوچکا ہے' جیواور جینے دو کی بنیاد پر اسلام کے سنہری اصولوں کو سامنے رکھ کر امن عالم کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔

وہی ہے اپنا آقا اور وہی مالک ہمارا ہے
اسی کا دین ودنیا میں فقط ہم کو سہارا ہے

(نیاز فتح پوری)

سرور کونینؐ کی فصاحت وبلاغت

اے تو کہ عرش وفرش پہ ہے فائز المرام
قرطاس دو جہاں پہ ترے نقش ہیں دوام
آئینہ دار حکمت وعرفان وآگہی!
امی لقب نبیؐ ہے مگر جامع الکلام

صدر ذی وقار وحاضرین والا تبار!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں منعقد ہونیوالی اس یادگار اور بابرکت محفل میں مجھے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے' اس کا موضوع ہے۔

"سرور کونین کی فصاحت وبلاغت"۔

صدر عالی مرتبت!

تاریخ شاہد ہے کہ انسانی قیادت کا راز حسن خطابت میں پوشیدہ ہے جو بہتر طریقہ سے بات سمجھا سکا' لوگوں نے اسے آگے بڑھا دیا۔ جس نے تقریر کا جادو جگایا' اس کو عوام نے اپنا لیڈر بنایا۔ جو بہترین طریقے سے ترجمانی کا حق ادا کرسکا' قوم نے اسی کے سر پر سربراہی کا تاج سجایا۔ ارتقائے اختصار کا پرچم لہراتا ہوا آگے بڑھتا رہا ہے۔ الغرض خوش کلامی نے ہر قوم وملت سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔

بنوگے خسرو اقلیم دل' شیریں زباں ہوکر
جہانگیری کرے گی یہ ادا نور جہاں ہوکر

صدر ذی شان!

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جس زمانے میں جس چیز کا زور شور ہوتا ہے اسی کے مطابق اصلاح معاشرہ کے لئے اس دور کے پیغمبر کو معجزہ خاص عطا ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا بڑا زور تھا' سحر سامری بہت مشہور تھا' چنانچہ اس دور کا جادو توڑنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو عصائے موسوی عطا ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب وحکمت کا دور دورہ تھا' تو آپ کو "اعجاز مسیحائی" سے نوازا۔

صدر محترم!

حضرت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دور آیا تو دنیا حسن بیان سے آراستہ اور زیور کلام سے پیراستہ ہو چکی تھی۔ خاص طور پر عرب اپنی زبان دانی اور جادو بیانی کے سبب ساری دنیا کو عجم یعنی گونگا کہتے تھے۔ چنانچہ عربوں کی زبان وبیان کے صنم خانے کو ڈھانے کے لئے قدرت نے اعجاز قرآن سے کام لیا' اور صاحب قرآن کو فصاحت وبلاغت کے حسن وجمال سے آراستہ وپیراستہ کیا۔ اس طرح خالق نطق وبیان نے اپنے نبیؐ آخرالزماں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سرزمین عرب پر افصح العرب بنا کر بھیجا۔ چنانچہ آپؐ سب سے زیادہ فصاحت وبلاغت کے مالک تھے۔ دراصل فصاحت وبلاغت کلام کی خوبیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کا کلام' زبان وبیان کی خوبیوں سے آراستہ ہوا کرتا تھا' مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ وصف خاص بدرجہ اولیٰ عطا ہوا تھا۔

الفاظ آیتیں ہیں' تو فقرے ہیں سورتیں
گویا کہ بولتا ہوا قرآں ہیں مصطفےؐ

صدر محترم!

سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زبان کھولی تو معرفت کا نور برسنے لگا۔ آپ نے بیان فرمایا تو فصاحت وبلاغت کے چشمے ابلنے لگے۔ جلالت ' خطابت آپؐ پر نثار' طاقت بیان آپؐ پر قربان۔ صنعت ایجاز واختصار آپؐ کے وجدان کا صدقہ۔ حسن ترکیب وجدت ترتیب آپؐ کی افکار کی زکوٰۃ۔ منتخب حروف اور موزوں الفاظ غلام تھے کہ آپؐ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہا کرتے تھے۔ خوش کلامی اور شگفتہ بیانی کنیزیں تھیں کہ حاشیہ برداری میں آپؐ کے پیچھے پیچھے چلا کرتی تھیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ حضرت نبی امی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ انا افصح العرب۔ میں عرب کا فصیح ترین شخص ہوں"۔

تو عرب کا ہے فصیح کون سوائے تیرے
بات پھولوں میں کرے چاند سخن میں رکھ دے

(پروفیسر سید منصور احمد خالد)

جناب صدر!

سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول مبارک کو نہ تو آپ کی زندگی میں کوئی چیلنج کرسکا اور نہ آج تک کسی میں یہ جرات پیدا ہوسکی۔ ظاہر ہے کہ جس کے حسن بیان کی خالق نطق وبیان نے خود قسم کھائی ہو' اس کے کلام فصاحت نظام کے مقابل بھلا کون آسکتا ہے!

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا' نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا' تیرے شہرو کلام وبقا کی قسم

جناب والا!

حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعجاز کلام نے سخندان عرب کے علم وادب کی بساط الٹ کر رکھ دی۔ آپؐ نے توحید کا وہ نغمہ جانفزا چھیڑا کہ عرب کی مردہ روایات کا جنازہ نکل گیا۔ کفار کے فرسودہ خیالات ماضی کے تاریک غاروں میں دفن ہو کر رہ گئے۔ آپؐ کی تعلیمات سرمدی سے زبان کے جادوگروں اور بیان کے سامریوں کا طلسم ہوش ربا ٹوٹا حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصاحت وبلاغت کی وہ بلندیاں عطا ہوئیں کہ اس کے آگے فن وادب کی کوئی معراج کمال باقی نہ رہی۔

عرش تک تو خیالوں نے سمجھا انہیں
ختم آگے تخیل کی حد ہوگئی

ارباب دانش!

سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق بیان میں وہ تاثیر تھی کہ ادھر دہن مبارک سے کوئی کلمہ حق نکلا اور ادھر کئی دشمن جان نور ایمان سے سرفراز ہو کر آپؐ کے بے دام غلام بن گئے۔ احادیث مبارکہ میں یہ بات تواتر سے آئی ہے کہ آپؐ نہایت شیریں زبان اور فصیح بیان تھے۔ جو کوئی آپؐ کا کلام سنتا' دیوانہ ہو جاتا۔

تاثیر برق حسن جو ان کے سخن میں تھی
اک لرزش خفی مرے سارے بدن میں تھی

(حسرت موہانی)

چنانچہ ایک موقع پر آپؐ نے کفار مکہ کے سامنے سورہ النجم کی تلاوت کی۔ ابھی آپؐ نے اس پر چند الفاظ ہی کہے تھے کہ سننے والے اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور بے

ساختہ سجدے میں گر پڑے۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادیؑ
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

(مولانا حالی)

صدر محترم!

انہی عرفانی تجلیوں اور نورانی و اردات کے سبب سیہ بخت کفار آپکو دیکھ کر اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیا کرتے تھے۔ کہ کہیں نبیؑ امی کی آواز حق ان کے محروم کانوں میں نہ پڑ جائے۔ اور کہیں اسے سن کر اثر و تاثیر کی نورانی بجلیاں ان کے تاریک دلوں پر نہ ٹوٹ پڑیں اور امر واقعی بھی یہی تھا کہ آپؑ کے مواعظ حسنہ کے مسحور کن انداز میں اثر و تاثیر کی بجلیاں کوندا کرتی تھیں۔ چنانچہ غزوہ حنین کے موقع پر مال غنیمت تقسیم ہوا تو انصار کے بعض نوجوانوں نے شکایتاً کہا کہ "حضور علیہ السلام نے قریش کو زیادہ دے دیا اور ہمیں کم دیا۔"

شنیدہ شنیدہ یہ بات حضورؑ تک پہنچی تو آپؑ نے انصار کو طلب فرمایا اور حقیقت حال معلوم کی۔ انصار نے عرض کی کہ "حضورؑ! بعض نوجوانوں سے واقعی یہ غلطی سرزد ہوئی ہے لیکن ہم ان سے قطعی متفق نہیں۔" اس پر آپؑ نے انتہائی موثر اور دلگداز انداز میں خطاب فرمایا۔

"اے جماعت انصار! تم مجھے ملے تھے تو کیا تم گمراہ نہیں تھے! پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت دی۔ تم میں انتشار و افتراق تھا' اللہ نے میرے ہاتھوں تمہیں مجتمع کیا تم بے زر تھے' اللہ نے میری وجہ سے تمہیں غنی کر دیا۔"

اس کے بعد حضوپاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس پر زور خطابت ختم ہے آپ نے فرمایا۔ "اے انصار! کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اور لوگ تو محض اونٹ بکریاں لے جائیں اور تم اپنے ساتھ محمد رسول اللہ کو لے جاؤ۔" یہ سننا تھا کہ تمام انصار چیخ اٹھے۔ "یا رسولؐ اللہ! ہم اس پر راضی ہیں۔"

صدر گرامی قدر!

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خدا داد فصاحت و بلاغت سے "عربی

خطابت" کو اس عروج و کمال تک پہنچا دیا کہ عرب کے تمام ادیب و خطیب مل کر بھی اس کو اس مقام بلند تک نہ پہنچا سکے۔ چنانچہ آپؐ کے خطبات موعظت کے علاوہ خطبات جہاد' خطباب فتوحات خطبات خلافت' خطبات تعزیت اور خطبات نکاح وغیرہ اسلام اور عربی زبان کا شاہکار ہیں۔ ؎

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ' تیرے محیط میں حباب

(علامہ اقبال)

جناب صدر!

حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کے ارشادات عالیہ فکر و ادراک کا نیا شعور اور نئی روشنی لائے کہ صدیاں گزر گئیں مگر وہ آج تک درخشندہ و تابندہ ہیں۔ کوئی کلام آ کر ان کی اہمیت کو کم نہ کر سکا۔ گویا آپؐ کا حسن کلام سدا بہار ہے' فصاحت و بلاغت آپؐ کے نطق و بیان پر وجد کرتی ہے۔ یہ خوبیاں آپؐ کے چھوٹے چھوٹے فقروں ہی میں نہیں پائی جاتیں بلکہ آپؐ کے طویل خطبوں میں بھی یہی حسن کاری جلوہ گر ہے۔ دنیا کے مشہور و معروف خطبہ حجتہ الوداع ہی کو لیجئے۔ اس میں آپؐ نے بہت سے احکامات دیئے ہیں لیکن یہاں حکم دینے کا ایسا نرالا انداز اختیار کیا گیا ہے کہ جس سے تبلیغ وہدایت میں شگفتگی پیدا ہو گئی ہے چنانچہ آپؐ نے سوال کیا۔ "جانتے ہو آج کونسا دن ہے؟" حاضرین نے عرض کیا۔ "اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔" فرمایا "آج یوم الحرام ہے۔" پھر پوچھا۔ جانتے ہو یہ کونسا شہر ہے؟ "یہ بلد الحرام ہے۔" پھر سوال کیا "جانتے ہو یہ کونسا مہینہ ہے؟۔ "یہ ماہ حرام ہے۔"

اس طرح جب دن' شہر اور مہینہ کی حرمت کا احساس دلوں میں جاگ گیا تو پھر آپؐ نے فرمایا۔ "اللہ نے مسلمانوں کے خون' مسلمانوں کے مال اور مسلمانوں کی آبرو کو مسلمانوں پر اسی طرح حرام کیا ہے جس طرح اس دن اس مہینے اور اس شہر کی حرمت ہے۔ دیکھو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگو۔"

ارباب دانش و فکر!

معلوم ہوا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں انوکھا پن اور انداز

بیان میں چونکا دینے والی کیفیت ہوتی تھی۔ لیکن الفاظ کا گورکھ دھندا نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ آپؐ کا مقصد مضمون کو ذہن نشین کرانا ہوتا تھا جس کے لئے آپؐ اچھوتا اسلوب اور دلنشین انداز بیان اختیار فرماتے تھے جسے سن کر لوگ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔

سامعین گرامی قدر!

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حسب حال گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ہر شخص سے اس کے ذہن کے مطابق بات کرتے۔ زبان نبوت کا یہ اعجاز تھا کہ سب کچھ بروقت فطری انداز میں بے تکلفانہ ادا ہوتا چلا جاتا تھا۔ آپؐ کے ایک ایک جملے میں وہ رنگینی و شادابی پائی جاتی ہے جس کے آگے بہار گلستان شرماتی ہے۔

تم جو گویا ہوئے تو پھول جھڑے
غنچہ سے منہ میں رنگ لائی بات

(آتش)

صدر ذی شان!

حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کلام فصاحت نظام میں "درمیانہ روش" اختیار فرماتے تھے ہمیشہ اعتدال سے کام لیتے' میانہ روی کا دامن کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ آپؐ اپنے خطبوں میں "موزوں الفاظ" اور جچا تلا مگر نہایت موثر انداز بیان اختیار فرماتے تھے۔ آپؐ کے خطبے مختصر مگر جامع ہوا کرتے تھے البتہ کبھی کبھی کسی خاص موقع پر آپؐ اپنے خطبے کو طویل بھی کر دیا کرتے تھے۔ لیکن یہ طول لوگوں کی بیزاری کا باعث کبھی نہ بنا اور نہ کبھی کوئی بات ضرورت سے زائد محسوس کی گئی۔ بقول علامہ رافعی آپؐ کا کلام بناوٹ سے خالی' تکلف سے پاک' تفصیل کی جگہ تفصیل' اختصار کی جگہ اختصار۔ گویا آپؐ کا کلام اقتضائے حال کے عین مطابق ہوتا تھا۔"

(اعجاز القرآن)

سیدھی سیدھی روش پر کروڑوں درود
سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ)

انقلاب رحمت

آفاق پہ سایہ ہے تیرے ابر کرم کا
اے روح سخا' جان عطا رحمت عالمؐ
پھیلا ہوا ہر ایک کا دامان طلب ہے!
ہر ایک تیرے در کا گدا' رحمت عالمؐ

(حافظ لدھیانوی)

صدر عالی مرتبت وحاضرین گرامی منزلت!!

آج کی اس یادگار اور پروقار محفل میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے۔ اس کا موضوع ہے۔ "انقلاب رحمت"

صدر عالی قدر!

حضور اکرم' نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کوئی قصہ کہانی نہیں ہے' وہ محض ایک فرد کی داستان بھی نہیں بلکہ وہ فی الحقیقت ایک ایسے عظیم اور پاکیزہ انقلاب کی کہانی ہے' جس کی مثال تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس انقلاب کی روئیداد کا مرکزی کردار خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلند وبالا اور ارفع و اعلیٰ شخصیت ہے۔ باقی کے تمام کردار' خواہ وہ سیدنا ابوبکرؓ عمرؓ ہوں یا عثمانؓ وعلیؓ جعفرؓ طیار ہوں یا سید الشہداء جناب حمزہؓ وہ بلال حبشیؓ ہوں یا عمارؓ ویاسرؓ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہوں یا سیدہ عائشہ صدیقہؓ سب سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تابندہ ودرخشندہ نقوش ہیں۔

ہے ذرہ ذرہ انؐ کی تجلی کا اک سراغ
آتی ہے پھول پھول سے نکہت حضورؐ کی

(احسان دانش)

جناب صدر!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نعوذ باللہ) نہ تو تارک الدنیا راہب تھے اور نہ ایک محدود بے ضرر سا دھرم یا مت سکھانے آئے تھے۔ اور نہ ہی آپ کے ذمہ محض پوجاپاٹ کے طریقے بتانے اور چند اخلاقی نصیحتیں کرنے کا کام تھا بلکہ قرآن پاک

کی توضیحات کے مطابق آپ کی بعثت کا مقصد فقط یہ تھا کہ خدا پرستانہ حکمت اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ کر کے آپؐ ایک ایسی جماعت کھڑی کریں' جو آپ کی قیادت میں بھرپور جدوجہد کر کے دین برحق کو ہر دوسرے نظریے' فلسفے اور مذہب کے مقابلے میں پوری انسانی زندگی پر غالب کردے۔ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

صدر محترم!

اوائل اسلام کے دور پر نگاہ ڈالئے۔ حضور اکرم' نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کام کے حوصلہ شکن ابتدائی دور میں پورا شعور تھا کہ وہ کیا کرنے چلے ہیں۔ دعوت کا کام شروع کرنے کے جلد ہی بعد خاندان بنو ہاشم کو کھانے پر جمع کیا اور اس موقع پر خطاب کرتے فرمایا کہ "جو پیغام میں تم تک لایا ہوں' اگر تم قبول کر لو' تو اس میں تمہاری دنیا کی بہتری بھی ہے اور آخرت کی بھلائی بھی"

پھر ابتدائی دور کشمکش میں مخالفین سے آپ نے فرمایا کہ "بس یہ ایک کلمہ ہے' اسے اگر قبول کر لوتو اس کے ذریعے تم سارے عرب کو زیر نگیں کرلوگے اور سارا عجم تمہارے پیچھے چلے گا"۔ الغرض واقعات وشواہد سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے سامنے اخوت ومساوات' عدل وانصاف اور امن وسلامتی کے ایسے نظام کا نقشہ تھا' جس میں کمزور اور تنہا فرد بھی ظلم وضرر سے محفوظ ہو۔

حضور والا!

یہ تھی وہ منزل' جہاں تک پوری انسانیت کے قائد' ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے اس معاشرے کو پہنچانے کے لئے عمر بھر کوشش کی' جو جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ جو نظم وضبط سے یکسر محروم تھا' جو جرائم کی جولا نگاہ بنا ہوا تھا اور جس کے اجڈ اور اکھڑ لوگ آپس میں لڑ بھڑ کر اپنی قوت وطاقت برباد کر رہے تھے۔

سامعین ذی شان!

محمدیؐ انقلاب کی اساس کلمہ طیبہ پر تھی' یعنی اس کائنات اور تمام بنی نوع انسان کا صرف ایک ہی الٰہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ پوجا صرف اسی کی ہوگی' حکم اور قانون اسی کا چلے گا' حاجات اسی سے مانگی جائیں گی' دعائیں اسی سے کی جائیں گی' نذریں اسی کے سامنے پیش کی جائیں گی' اعمال کا حساب کتاب لینے والا اور جزا وسزا دینے والا وہی

ہے۔ زندگی ' موت' صحت' رزق' امن اور عزت سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔ زندگی میں اور کوئی الٰہ نہ ہوگا۔ کسی بادشاہ۔ حکمران' خاندان' دولتمند پروہت' پادری' نمبردار' چودھری بلکہ خود کسی شخص کے اپنے نفس کی خدائی بھی نہیں چلے گی۔

جناب صدر!

'اس انقلابی کلمے میں نظام عدل ورحمت کا وہ شجرہ طیبہ ظہور پذیر ہوا جسکی شاخیں فضاؤں میں پھیل گئیں اور جڑیں زمین میں اتر گئیں' جس کی چھاؤں دور دور تک پھیل گئی اور جس کے فکری' تہذیبی اور اخلاقی برگ وبار کا کچھ حصہ ہر قوم اور معاشرے تک پہنچا۔

چلتے پھرتے سایوں کو دیں زندگی کی لذتیں
ہر بشر پر سایہ بال ہما اس نے کیا!
علم کا سورج اچھالا' جہل کی تنسیخ کی
ذہن کے ہر بند دروازے کو وا' اس نے کیا

حضور والا!

محمدیؐ انقلاب کی حیرت انگیزی ملاحظہ ہو کہ جس نے آپ کے پیغام کو قبول کیا' اسکی ساری ہستی بدل گئی' اس کے ذہن کی ساخت' اس کے افکار وجذبات' اس کا ذوق اور دلچسپیاں' اسکی دوستیاں اور دشمنیاں' اس کے اخلاقی معیار سب کے سب بدل گئے۔ چور اور ڈاکو آئے تو لوگوں کے مال و اسباب کے نگہبان بن گئے۔ زانی آئے تو لوگوں کی عصمتوں کے رکھوالے بن گئے۔ سود کھانے والے آئے تو وہ اپنی کمائی خدا کے دین اور مخلوق خدا کی خدمت میں لٹانے لگ گئے۔ کبر کے مجسمے آئے تو عاجزی کا نمونہ بن گئے' جاہل آئے تو آسمان علم وفن پر کمندیں ڈالنے لگے۔ اونٹوں کے چرواہے انسانوں کے شفیق گلہ بان بن گئے' لونڈیوں اور غلاموں کے پسے ہوئے طبقے سے وہ غیور اور شجاع ہستیاں نمودار ہوئیں' جن پر دشمنوں نے ظلم وستم کے سارے حربے آزما ڈالے مگر ان کے ضمیر کو بدلنے اور ان کے ایمان کو شکست دینے میں قطعاً" کامیاب نہ ہوسکے۔

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کردیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر، اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

(ہری چند اختر)

عزیزان من!

انقلاب رحمت کے ان رضا کار سپاہیوں میں ڈسپلن اور نظم وضبط ایسا بے مثال تھا کہ حالت نماز میں انہیں تحویل قبلہ کا حکم ملا تو انہوں نے فوراً" اپنے رخ بیت المقدس سے کعبہ مشرفہ کی طرف پھیر لئے۔ ان کے لئے شراب حرام کی گئی تو انہوں نے منہ کے ساتھ لگے ہوئے پیالے تک الگ کر کے پھینک دیئے، ان کی خواتین نے نطق رسولؐ سے جب حکم حجاب سنا تو اس میں مین میخ نکالنے کے بجائے فوراً" اپنے سروں، سینوں اور زینتوں کو ڈھانپ لیا۔ ان میں سے اگر کسی مرد یا عورت سے خدا و رسولؐ کے احکام کے خلاف کوئی جرم سرزد ہوگیا تو اپنے جرم کے اقراری بن کر خود پیش ہوئے اور اصرار کیا کہ ان پر سزا نافذ کرکے انہیں حضورؐ پاک فرمادیں۔ ان سے چندہ طلب کیا گیا تو کسی نے گھر کا سارا سامان لاکر مسجد میں ڈھیر کر دیا، کسی نے سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطاریں کھڑی کردیں اور کسی مزدور نے دن بھر کی محنت کی کمائی ہوئی چند کھجوریں پیش کردیں۔

جناب صدر!

پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہذیب انسانی پر ایک بڑا احسان یہ ہے کہ آپ نے تمام رشتوں اور رابطوں کو محکم بنیادوں پر استوار کیا۔ ایک دوسرے کی باہمی ذمہ داریاں واضح کیں۔ سب کے حقوق و فرائض متعین کئے اور اپنے مثالی نمونے سے معاشرے میں والدین اور بھائی بہنوں، میاں بیوی، استاد وشاگرد، امیروغریب، پڑوسی اور ہمسفر، حاکم اور رعیت کے ربط و تعلق کو احسن شکل دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو لاکھ مربع میل تک وسیع ہوگئی۔ جس میں کوئی طبقاتی کشمکش نہ تھی، جس میں نسب کے فخر اور

نسل کی عصبیت کا کاخاتمہ ہوگیا۔ جس میں امیروغریب اور عالم وجاہل بھائی بن گئے' جس میں جرائم نہ ہونے کے برابر تھے جس میں لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرنے والے' سرکاری مال اور فرائض میں خیانت کرنے والے اور رشوتیں سمیٹنے والے نہ تھے' جس میں ہر کوئی دوسرے کے کام آتا تھا اور اپنے بھائی کو سہارا دیتا تھا۔

دنیائے کیف وکم کی طبیعت بدل گئی
الفت میں خوں کے پیاسوں کی نفرت بدل گئی
انساں تو کیا' وحوش کی عادت بدل گئی
آیا وہ انقلاب کی قسمت بدل گئی
چمکے سحر کے رنگ' رخ شام ڈھل گئے
انوار مصطفےؐ سے درو بام ڈھل گئے

(انور جمال)

صدر والا قدر!

اس انقلاب کا پیغام قبول کرانے کے لئے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔ کسی کو جیل میں نہیں ڈالا گیا۔ کسی کی پیٹھ پر تازیانے نہیں برسائے گئے بلکہ اس انقلاب کی روح محبت انسانیت تھی مکی دور میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گالیاں سن کر' طعن وطنز کا ہدف بن کر' مار کھا کر اور تین سال تک خاندان سمیت شعب ابی طالب میں نظر بند رہنے کے باوجود نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ' نرمی اور پیار کے ساتھ دعوت اسلام دی۔ آپ کے رفقاء کو تپتی ریت پر لٹایا گیا' ان کے سینوں پر پتھر رکھے گئے' ان کی پیٹھوں کے نیچے دہکتے انگارے ٹھنڈے ہوگئے۔ کسی کے گلے میں رسی ڈال کر گلیوں میں گھسیٹا گیا۔ کسی کو تازیانے مار مار کر ادھ موا کردیا گیا۔ مدینہ میں بھی یہودیوں کی شرارتوں اور منافقین کی غداریوں کا سامنا کرنا پڑا۔

سامعین مکرم!

غزوات میں نبی امن ورحمتؐ نے ایک طرف ایسی تدبیریں اختیار کیں کہ دشمن کے کم سے کم افراد ہلاک ہوں تو دوسری طرف عرصہ پیکار کے لئے بھی اعلی درجے کے ضابطے نافذ کر کے دکھائے۔ نو سال کی جنگی کاروائیوں میں دشمن کے پانچ سو انسٹھ افراد

ہلاک ہوئے' جبکہ مسلمانوں کا کل جانی نقصان دوسو انسٹھ ہے۔ کیا دنیا کا کوئی مہذب انقلاب اتنے کم جانی نقصان کے ساتھ اتنے بڑے تغیر کی مثال پیش کر سکتا ہے۔

جناب والا!

آیئے ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیغام' حضورؐ کے ذکر و عبادت' حضورؐ کے اخلاق' حضورؐ کی تنظیم' حضورؐ کے طریق کار اور حضورؐ کی حکمت عملی کو سمجھ کر اپنے آپ کو اس امر کے لئے تیار کریں کہ پہلے اپنے اندر محمدیؐ انقلاب کا آغاز ہو اور پھر ہم نہ صرف ملک اور معاشرے کو بلکہ پوری نوع انسانی کو محمدیؐ انقلاب کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ مند کریں' صراط مستقیم یہی ہے کہ حضور اکرمؐ' نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کیلئے پیشوا' قائد اور اسوہ کامل تسلیم کریں۔

ہے کرشمہ آپؐ کے فیضان کا
رہ گیا قائم بھرم انسان کا
دین کا' ایمان کا' قرآن کا!
ذکر کیجئے کون سے احسان کا

(عاصم گیلانی)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ناوک ہے مسلماں، ہدف اس کا ہے ثریا
ہے سر سرا پردہ جاں، نکتہ معراج
تو معنی و النجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مدو جذر ابھی چاند کا محتاج

(اقبالؒ)

صدر ذی وقار و حاضرین والا تبار!!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پروقار اور یادگار تقریب میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے اس کا موضوع ہے۔

"معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

صدر عالی مرتبت!

معجزہ معراج کا شمار نبی کریم علیہ التحیتہ والتسلیم کے خصائص کبریٰ میں ہوتا ہے معراج عروج سے مشتق اسم آلہ ہے، جس کا معنی ہے زینہ یا سیڑھی، عرف عام میں معراج سے مراد ہے نبی آخر الزماں، قبلہ قدسیاں، باعث تخلیق کل جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک وہاں سے آسمانوں تک اور وہاں سے عرش و کرسی تک تشریف لے جانا اور اپنے رب کے حسن ازل، عرش و کرسی، جنت و دوزخ کا مشاہدہ کر کے اتنی سی دیر میں واپس آ جانا کہ۔

زنجیر بھی ہلتی رہی، بستر بھی رہا گرم
تا عرش گئے اور چلے آئے محمدؐ

صدر محترم!

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

"ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات' جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک' بابرکت بنا دیا ہم نے جس کے ارد گرد کو' تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں' بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا۔

صدر محترم!

آیت کا آغاز "سبحان" کے کلمے سے کیا گیا۔ یہ سبح یسبح تسبیحا" باب تفعیل کے مصدر کا علم ہے۔ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقائص سے مبرا اور منزہ ہے ۔ سبحان کے کلمہ سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقص' کمزوری اور بے بسی سے پاک ہے۔ اس کے لئے دلیل کی ضرورت تھی' بطور دلیل ارشاد فرمایا اَلَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے محبوب بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں اتنا طویل سفر طے کرایا اور اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات دکھائیں جو ذات اتنے طویل سفر کو اتنے قلیل وقت میں طے کرا سکتی ہے واقعی اس کی قدرت بے پایاں اور اس کی عظمت بیکراں ہے اور اس کی کبریائی پر کسی کمزوری اور بے بسی کا کوئی داغ نہیں ۔۔۔۔ تو جس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سبحانیت کی دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے وہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی بڑا اہم ' عظیم الشان اور محیرالعقول واقعہ ہو گا۔

حضور والا!

واقعہ معراج نبوت کے بارہویں سال کے عین وسط میں رجب المرجب کی ستائیسویں شب کو روپذیر ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب اس عداوت و عناد کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے جو اس دن بھڑکی تھی جب حضور پر نور علیہ التحیۃ والتسلیم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قریش مکہ کو جمع کیا اور فرمایا: قُوۡلُوۡا لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تفلحوا۔ "کہہ دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ' فلاح پاؤ گے"۔ یہ دعوت دینے کی دیر تھی کہ قریش مکہ کی طرف سے غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی' پھر کیا تھا۔ ہر آنیوالی گھڑی میں اس کی شدت وحدت بڑھتی ہی چلی گئی۔ ہر طرف سے مصائب و آلام کا سیلاب اٹھ آیا اور رنج والم کا یہ اندھیرا دن بدن گھرا ہی ہوتا چلا گیا۔ اس تاریکی

وظلمت میں آپ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وجود آپ کے لیے باعث طمانیت ہوا کرتا تھا اور آپ کے چچا حضرت ابو طالب اس سیلاب بلاکشی کے سامنے ہمیشہ ایک فولادی قلعہ ثابت ہوتے تھے۔ لیکن بعثت نبویؐ کے دسویں سال آپ کے شفیق چچا نے وفات پائی' اس صدمہ جانکاہ کا زخم ابھی مندمل نہ ہوا تھا کہ آپکی مونس وغمخوار ہمدم' رفیقہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ کفار مکہ کو اب ان کی اذیت ناک کاروائیوں سے روکنے والا کوئی نہ تھا' اس لئے اب ان کی ایذاء رسانیاں ناقابل برداشت حد تک تجاوز کر گئیں۔

صدر محترم!

حضور اکرم' نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے' لیکن وہاں کے لوگوں نے جو ظالمانہ برتاؤ کیا' اس نے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا' ان حالات میں جب بظاہر کوئی مددومعاون نہ رہا' ظاہری اسباب سب ختم ہو چکے تو رحمت الٰہی نے اپنی عظمت وکبریائی کی نشانیاں دکھانے کے لئے اپنے محبوبؐ کو عالم بالا کی سیر کے لئے بلایا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے رب کریم کی تائید ونصرت پر حق الیقین ہو جائے اور حالات کی ظاہری ناسازگاری آپ کو کسی طرح پریشان نہ کرسکے۔ اب غور فرمایئے کہ سفر اسریٰ کے لئے اس سے بڑھ کر موزوں ترین وقت اور کونسا ہو سکتا تھا۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

(مولانا احمد رضاخاں)

جناب صدر!

کون جانتا تھا کہ حطیم کعبہ سے شروع ہونیوالے سفر کی منزل لامکاں کی وسعتیں ہیں۔ سرور کائنات سیاح لامکاں سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوق ملاقات الٰہی سے سرشار ہیں۔ یہ سفر محب ومحبوب کے وصال کا ذریعہ ہے۔ سفر کے اس مرحلے کا اختتام مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ سبحان اللہ! کیا نظارہ ہے۔ مسجد اقصیٰ میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام جلیل القدر انبیاء صفیں

باندھے' نظریں جمائے منتظر ہیں' حضور اکرم علیہ السلام کی سواری مبارک رکی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سواری کو دیگر انبیاء کرام کی سواری کے ساتھ باندھا۔ آپ مجمع انبیاء میں تشریف لے گئے۔ تمام انبیاء کرام کو اشتیاق ہے کہ آج مصلّٰی امامت پر کون جلوہ افروز ہوتا ہے کہ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بازو مبارک پکڑا اور مصلّٰی امامت پر کھڑا کر دیا۔ مرحبا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ تمام نفوس قدسیہ نے آپکی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ گویا عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے میثاق کو پورا کر دکھایا۔

حاضرین محترم!

پھر فضا کی وسعتوں اور آسمانوں کی بلندیوں کا سفر شروع ہوا۔ اس مقام کے لئے سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ثمہ عرج بی الی السماء "پھر مجھے آسمانوں کی طرف بلند کیا گیا۔" زمینی سیر کے بعد یہاں سے معراج شروع ہوتا ہے۔ آسمانوں پر انبیاء کرام سے پھر ملاقات ہوئی۔ ہر نبی نے مرحبا کہا۔ درود وسلام کے پھول نچھاور کئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نعتیں پڑھیں۔ قدرت کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے۔ سواری رک گئی۔ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ عرض کی حضورؐ! اس مقام کا نام سدرہ المنتہیٰ ہے۔ سلسلہ کائنات اور کون ومکاں کی آخری حد ہے۔ اس سے آگے کسی ذی روح مخلوق کا گزر نہیں ہے آپ نے پوچھا۔ آگے کہاں جانا ہے؟ عرض کی۔ آقا! میری حد یہاں تک ہے۔ میں اس سے آگے سرمو بھی بڑھا تو جل کر خاک ہو جاؤں گا۔

اگر یک سرموئے برتر پرم
فروغ تجلّٰی بسوزد پرم

(شیخ سعدی)

ارباب دانش!

محبوب خدا علیہ التحیتہ والثناء نے آگے قدم بڑھایا۔ عشق ومحبت میں ڈوبی آواز آئی ادن منی یا حبیب۔ "اے حبیب! میرے قریب آیئے۔ صدائیں بلند ہوتی رہیں اور سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر جاری رہا۔

یہاں پر عقل انسانی اس کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ سدرہ المنتہیٰ کے آگے اس سفر کے تیسرے مرحلے پر آپؐ کہاں گئے۔ کیونکہ وہاں نہ کوئی جہت تھی نہ مکاں تھا وہاں پر خلف تھا نہ امام تھا' شمال تھا نہ یمن تھا' تحت تھا نہ فوق تھا' بلکہ وہاں تو زمانہ ہی نہ تھا حضرت علامہ اقبال نے عالم تصورات سے سفر معراج شروع کیا اور سدرہ المنتہیٰ تک پہنچے تو آگے کچھ سمجھ نہ آیا تو پکار اٹھے۔

تیری معراج پاک کو کیا جانے فلسفی
تو حد لامکاں سے بھی آگے گزر گیا

(اقبال)

سامعین گرامی قدر!

عشق و مستی اور وصل کے مرحلے طے ہوتے رہے۔ ہجر و فراق کے فاصلے مٹتے رہے۔ یہ عشق کی پرواز تھی۔ یہاں عقل و خرد عاجز تھیں۔ قرآن پاک اس کا نقشہ یوں پیش کرتا ہے: ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى - یہ چاروں مرحلے قربت پر دلالت کرتے ہیں۔ دنی "قریب ہوئے"۔ فتدلی "پس اور قریب ہوئے"۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ "اتنے قریب ہوئے جتنے کمان کے دو کنارے"۔ اَوْ اَدْنٰى "یا اس سے بھی قریب"۔

ورفعنا نے چھپا رکھی ہے عظمت تیری
قاب قوسین سے کھلتی ہے حقیقت تیری

(اقبال)

صدر ذی شان!

پھر وصال محبوب ہوا۔ مَازَاغَ الْبَصَرُ کا مقام ہے۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى کا راز ہے۔ دل میں خواہش مچلی کہ جن عشق و مستی کے مرحلوں سے میں گزرا ہوں' میری امت بھی ان سے حسب استطاعت مستفید ہوجائے اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ کی یہ خواہش کیسے مخفی رہتی! آپ کی امت کے لئے نماز کا تحفہ عطا فرمایا۔ پچاس سے پانچ نمازیں ہوئیں مگر اجر و ثواب پچاس کا ہی رکھا گیا۔ آپؐ واپس تشریف لائے۔ معراج کا واقعہ بیان فرمایا۔ عشق و عقل کا امتحان تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ' کا عشق

بازی لے گیا اور عقل استدلال میں محو رہی۔

عقل جن وبشر کا یہاں ذکر کیا
عقل روح الامیں دنگ وحیران ہے
عظمت مصطفےٰ کی ملے حد کسے
یہ وہ دریا ہے جس کا کنارا نہیں

حاضرین باتمکین!

معراج کی حکمت انسان کو تسخیر کائنات کا سبق دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کو سفر معراج پر بلا کر بنی نوع انسان کو بتایا کہ دیکھ لو' میرا محبوبؐ جو تم میں سے ہے' ساری کائنات اس کے قدموں کے نیچے ہے۔ سورج' چاند' ستارے' کرہ' آگ' کرہ زمین پر ہوائیں فضائیں۔ سبھی کو میرے محبوب نے مسخر کر لیا ہے۔ اس میں تمہارے لئے درس ہے کہ تم بھی ان چیزوں کو مسخر کرنے کی کوشش کرو۔ بقول اقبال

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفےٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

(اقبال)

الغرض واقعہ معراج اولاد آدم کو تکمیل انسانیت اور معراج انسانیت کا درس بھی دیتا ہے کہ دیکھو' وہ محبوب خدا' جس کا معجزہ معراج تمہیں چاند تک پہنچنے کا گر سکھاتا ہے' اس کا اسوہ حسنہ تمہیں اس چاند کے مالک اور کائنات کے خالق تک پہنچانے کے لئے مینارہ نور ہے اور اپنے مالک وخالق حقیقی کی معرفت ہی تکمیل انسانیت اور معراج انسانیت ہے۔

تحفظ ناموس رسالتؐ

نماز اچھی' روزہ اچھا' حج اچھا' زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ طیبہؐ کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

(مولانا ظفر علی خان)

صدر ذی وقار وحاضرین والا تبار!!

آج کی یادگار اور بابرکت تقریب میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے' اس کا موضوع ہے۔ "تحفظ ناموس رسالتؐ"۔

صدر عالی مرتبت!

حضور سلطان دوعالم' افتخار آدم و بنی آدم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی حسن صورت اور جمال سیرت کے لحاظ سے اس قدر اکمل اور جامع ہے کہ ازل' سے ابد تک کے تمام شخصی وتہذیبی محاسن ایک جگہ پر جمع کردیئے جائیں تو پھر بھی ان کا موازنہ محبوب خدا علیہ التحیتہ والثناء کی جامع الصفات شخصیت کی ہمہ جہت فضیلت کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا اس لئے آپؐ کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا گیا کہ آپ سے بڑھ کر کسی اور شخصیت کی تعریف ومدحت ممکن ہی نہیں ہے اور اسی لئے آپ کو احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صفاتی نام سے پکارا گیا کہ آپ سے زیادہ اور کوئی ہستی اپنے خالق کی توصیف کا حق ادا نہیں کرسکتی۔

صدر محترم!

جب ایک مسلمان عشق وعقیدت کو اپنا رہنما تسلیم کر کے اپنے آقا ومولا علیہ التحیتہ والثناء کی عظمتوں کا تصور کرتا ہے تو ورطہ حیرت میں کھو جاتا ہے کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس قدر ارفع واعلیٰ ہے' کس قدر بلند مرتبت اور عالی نسب ہے۔ کس قدر فضیلت مآب ہے' کس قدر محترم' مکرم اور اکرم ہے' کس قدر رحمت شعار اور ہر عالم کے لئے وجہ افتخار ہے' کس درجہ مظہر الطاف کردگار ہے۔ فکر انسانی عاجز ہوکر اسی پر اکتفا کرتی ہے کہ۔

لا یمکن الثناء کماکان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(شاہ عبدالعزیز دہلوی)

جناب والا!

محبوب جس قدر بے مثال اور بے نظیر ہوگا' اس کے چاہنے والوں کے دلوں میں محبت کا جذبہ اسی قدر تیز تر اور سربلند ہوگا۔ اور جب اس محبوب کی شخصیت اور احترام کے روشن نقوش محب صادق کے قلب وجان میں نقش ہو جائیں گے تو پھر یہ چاہت اپنی انتہائی سربلندیوں کو چھوتے ہوئے اس عشق سرمدی کا روپ اختیار کر لے گی' جسکی بدولت محبوب کے ناموس اور اس کے مقام ومرتبہ پر تصدق ہوجانا ایک فطرتی تقاضا تصور کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سلطان اقالیم دوعالم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا بھی ہیں اور محبوب خلائق بھی۔ آپ جامع الخصائل بھی ہیں اور مجمع الکمالات بھی۔ آپ نور خدا کا مظہر بھی ہیں اور عشاق کی چاہتوں کا مرکز و محور بھی۔ آپ کے جمال جہاں آراء کو جس نے ایک مرتبہ دیکھا دیکھتا ہی رہ گیا' آپ کے کمال سیرت کو جس نے ایک بار دل میں بسالیا' پھر ہمیشہ کے لئے اسی کوچہ بے کس نواز کا ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ

ہر مرحلہ زیست میں سرکارؐ کی سیرت
سرمایہ ہے امت کے لئے عزم ویقین کا

(حافظ محمد افضل فقیر)

صدر ذی شان!

آپؐ کی حیثیت اس شمع لازوال کی تھی' جس کی تب وتاب میں جملہ انبیاء ورسل کے محامد ومحاسن کی جھلک محسوس ہوتی تھی' پروانے شمع کی ایک جھلک دیکھ کر قربانی وایثار کے نام پر ایک لمحہ کے لئے بھی جھجک کا شکار نہیں ہوئے بلکہ اس کے حسن جہاں افروز پر قربان ہونے کو ہی اپنی سب سے بڑی معراج سمجھتے ہیں۔ حضور اکرم سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام جب شمع انوار توحید کی صورت میں جلوہ گر ہوئے تو پھر جانثاریوں اور فدا کاریوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ سلسلہ صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم کے دور سعید سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔ اور انشاء اللہ ابد کی آخری ساعتوں تک ناموس مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پروانہ وار نثار ہونے کا یہ جذبہ اہل ایمان کے دلوں کی دھڑکن بن کر سلامت رہے گا۔

حضور والا!

تحفظ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل روح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اقدس ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا' جب تک میں اسے مال ' جائیداد اولاد' ماں باپ' حتیٰ کہ اس کی اپنی زندگی سے عزیز نہ ہو جاؤں حفیظ جالندھری کے الفاظ ہیں۔

محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

(حفیظ جالندھری)

جناب صدر!

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر صاحب ایمان کے دل کی آواز اور اس کی عقیدت کا اعزاز ہے۔ ہر مسلمان اپنے آقا و مولا علیہ التحیتہ والثناء کی عزت وتوقیر پر فدا ہونا ایمان کی بنیاد سمجھتا ہے۔ یہی تعلیمات قرآنی کی تاثیر ہے اور یہی احکام ربانی کی تفسیر ہے' اور عزت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کٹ مرنا اور ناموس رسالت پر جان لٹا دینا ابدی کامرانی کی دلیل ہے۔

جناب والا!

میں پندرھویں صدی ہجری کے پہلے عشرہ میں مادیت کی ظاہری چکا چوند اور باطل فلسفوں کی بے اساس روشنیوں سے جان بچا کر تخیل کے راہوار پر سوار' عشق وعقیدت کو خضر راہ بناتے ہوئے حیات مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ایمان افروز ادوار کا احاطہ کرتا ہوں' جب مہر عالمتاب نبوت اپنے چاہنے والوں کے درمیان بہ نفس نفیس جلوہ گر تھا' ہر طرف انوار کی ضوباری تھی' فضائیں تجلی ریز تھیں تو ہوائیں

عطر بیز' ہر ساعت حاصل زندگی تھی تو ہر لمحہ پیام کمال شوق' عشاق کی آنکھیں تھیں کہ سلطان خوبان دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کو دیکھ کر سیر ہی نہیں ہوتی تھیں۔ میں تاریخ کی اوٹ میں جھانکتا ہوں تو غزوہ بدر کا آوازہ میرے کانوں میں گونجتا ہے۔ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے انصار کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ کفار مکہ کی لڑائی ہم سے ہے۔ تم اگر پیچھے ہٹنا چاہو تو میری طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا سب دم بخود ہیں۔ سانسیں رک چکی ہیں۔ معاً" حضرت سعد بن عبادہؓ کی آواز گونجتی ہے۔

" خدا کی قسم! آپؐ فرمادیں تو ہم سمندر میں کود جائیں"۔

ابھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرحبا ہی کہا تھا کہ حضرت مقدادؓ گویا ہوئے "ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جاکر لڑیں۔ ہم آپ کے دائیں سے' بائیں سے' سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے"۔

صدر ذی وقار!

پھر تحفظ ناموس رسالتؐ کے نام پر بدر کا معرکہ بپا ہوتا ہے۔ نہتے افراد لوہے میں غرق افراد کو تہہ تیغ کر رہے ہیں۔ یہ عقل کی نہیں' عشق کی جنگ تھی' یہ خرد کا نہیں' جذبے کی تپش کا معرکہ تھا' جس میں جذبہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن مثالیں اس کثرت کے ساتھ نظر آتی ہیں کہ عقل دم بخود ہو کر عشق کی قد آوری کے پیچھے پناہ ڈھونڈنے لگتی ہے۔ اس غزوہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' تحفظ ناموس رسالت کے نام پر اور آپ کے بیٹے ابو جہل کی زیر قیادت لڑ رہے تھے' جب اس بیٹے نے اسلام قبول کرلیا تو ایک دن سیدنا صدیق اکبرؓ سے عرض کیا۔ "ابا جان! آپ غزوہ بدر میں متعدد مرتبہ میری تلوار کی زد میں آئے مگر میں نے محبت پدری سے مغلوب ہو کر تلوار کو پیچھے ہٹالیا"

سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

" بیٹے! مجھے رب کعبہ اور شان مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم! تو ایک مرتبہ بھی میری تلوار کی زد میں آجاتا تو مقام مصطفےؐ کے تحفظ کے نام پر تیری گردن اڑا دیتا"۔

کیونکہ

محمدؐ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

(حفیظ جالندھری)

صدر محترم!

تحفظ ناموس رسالت خدا کو کس قدر عزیز ہے؟ میں خود سے سوال کرتا ہوں۔ معاً" میرا باطن پھر مجھے اس دور قدسی میں لے جاتا ہے' جب جنت کے گلزاروں کی بشارت دینے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمتہ الحق کے مقدس مشن کو عام کرتے ہوئے مکی زندگی میں دشمنان تیرہ باطن کی طرف سے مسلط کردہ ہر قسم کے شدائد برداشت کررہے تھے۔ ایک روز سلطان دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ کے ہجوم کو بلایا۔ پہلے اپنے کردار کے بارے میں دریافت کیا۔ جب بدترین مخالفین نے بھی انہیں صادق اور امین تسلیم کر لیا تو پھر انہیں توحید خداوندی اور اپنی رسالت کا سرمدی پیغام سنایا۔ بس پھر کیا تھا' آپؐ کے چند جانثاروں کے علاوہ پورا مجمع آپؐ پر آوازے کسنے لگا۔ جن میں سے بدترین آوازہ آپ کے بدبخت چچا ابولہب کا تھا' جس نے ذلت کی انتہا کو چھو کر کہا۔

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ! (نعوذ باللہ) تمہارے وہ ہاتھ ٹوٹ جائیں جن سے تونے ہمیں یہاں بلایا ہے"۔

جناب صدر!

ابولہب کے اس خبث باطن' دریدہ ذہنی اور انتہائی ذلیل طرز گفتگو نے زمین و آسمان کو لرزا دیا' کرسی وعرش کپکپا اٹھے' ہر شخص مہربلب تھا' میرے آقا خاموش تھے آوازہ خداوندی آیا اور رب کریم نے ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف سے اس درجہ سخت انداز میں خطاب کیا کہ پورے قرآن میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابو لہب اور اس کے خاندان پر ابدی اور دائمی لعنتوں کے سلگتے ہوئے پتھر برس رہے ہوں ۔ خدائے جبار و قہار مصروف ارشاد تھا:

"ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ۔ کام نہ آیا اس کو مال اس کا اور

نہ جو اس نے کمایا۔ اب پڑے گا ڈیک مارتی آگ میں۔ اور اس کی بیوی جو سر پر لئے پھرتی ہے ایندھن، اسکی گردن میں رسی ہے مونجھ کی"۔(سورہ اللھب) چشم عالم نے دیکھا کہ وہی کچھ ہوا، جو ارشاد خداوندی تھا۔ ابو لہب ذلت و رسوائی کی موت مرا اور اس کی بیوی اس قدر عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئی کہ موت کے وقت دنیا ہی میں اس کی نظروں میں عذاب جہنم کا نقشہ کھنچ گیا۔ سچ تو یہ ہے۔

مثال بولہب گستاخ دربار رسالت کے!
نبیؐ سے بچ بھی جائیں تو خدا سے کیسے بچتے ہیں

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

صدر والا شان!

یہ حقیقت ہے کہ ایک صاحب ایمان اس ہستی عظیم کے ناموس اور عزت کے لئے جان لڑا سکتا ہے جو خدا کو بھی عزیز ہو اور مخلوق خدا کو بھی، جو افضل الخلائق بھی ہو اور "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کا مصداق بھی۔ خدا اپنے ملائکہ کی جمعیت کے ساتھ جس کی شان میں رطب اللسان ہو کر فخر محسوس کر رہا ہو، ایسی عدیم النظیر ہستی پر اپنی متاع حیات لٹا کر بھی مسلمان سمجھتا ہے کہ اس نے بہت سستا سودا کیا ہے۔ اسی لئے جب ہم تحفظ ناموس رسالت کے جذبے کی اصل مقام مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء کی رفعتوں کو قرار دیتے ہیں تو یہ عقدہ آن واحد میں حل ہو جاتا ہے کہ تحفظ مقام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہونے والے کیوں مسکراتے ہوئے موت کی وادیوں کی طرف چلتے رہے۔ موت اس کائنات کی سب سے بھیانک حقیقت ہے مگر عشاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے موت کی حیثیت فقط ایک پل کی تھی جسے عبور کرکے اپنے حبیب سے جاملنا ہے۔

حضور والا!

کس کس صاحب نظر کا تذکرہ کیا جائے۔ وہاں تو حیات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور ہی احترام وعقیدت کی حد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری آوازوں کو اسی طرح سماعت فرما رہے ہیں، جس طرح حیات ظاہری میں فرماتے تھے۔ اور اسی لئے وہ بلند نہ ہو جائے، کیونکہ یہاں تو تمنا مچل رہی ہوتی ہے کہ

اپنی پلکوں سے در یار پہ دستک دینا
اونچی آواز ہوئی عمر کا سرمایہ گیا

(خواجہ فخر الدین سیالوی)

جناب صدر!

میں تخیل کو پھر خضر راہ بناتا ہوں۔ مجھے کہیں سیدنا زیدؓ اور کہیں سیدنا خبیبؓ کفار کے نرغے میں نظر آتے ہیں۔ ایک منظم سازش ہے کہ مسلم مبلغین' حفاظ اور شارحین دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی نہ کسی بہانے مدینہ سے دور دراز کی بستیوں میں لے جا کر شہید کر دیا جائے۔ یہ عشاق سرمست اپنے آقا ومولا علیہ التحیتہ والثناء سے اجازت طلب کر کے جاتے ہیں مگر نگاہوں میں ہمہ وقت آپؐ ہی کے جلوے ہیں۔ کفار سیدنا زیدؓ کو اپنی بستی میں لے جا کر ظلم وتشدد کی انتہا کر دیتے ہیں' انہیں کانٹوں پر گھسیٹا جاتا ہے' پتھروں کی بارش کی جاتی ہے' لباس تار تار ہے تو جسم فگار' ہر بن مو سے لہو رس رہا ہے' میلوں تک گھسیٹ کر لے جانے کے بعد ایک میدان کو مقتل بنا دیا جاتا ہے' سولی گاڑ دی جاتی ہے۔ کفار کا سردار نہایت تکبر سے پوچھتا ہے کہ!

" زید! اب تو تم کہتے ہوں گے کہ میں نے اسلام قبول کیوں کیا اور کاش اس وقت پھانسی کے پھندے میں میری گردن نہ ہوتی بلکہ (نعوذ باللہ) محمدؐ کی گردن ہوتی"۔

تو اس وقت زیدؓ نے اپنے جسم کی بکھرتی ہوئی قوتوں کو یکجا کیا۔ پھانسی کے پھندے کو راہ وفا کا نذرانہ سمجھ کر قبول کرتے ہوئے جو جواب دیا' وہ قیامت تک ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جان لٹانے والوں کو عقیدت کا چلن سکھاتا رہے گا۔ فرمایا۔

مجھے ہو ناز قسمت پر اگر نام محمدؐ پر!
یہ سر کٹ جائے اور تیرا اس کو ٹھکرائے
یہ سب کچھ ہے گوارا' پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا
کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں اک کانٹا بھی چبھ جائے

سامعین محترم!

ماضی اور حال میرے سامنے گڈ مڈ ہو رہے ہیں۔ میں دبی ہوئی راکھ میں چنگاریاں

تلاش کر رہا ہوں میں خرد گزیدہ ہوں۔ اس لئے اس کوشش میں ہوں کہ انگلیاں جھلنے نہ پائیں' عصر حاضر کا کتنا بڑا فریب ہے۔ تحفظ ناموس رسالتؐ کی صدا بھی بلند کی جائے اور قربانی و ایثار کو قصہ پارینہ سمجھ کر صرف چند الفاظ کو ہی متاع سرخروئی تصور کر لیا جائے ۔ مصلحت کو امام اور خرد کو چراغ راہ سمجھ لیا جائے۔ کتنا بہادر' وجیہ اور تاریخ ساز تھا نواسہ رسولؐ جو اپنے خاندان کی زندگیوں کے سرمائے کو ایک مالا میں پرو کر کربلا کی تپتی ہوئی سرزمین پر لے آیا تھا' اسے فقط ایک ہی احساس دامن گیر تھا کہ یہ وقت امتحان ہے۔ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اس سے زیادہ کٹھن وقت اور کیا آئے گا۔ اس شہزادہ گلگوں قباء شہسوار کربلا نے جسے دنیا حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے پکارتی ہے' اپنی جان قربان نہیں کی بلکہ گلستان نبوت کی ایک ایک کلی نذر خزاں کردی۔ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے یہ اتنی بڑی قربانی ہے کہ میں چاہوں بھی تو اس تفصیل میں نہیں جا سکتا۔ یہاں تو قلم لرزنے اور وجدان کانپنے لگتا ہے' تصور دم توڑنے اور تخیل فریاد کناں ہونے لگتا ہے اور میں روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ صلوا علیہ و آلہ کا ورد کرتا ہوا عہد حال میں لوٹ آتا ہوں۔ کیونکہ

تھی داستاں طویل بھی اور دل گداز بھی
لیکن کہاں یہ دل کہ دیا جائے اس کو طول

حاضرین با تمکین!

ماضی سے حال کی جانب تاریخ کا سفر جاری ہے۔ یہ روشنی کا سفر ہے۔ کہیں کہیں ایسے فرعونوں کی آوازیں ابھرتی ہیں' جوانا وَلَاغَیْرِیُ کے طلسم کا شکار ہو کر ناموس مصطفیٰ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی ابھرتے نظر آتے ہیں جو ان فرعونوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ناموس مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء کا پرچم اس بلندی پر لہرا دیتے ہیں کہ طاغوتی قوتوں کا ہر جھکڑ اسے سرنگوں کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی جیسی شخصیات ناموس رسالت کے چراغ کو ایک لحظہ کے لئے بھی گل نہیں ہونے دیتیں برطانوی سامراج بھی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اس حقیقت سے بہرہ ور ہو چکا تھا کہ اس کے مظالم مسلمانوں کو تو کچل سکتے ہیں مگر ان کے باطن میں پوشیدہ روح اسلام کو نہیں مٹا سکتے اس نے سمجھ لیا تھا کہ

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

(اقبال)

صدرِ محترم!

یہی "روحِ محمدؐ" ہے جسے ہم تحفظ ناموس رسالت کے جذبے کا دوسرا نام دے سکتے ہیں اس جذبہ محبت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ختم کرنے کے لئے انگریزوں اور ہندوؤں نے وقت کے سمندر میں کتنے ہی پتھر پھینکے مگر وہ اس جذبہ عشق رسولؐ کو ختم نہ کر سکے بلکہ مختلف ادوار میں غیرت اسلامی سے بہرہ ور اصحاب ایمان آگے بڑھتے رہے اور ہر ایک شاتم رسولؐ کو عبرت ناک انجام سے دوچار کرتے رہے۔ غازی خدا بخش اور غازی عبدالعزیزؒ کے بعد ناموس رسالت کے عظیم پاسدار غازی علم دین شہید نے راجپال کو اس طرح سے کیفر کردار تک پہنچایا کہ پھر کسی کو راجپال کہلانے یا کسی گستاخ کو ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تقدس پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہ ہو سکی۔ غازی علم الدین شہید کا نام محض ایک شخص کا نام نہیں بلکہ یہ تو جرات وہمت کا استعارہ ہے' حمیت اسلامی کا شہپارہ ہے' شوکت ایمان کی تنویز ہے' تحفظ ناموس رسالت کی عملی تفسیر ہے۔ وقت کے قرطاس پر خون کی دھاروں سے نقش لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ رقم کرنے کا فسانہ ہے۔ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے غلاموں کی وابستگی کا جذبہ بیکراں ہے۔

متاع غیرفانی ہے وہ اک لمحہ شہادت کا
چمکتا ہو تصور جس میں ناموس رسالت کا

(حافظ لدھیانوی)

عقیدہ ختم نبوت کے تہذیبی اثرات

مجھے اک محسنؐ انسانیت کا ذکر کرنا ہے
مجھے رنگ عقیدت فکر کے خاکے میں بھرنا ہے

صدر عالی مرتبت و حاضرین گرامی منزلت!!

آج کی اس پروقار محفل میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے' اس کا موضوع ہے۔

"عقیدہ ختم نبوتؐ کے تہذیبی اثرات"

صدر محترم!

یہ رنگ و نور کی مجلس ہے اور یہ عشق و مستی کی محفل ہے۔ جہاں صرف جرات رندانہ ہی کام آتی ہے۔ اس لئے اس محفل میں ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں پیش کیے گئے معمولی الفاظ بھی اس بارگاہ میں نذر گذارے جاتے ہیں' اسی لئے اپنی کم مائیگی کے باوجود مجھے چند الفاظ عرض کرنے کی جرات ہوئی۔ میں علم و حکمت کے موتی تو نہیں رول سکتا' لیکن اپنے آقا و مولا کے حضور ایک ایک قطرہ اشک کا تحفہ تو پیش کر سکتا ہوں۔ کیونکہ یہی قطرہ اشک زندگیوں کا حاصل ہے اور اس کی قیمت' اس لئے کہ یہ مقام ادب ہے۔

ادب گا ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ا ینجا

(اقبال)

صدر ذی وقار!

دنیا کا یہ طریقہ ہے کہ لوگ جمع ہوتے ہیں' بزم بپا کرتے ہیں اور محفلیں سجاتے ہیں۔ انہی محفلوں سے دنیا کی رونق ہے۔ انہی بزموں سے معاشرے کی تزئین ہے۔ لیکن جو محفل اور جو بزم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء کے لئے منعقد کی جائے اس کی سعادت کا کیا کہنا۔ ایسی محفل میں حصہ لینا قلب و نظر کی عبادت ہے اور ذہن و فکر کی سعادت' یہ محفلیں وہ ہیں جہاں رحمتیں تیز بارش کی طرح برستی ہیں

اور برکتیں موج در موج ہجوم کرتی ہیں۔ جس طرح وہ نام نامیؐ اس کائنات کے لئے فضل وعنایت کا سبب ہے' اسی طرح اس کا ذکر دل کی کائنات کے لئے سکون و نجات کا وسیلہ اور ایمان و ایقان کے لئے حیات جاوید کا ضامن ہے۔ ؎

جب تجھے یاد کر لیا صبح مہک مہک اٹھی
جب ترا غم جگا لیا شام مچل مچل گئی

جناب والا!

ایمان ایک خیرات ہے جو بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گداؤں اور درویشوں کو عطا کی جاتی ہے۔ یہ دنیا میں توفیق اور آخرت میں فضل و انعام ہے جو محبت کرنے والے دلوں اور آپ کی محبت میں گریہ کرنے والی آنکھوں کو عطا کیا جاتا ہے۔ اس یادگار محفل میں شرکت میرے لئے باعث سعادت ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مدح رسالتؐ کے باب میں فرمایا ہے کہ ؎

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمدٍ

یعنی ہم اپنے کلام سے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کی بلندی کو بیان نہیں کرتے بلکہ آپؐ کی عظمت کے ذکر سے اپنے کلام کو بلند کرتے ہیں۔

صدر والا قدر!

عظمت و رفعت کا وہ تاج ' جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص کیا گیا اور عزت و شرف کی وہ خلعت جو آپؐ کے جسد اطہر کے لئے تیار کی گئی۔ وہ کیا تھی؟ —— وہ خاتم النبیین کا تاج تھا' وہ تکمیل سلسلہ نبوت کی قبا تھی' وہ کمال رسالت کی عطا تھی جس کے شرف کا نور آج تک تمام امتیوں کے چہروں کو منور اور دلوں کو معطر کر رہا ہے۔ اس عزت و شرف کا ایک پہلو ایمانیات کے عالم ملکوت سے متعلق ہے اور اس کا دوسرا پہلو تاریخ انسانیت کے سفر سے متعلق ہے جو تمدنوں کو جلال عطا کرتا ہے اور تہذیبوں کو جمال بخشتا ہے۔ آیئے! میں آپ کو ایک لمحے کے لئے اس سرزمین نبوت و رسالتؐ کی طرف لے چلوں جو بابل و نینوا سے طور سینا کی چوٹیوں تک پھیلی ہوئی ہے۔

صدر محترم!

ذرا غور سے سنیئے کہ ان کے صحراؤں میں دجلہ و فرات کی وادیوں میں' ارض فلسطین کی گھاٹیوں میں' فاران کی چوٹیوں اور سینا کی وادیوں میں کیا کیا صدائیں گونجی ہیں' کہیں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو راہ عشق و مستی کی طرف پکارا ہے اور کہیں بطحا کی وادیوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرفت کی طرف دعوت دی ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدائے علیم و خبیر کی مشیت سے یہ پوری کی پوری تاریخ ایک تکمیل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ قدم بہ قدم ایک منزل کی جانب جا رہی ہے۔

حضور والا!

رسالت ابراہیمیؑ کا سورج جب طلوع ہوتا ہے تو اپنے ساتھ ایمان و یقین کی روشنی لاتا ہے۔ یہ دلوں کے افق پر نور ایمان کے طلوع کا منظر ہے۔ لہٰذا اس کے بعد کی عظیم رسالت' رسالت موسوی ہے۔ یہ عملاً کی ' قانون کی' اطاعت اور عبودیت کی منزل ہے۔ اس میں عبد اور معبود کا رشتہ قانون کا رشتہ ہے۔ خوف اور خشیت کا رشتہ ہے اسی لئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قانون عطا کیا گیا اور اس کی قوم کو اس کی اطاعت پر مجبور کیا گیا۔ کبھی انہیں مصر کی وادیوں میں پکارا گیا کبھی نیل کے پانیوں پر صدا دی گئی اور کبھی ارض فلسطین میں ان سے اطاعت طلب کی گئی۔ اطاعت اور عبودیت ' قانون کا جلال اور عبادت کا نظام رسالت موسویؑ کی شان ہے۔

صدر والا تبار!

زمانہ جب ایک اور کروٹ لیتا ہے تو ہمارے سامنے رسالت عیسویؑ کے معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی بچھڑی ہوئی بھیڑوں کو اب محبت کے راستے کی طرف بلایا جاتا ہے۔ انہیں محبت' قربانی' وارفتگی اور مستی کی کائنات کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ اب قانون کا جلال محبت کے جمال میں بدل چکا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام ہے۔ یہ اپنے پروردگار سے عشق کرنے اور اپنے ہمسائے سے محبت کرنے کا پیغام ہے۔ یہاں تک پہنچ کر انسانیت ایک قدم اور آگے بڑھ چکی ہے۔ اب اس سے آگے اسلام کی منزل آتی ہے۔ کائنات کی تمام تہذیبیں اور دنیا کے تمام تمدن کسی کے

انتظار میں دم بخود ہیں' اب ایک سورج کو طلوع ہونا ہے۔ اب ایک نور کو ظاہر ہونا ہے۔ جس کی روشنی میں تمام حقائق فاش ہو جائیں گے۔ یہ نور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔

جناب والا!

اسلام اصل میں علم و معرفت ہے' اسلام کی آمد کے ساتھ انسانیت منزل معرفت پر پہنچتی ہے۔ اور معرفت کے بعد کوئی اور درجہ نہیں ہے۔ علم کے اندر ایمان بھی ہے' اطاعت بھی ہے اور خوف خدا بھی۔ یہ ہر چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھنے کا نام ہے۔ یہ تاریخ نبوت کی آخری منزل اور تدبر الٰہیہ کا فطری تقاضا ہے۔ ؎

قدم قدم پہ جلے تیری رہبری کے چراغ
نفس نفس تیری تطہیر سے معطر ہے

(منصور احمد خالد)

سامعین محترم!

ختم نبوت ہر مسلمان کا عقیدہ ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر تکمیل ایمان نہیں۔ جب اشیاء نے اپنی حقیقت ظاہر کر دی' جب قلب و ذہن علم سے روشن ہو گئے۔ جب حجاب اٹھا دیئے گئے اور راز ظاہر کر دیئے گئے تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس کے بعد اور کونسی منزل آئے گی اس کے بعد اب کس نبوت کی ضرورت ہو گی اس کے بعد اب رسالت کونسا پیغام دے گی۔ دائرہ مکمل ہونے کے بعد اب کونسی لکیر کھینچی جائے گی۔

؎

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھی' ہزاروں کا سہی
اب جو تاحشر کا فردا ہے' وہ تنہا تیرا

عزیزان گرامی!

ختم نبوت تاریخ کے سفر کا لازمی نتیجہ اور اس کی آخری منزل ہے۔ ایک چیز اسلام کا امتیاز ہے۔ ایک ایسا امتیاز' جو دنیا کی کسی اور تہذیب کو دنیا کے کسی اور مذہب کو حاصل نہیں ہے۔ یہ امتیاز ختم نبوت کا دعوی ہے۔ یہ تکمیل رسالت کا اعلان ہے۔ ؎

کوئی ایسی ذات ہمہ صفت' کوئی ایسا نور ہمہ جہت!

کوئی مصطفیٰ، کوئی مجتبیٰ" نہیں! ان کے بعد کوئی نہیں
یہ سوال تھا کوئی اور بھی ہے گنہگاروں کا آسرا!
تو رواں رواں یہ پکار اٹھا' نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں
کوئی ان کے بعد نبی ہوا' نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں
کہ خدا نے خود بھی تو کہہ دیا' نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں

جناب والا!

آج جبکہ دنیا میں نظاموں کا تصادم جاری ہے اس وقت عقیدہ ختم نبوتؐ کے ذریعے عائد ہونے والی ذمہ داری کے تحت ہمیں اس دنیا کے مسائل کو حل کرنا ہے اور اپنے مرکز سے بچھڑی ہوئی انسانیت کے لئے اسی طرح ایک پر جمال تمدن پیدا کرنا ہے' جیسے ہمارے اکابر نے ماضی میں کیا تھا۔ ماضی میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا اور آئندہ بھی یہ آپؐ ہی کی عطا ہو گی۔ اس لئے کہ

رستہ کسی سے پوچھنا توہین ہے میری
ہر راہ گذار شہر پیمبرؐ کو جائے ہے

آفتابِ رسالتؐ

میم کا جس دم اٹھایا اسمِ احمدؐ سے حجاب
ہوگئے ذاتِ احد کے رازِ پنہاں بے نقاب
تیریؐ صورت میں ہوا نورِ حقیقت بے نقاب
کیوں نہ کہہ دوں، آفتاب آمد دلیل آفتاب

(انجم وزیر آبادی)

صدرِ عالی مرتبت وحاضرین گرامی منزلت!!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس پروقار اور یادگار محفل میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے، اس کا موضوع ہے:

"آفتابِ رسالتؐ"

صدرِ ذی وقار!

حق گوئی و بیباکی، صبر و شکیبائی، سنجیدگی وبالیدگی، راست خوئی و راست بازی، ہمت و اولوالعزمی، ایثار و قربانی، امانت و دیانت، شجاعت، وشہامت، ذہانت و فطانت، تہذیب وشرافت، تسلیم ورضا، عقل وخرد، حسن وجمال، احساس ذمہ داری، شوق عبادت اور ولولہ جہاد۔ ان تمام صفات وکمالات کو یکجا کیا جائے تو افضل الانبیاء جناب محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کا خوبرو پیکر نمودار ہوتے دکھائی دیتا ہے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدبیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(اقبال)

صدرِ محترم!

علم وحلم کے اس ماہتاب حقیقی کے صفات وکمالات اور خصائص وشمائل کو الفاظ کے دائرہ میں محیط کرنا عقلِ انسانی کے بس کا روگ نہیں۔ ہاں اجمالاً یوں کہا جا سکتا ہے کہ احدیت کے اسرار ورموز سے مکمل آگاہی، تکمیل منشور انبیاء اور معراج انسانیت کا دوسرا نام جناب احمد مجتبٰی، محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔

مرحبا محفل توحید میں تیرا یہ مقام
حق نے پڑھوایا ہے خود اپنا مقالہ تجھ سے

(ارم حسانی)

جناب والا!

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ سید الانبیاء' حبیب کبریا علیہ التحیتہ والثناء کے منصہ شہود پر تشریف لانے سے قبل دنیا فسق وفجور سے اٹ چکی تھی' حقائق کا تمسخر اڑایا جارہا تھا' انسانیت جہالت کے شکنجے میں جکڑی کراہ رہی تھی۔ عرب اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بتوں کو خدا مانتے تھے۔ دختر کشی کا گھناؤنا جرم عام تھا' بیواؤں کو خاوندوں کے ساتھ زندہ درگور کرنے کا مذموم طریقہ رائج تھا' جانوروں کے پانی پلانے پر خانہ جنگی کئی خاندانوں کے خاتمے پر منتج ہوتی تھی۔

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں پہلے جھگڑا بڑھانے پہ جگڑا
جوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا' غفلت تھی' دیوانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بری تھی
بہت اس طرح ان کی گزری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

(حالی)

چنانچہ صدر محترم!

انسانیت کی چیخ وپکار' اخلاقی اقدار کی یوں پامالی اور عربوں کی حالت زار پر ترس کھاتے ہوئے خدائے بزرگ وبرتر نے ابر رحمت برسایا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انسانیت کی امداد اور راہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔

حضور والا!

جونہی سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' ساری دنیا بقعہ نور بن گئی' فضائیں معطر ہوگئیں' ہوائیں عنبر برسانے لگیں' یہودیوں کا آتش کدہ آن واحد

میں بجھ گیا۔ قیصرو کسریٰ کے فلک بوس مینار زمین بوس ہوگئے۔ خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بت منہ کے بل اوندھے گر پڑے۔ مبلغ حق کے ورود مسعود پر باطل کا یوں لرزہ براندام ہونا اسلام کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کس کی آمد تھی کہ بیت اللہ بھی مجرے کو جھکا
کس کی ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

(احمد رضاخاں)

سامعین مکرم!

فلک کہن گواہ ہے کہ بنی ہاشم کے اس چشم وچراغ' جناب عبد اللہؓ اور حضرت آمنہؓ کے تاجدار' جناب حلیمہ اور میمونہ کے شیر خوار اور جناب عبدالمطلب اور جناب ابوطالب کے ہاں پرورش پانے والے بچے کی مثال دنیا پیش کرنے سے قاصر رہی' آپ نے بارہ (۱۲) ربیع الاول شریف کو سرزمین مکہ میں نزول اجلال فرمایا' اعلان نبوت سے قبل آپ کو صادق اور امین کے القابات سے ملقب کیا جانا اس بات کا درخشاں ثبوت ہے کہ آپ کی زندگی پاکیزگی وپاک دامنی کا حسین مرقع تھی۔ لیکن جب آپ نے حکم ربانی کی تعمیل فرماتے ہوئے " خدا ایک ہے" کا نعرہ بلند کیا تو یہ صدا باطل کے ایوانوں میں بجلی بن کر گری۔ اپنے خداؤں کی اس تذلیل سے عربوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

جناب والا!

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ راہوں میں کانٹے بچھائے گئے' جسم اقدس پر اوجھریاں پھینکی گئیں۔ آپ کی صدائے حق پر لبیک کہنے والوں پر طرح طرح کے مصائب ڈھائے گئے۔ عظیم صحابہؓ کو سلگتے انگاروں پر لٹایا گیا۔ گلے میں رسیاں ڈال کر گلی گلی پھرایا گیا۔ تبلیغ اسلام کی خاطر آپ کو اپنے صحابہؓ کے ہمراہ اپنا آبائی وطن چھوڑنا پڑا' لیکن طاغوتی قوت آپ اور آپ کی جماعت کو صراط مستقیم سے برگشتہ نہ کرسکتی۔ جب آپ نے اپنی تبلیغ کی اور تبلیغ اسلام کے مقدس فریضے کو پوری سنجیدگی اور انتہائی ذمہ داری سے نبھانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تو ذات احدیت نے تکمیل دین کی سند بھیجی اور فرمایا کہ۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

"یعنی آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت اتمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا"۔

صدر ذی احتشام!

آفتاب رسالتؐ کی حیات طیبہ کا معالعہ کیا جائے تو یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے کہ آپ نے ہمیں صرف نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے طریقے ہی نہیں بتائے' مہمان' میزبان' دوست' رشتہ دار' ہمسایہ' حاکم و رعایا کے فرائض اور ذمہ داریوں ہی سے آگاہ نہیں فرمایا' نفاق و افتراق سے گریز اور اتحاد واتفاق ہی کا درس نہیں دیا' جنگیں لڑ کر فرار سے گریز اور ثابت قدمی کے فوائد ہی نہیں بتائے' تجارت فرما کر تاجروں کے لئے سنہری اصول ہی وضع نہیں فرمائے' یہودی و عیسائی راہبوں سے بات چیت کر کے اسلام کی حقانیت ہی ثابت نہیں فرمائی بلکہ آپ کی رفتار و گفتار' اٹھنا' بیٹھنا' چلنا' پھرنا' کھانا' پینا' سونا' جاگنا' عین اسلام ہے اور آپ کے ہر قول وفعل میں معاشرہ کی تطہیر اور اصلاح تمدن کا راز پنہاں ہے۔

کلام پاک کی تفسیر اور کیا ہوگی!
وہی جنابؐ کی سیرت' وہی جنابؐ کی صورت

(سید عاصم گیلانی)

صدر والا قدر!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس اور بابرکت تقریب میں ہمیں عہد کرنا چاہئے کہ سرور کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار وعمل کو مشعل راہ بنا کر ہم اپنی انفرادی واجتماعی زندگیوں کو تابناک بنائیں گے اور دین اسلام کی سربلندی وسرفرازی کے لئے اپنے خون جگر کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے اور دین اسلام کی صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اپنی تقدیر خود رقم کریں گے۔ کیونکہ شاعر مشرق علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ میں خدائے قدوس کا وعدہ ہے کہ

کی محمدؐ سے وفا تو نے' تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا' لوح وقلم تیرے ہیں

ہمہ قرآن در شان محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

درفشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کردیا' آنکھوں کو بینا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر' اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

صدر ذی وقار وحاضرین والا تبار!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس مقدس اور یادگار تقریب میں مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے۔ ہمہ قرآن در شان محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ امید ہے کہ آپ حضرات میری ناچیز گزارشات کو نہایت توجہ اور التفات سے سماعت فرمائیں گے۔

صدر ذی وقار!

کائنات ارضی پر کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام آئے اور لاکھوں ہی مصلح' داعی اور انقلابی ہیرو گزرے مگر رشد وہدایت اور دعوت و عزیمت کی ساری تاریخ کا ورق ورق' سطر سطر کھنگال لیجئے کہ ایسا انمول تذکرہ کسی شخصیت کا نہیں ملے گا۔ کسی انسان کی پوری زندگی کو اس طرح تین لفظوں میں نہ سمیٹا گیا ہوگا۔ دنیا کے سوانحی ادب کا یہ سب سے مختصر فقرہ اپنے اندر معانی کے ہزاروں جہان رکھتا ہے۔ چنانچہ ام المومنین صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا نے اس تین لفظی فقرے میں سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہزاروں رنگ جس خوبصورتی سے اجاگر کئے ہیں' وہ تذکار شخصیت کا یکتا نمونہ ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو' تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

(اقبال)

صدر محترم!

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ بظاہر ام المومنین کا فقرہ ہے مگر وجدان بتاتا ہے کہ یہ سراسر الوہی بیان ہے۔ اس میں ایک بیکراں ذات کا تعارف دوسری بے کنار چیز سے

کرایا گیا ہے۔ یہاں ایک ہستی مخلوق کو کلام خالق کے آئینے میں اتارا گیا ہے۔ ایک پیکر نور کی ثنا کے لئے حروف نور کا جامہ لیا گیا ہے گلدستہ عبدیت کو گلدان قدرت وحدت میں سجایا گیا ہے۔

جناب والا!

میرے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جلوہ ذات کبریا ہیں اور قرآن اس تجلی کا آئینہ' وہ پیکر نور ہے اور یہ لباس نور' وہ سر وحدت ہیں اور یہ اس کی تفسیر' وہ مظہر حقیقت ہیں اور یہ اس کی تعبیر' وہ کمال تخلیق ہیں اور یہ اس کی تبیین' وہ روح قدرت ہیں اور یہ اس کی تصویر۔ یوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور قرآن نور مطلق کی دو شعاعیں ہیں' چنانچہ آپؐ کی سیرت قرآن سے چمکتی ہے اور قرآن آپؐ کی سیرت سے کھلتا ہے۔ قرآن کے بغیر سیرت کا مطالعہ ادھورا اور تصور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر قرآن کی تلاوت شیوہ کفر' کون نہیں جانتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بغیر قرآن اپنی شناخت ہی کھو دیتا ہے۔ قرآن اگر خدا کا پیغام ہے تو مصطفےٰ پیغام بر' قرآن معنی ہے تو حضور کا سینہ مہبط الٰہی' قرآن لفظ ہے تو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کا معنی' قرآن معنی ہے تو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کا مقصد' قرآن مقصد ہے تو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کا حاصل' قرآن حاصل ہے تو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کا جوہر' قرآن اگر قرات ہے تو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے قاری' قرآن اگر شریعت ہے تو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صاحب شریعت' قرآن صحیفہ انقلاب ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم رہبر انقلاب' قرآن ہدایت ہے تو محمد صلی اللہ علیہ سرچشمہ ہدایت اور قرآن حرف حرف معجزہ ہے تو محمد صلی اللہ علہ و آلہ وسلم صاحب اعجاز ہی نہیں' خود مجسم اعجاز ہیں۔ ظاہر باطن اعجاز' نفس نفس اعجاز اور قدم قدم اعجاز۔ الغرض محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سراسر پرتو جمال حق ہیں اور قرآن سراپا تذکار محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

سوچا کہ ذرا دیکھئے قرآن میں کیا ہے
دیکھا تو ہر اک لفظ محمدؐ کی ثنا ہے

ارباب دانش!

بلاشبہ ہر پیغمبر دین لایا اور یہ دین کتاب کے روپ میں نہیں بلکہ پیغمبر کی سیرت اور سنت کی شکل میں تھا۔ ارشاد خداوندی ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی ہم نے کوئی ایک بھی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے صاف ظاہر ہے کہ یہ اطاعت نبی کی سیرت' سنت اور پسند و ناپسند کی تھی اور خدا کے ہاں اسی اطاعت پیغمبر کا نام ہمیشہ دین رہا ہے۔ اس سے یہ بات آشکار ہوگئی کہ دین کا اصل دارومدار ہمیشہ نبی کی سیرت اور سنت پر رہا۔ پھر جب اور جہاں کسی نبی کی سیرت و سنت کو اس کی ظاہری زندگی کے بعد بھی آنے والی نسلوں کے لئے کچھ عرصہ تک محفوظ اور باقی رکھنا تھا وہاں خدا نے نبی کی سیرت و سنت کی حفاظت کے لئے آسمان سے کتاب بھی اتاردی۔ پھر چونکہ حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء آئے' سبھی جانے کے لئے آئے' ہر ایک کا وقت مقرر' علاقہ محدود اور دور متعین تھا' لہٰذا ان کی سیرت و سنت بھی اسی خاص وقت تک محفوظ رہی اور ان کی کتابیں بھی اس کے بعد لفظی و معنوی تحریف کا شکار ہو کر زینت طاق نسیاں بن گئیں۔ مگر اب قیامت تک حضور سید عالم رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور نبوت و رسالت ہے' اس لئے آپکی کتاب بھی حرف حرف محفوظ ہے اور سیرت و سنت بھی نقش نقش تابندہ۔

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تاحشر کا فردا ہے' وہ تنہا تیرا

صدر ذی احتشام!

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سنت ہی دین کا اصل سرچشمہ اور ماخذ و مصدر ہے۔ رہا قرآن' تو وہ رہتی دنیا تک سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان' حفاظت اور اشاعت کی خدائی تدبیر ہے اور یہی چیز اس کے لفظ لفظ سے جھلک رہی ہے سنئے! قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے' اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤ گے' ان تطیعوہ تھتدوا۔ بیشک ان کی سیرت تمہارے لئے بہترین نمونہ عمل ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ان کا بولنا خدا کی وحی ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ

الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ ان کا فیصلہ خدا کی مرضی ہے وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ وہ کہہ دیں تو حج فرض ہو جائے لوقلت نعم لو جبت۔ اورنگاہ اٹھائیں تو قبلہ بدل جائے قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَا فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۔ وہ پکاریں تو نماز چھوڑکر پہنچنا لازم اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ وہ حکم دیں تو تعمیل بہرصورت دین ہے اذا امر تکم بشی فاتو امنہ ما استطعتم۔ لہٰذا جو وہ تمہیں دے دیں' اسے مضبوطی سے تھام لو اور جس سے روک دیں' اس سے باز رہو مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ یہی دین ہے۔

میں تو بس دین کا مفہوم یہی سمجھا ہوں
اپنے ہر کام میں آقا کی رضا کو دیکھو

سامعین محترم!

جس طرح پھول کی پتیوں میں اس کی خوشبو چھپی ہوتی ہے' اسی طرح خدا اپنے کلام کے اندر پنہاں ہے یوں خدا کی ذات وصفات کا آئینہ قرآن بن گیا ہے۔ خدا نور ہے تو قرآن بھی نور' وہ بے مثل ہے تو یہ بھی بے مثل' وہ انسانی علم وادراک کی حدود سے ماورا ہے تو یہ بھی۔ خدا کی ایک تجلی سے کوہ طور ریزہ ریزہ ہوگیا اور قرآن کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ اگر ہم اس کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو وہ اس کی ہیبت وجلال سے پاش پاش ہو جاتا' جبھی تو زمین' آسمان اور پہاڑوں نے قرآن کی ربانی امانت کا بارگراں اٹھانے سے عاجزی کا اظہار کر دیا اور خدا نے اس کے لئے انسان کامل کو چنا۔

حضور والا!

یہ انسان کامل کون ہے؟ شجر آدم کا گل سرسبد' انا سید ولد ادم اور تخلیق کائنات کا حاصل' لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَرْضَ وَالسَّمَاءَ جس کے حسن سے ہر ذرہ عالم درخشاں ہے اور جس کے وجود پہ خود خالق دو جہاں کو ناز ہے' جس کے نام سے دنیا کی ہر بات چلی اور جس کے دم سے زندگی کو تکمیل ملی' جس کی رحمتوں کا احاطہ ازل سے ابد تک ہے اور نسبتوں کا فیضان افق تا افق ہے' جو عرش بریں پر دیدار الٰہی

سے فیض یاب ہوا اور فرش زمین پر ہدایت کا خزینہ بن کر آیا۔ جس کی سیرت رعنائی کردار کا جوہر ہے اور شریعت معراج زندگی کی حسین ترجمان ' جسکی نگاہ ناز سے عقل کو شعور اور عشق کو حضور ملا' جس کے انوار سے مطلع صبح ازل روشن ہے اور چہرہ شام ابد تاباں' جو اپنے جلال میں سطوت معبود کا پرتو ہے' جس کی ہستی باعث تخلیق عالم ہے' رب کائنات نے اسے نور مطلق سے وجود بخشا اور اپنی ذات وصفات کا آئینہ بنا دیا۔

اس ایک ذات میں سب دلنوازیاں بھر دیں
خدا نے آپؐ میں اپنی نشانیاں بھر دیں

صدر والا شان!

ظاہر ہے کہ قرآن جو خدا کا کلام ذاتی ہے' اسے سنبھالنے کے لئے ایسا ہی وجود چاہئے تھا جو ذات وصفات الہٰی کا مظہر اتم ہو' یہ حرف نور ذات اسی کے دل پر اتر سکتا تھا جو سر تابقدم نور ہو' یہ قطرہ قطرہ ابر رحمت کسی پیکر رحمت ہی کے سینے پر برسنا تھا' اس معجز نما کلام کو کوئی معجز نما شخصیت ہی اٹھا سکتی تھی' یہ بحر ناپیدا کنار کسی بیکراں ہستی کے ظرف میں ہی سما سکتا تھا' یہ بے عیب کتاب کسی بے عیب ذات ہی کو ملنا تھی' مخلوق کے نام خدا کا آخری پیغام وہی لا سکتا تھا' جو برزخ کبریٰ کی شان رکھتا ہو۔ اور

اے خوشا نکلا محمد مصطفیٰؐ کا یہ مقام
کوئی انسان وخدا کے درمیاں درکار تھا

حاضرین باتمکین!

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا[۹]

خدا تو وہ ہے جس نے قرآن اپنے خاص الخاص بندے کے سینے پر اتارا تاکہ اسے آفاق کی شاہی بخشے اور عالمین کا ہادی بنا دے اور ایک قرآن ہی کیا اس نے تو اپنی رحمتوں کے سب خزانے اور زمین و آسمان کی ساری دولت اپنے محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دی' وہ بہتر جانتا ہے ' لوگ تو جبرائیل کے دشمن بھی بن گئے' پر اس نے قرآن خدا کے حکم سے محبوبؐ خدا کے سینے پر اتارا ہے۔ کیونکہ یہی ایک سینہ مخلوق میں نزول قرآن کے شایان تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ خدا نے اسے بنایا ہی اس لئے تھا۔

الرحمن علم القران خلق الانسان علمه البیان علم قرآن کے لئے ایک خاص دل اور یگانہ وجود درکار تھا' اور خدا نے پیکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی سانچے میں ڈھال دیا' بہترین صلاحیت اور کمال مطلق سے آراستہ کیا' زبان و بیان کی انمول قدرتیں عطا کیں' حواس کی ماورائی قوتیں بخشیں' روح کی توانائیاں عرش و فرش پر حاوی کر دیں اور فیضان الوہیت کے سارے دروازے کھول دیئے' وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا"

ہر فضیلت ہر تجلی ' ہر کمال
ذات میں ان کی بہم سر تا قدم

صدر محترم!

قرآن نوع انسانی کے نام خدا کا آخری پیغام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اس پیغام کا خزینہ ہے۔ قرآن محض نزول وحی کا نام نہیں' خدا سے ہمکلامی کا شرف ہے اور محمد رسول اللہ علیہ وسلم خود بھی براہ راست اس شرف سے بہرہ ور ہیں اور مخلوق کی خالق سے ہمکلامی کا واسطہ بھی۔ یہ آپؐ ہی کی شان ہے کہ ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل' اس برزخ کبریٰ کے بغیر مخلوق خدا تک پہنچ سکتی ہے نہ اس سے کچھ پا سکتی ہے۔ خدا پر ایمان بھی ان کی نسبت کے بغیر معتبر نہیں تو ہمکلامی کا شرف کیونکر ممکن ہے۔ نوع بشر سے آخری بار ہم کلام ہونے کے لئے خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا واسطہ اور ترجمان بنا لیا ہے اور ساری کائنات کو ان کی زبان سے کہلوا دیا ہے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ کہ میں بظاہر دیکھنے میں تم سا بشر ہوں مگر حقیقت میں نہیں کیونکہ مجھ پر تو وحی آتی ہے' میں تو کلام الٰہی کے سانچے میں ڈھلا ہوں۔ یہاں منشائے الٰہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت نمایاں کرنا نہیں بلکہ امتیاز وحی کو اجاگر کرنا ہے۔ اور آیت کا عمود اور نقطہ ارتکاز بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے بجائے يُوْحٰٓى اِلَيَّ ہے رب کائنات انہیں سب سے منفرد و یکتا' سب سے بلند و ارفع اور سب سے جدا و یگانہ بتا رہا ہے اور ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہا ہے کہ تم سب بھی بشر ہو' پر کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں' اس لئے میں تم سے براہ راست ہمکلام نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے خطاب کرتا ہوں' وہ

تم سے جو کچھ کہیں' غضب میں بولیں مزاح میں' سب میری طرف سے ہے۔ ان کے ہونٹوں کی جنبش اور زبان کی لرزش میری وحی ہے۔ ان کے منہ سے نکلنے والی ہر آواز میرا کلام ہے۔ ان کی ہر صدا میرا بیان اور ہر پکار میرا پیغام ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔

حق جلوه گر ز طرز بیان محمدؐ است
آرے کلام حق بزبان محمدؐ است

جناب والا!

بیشک محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کلام الٰہی کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ قرآن پاک ہو' حدیث قدسی ہو یا حدیث عام ---- سبھی وحی خداوندی کی مختلف شکلیں ہیں۔ یہ تینوں کلام آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے انسانیت کے سامعہ نواز ہوئے اور تینوں میں آپؐ کے انوار پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ قرآن پوری نسل انسانی کے نام خدا کا پیغام ہے مگر خدا کے اس پیغام کا اولین اور براہ راست مخاطب صرف اور صرف محمد مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء کی ذات ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا کے محبوب ہیں اور محب ہمیشہ اپنے محبوب ہی سے بات کرتا ہے روئے سخن کسی طرف ہو' خطاب ہمیشہ محبوب سے ہوتا ہے ۔ کلام خدا کی صفت ذاتی ہے اور وہ اس صفت کو اپنے پیارے نبیؐ سے برتنا چاہتا ہے۔ اس نے دوسرے انبیاء پر تمام کتابیں' توریت' زبور' انجیل یکبارگی اتار دیں' مگر قرآن کو اپنے محبوبؐ کی پوری عمر نبوت پر پھیلا دیا۔ اور تیئیس برس میں پورا کیا۔ صرف اس لئے تاکہ محبوب جب تک دھرتی کے سینے پر چلتا رہے' خدا اسے دیکھتا رہے۔ اور قرآن کے ذریعے اس سے باتیں کرتا رہے۔

ارباب دانش!

قرآن پڑھیں تو قدم قدم پر یوں لگتا ہے کہ خدا اپنے محبوبؐ سے خطاب اور گفتگو کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے ۔ جو باتیں دشمنوں سے کہنی ہیں' ان میں بھی گفتگو محبوبؐ سے ہی ہو رہی ہے اور کیوں نہ ہو کہ وہ ازل سے اپنے محبوبؐ کی طرف متوجہ ہے اور ابد تک رہے گا۔ وہ ہمیشہ ہے' ہر پل اور ہر آن اپنے محبوبؐ پر درود و سلام

کے گجرے برسا رہا ہے۔ اور قیامت میں جب کوئی خدا کی تعریف کرنے والا دھرتی کے سینے پر موجود نہ ہو گا' وہ خود اس وقت بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درودو سلام بھیج رہا ہو گا۔ اور درودو سلام ہے کیا؟ ---- محبوبؐ کی یاد اور اس سے اپنی لازوال محبت کا اظہار ہی تو ہے اور اس اظہار میں خدا تنہا نہیں رہنا چاہتا اس لئے جن و انس اور تمام فرشتوں کو بھی اپنے محبوبؐ کی یاد میں شامل کر لیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔

درود پاک کیا ہے' یاد ہے فخر دو عالم کی
خدا اور سب فرشتے بھی انہی کو یاد کرتے ہیں

صدر والا قدر!

دین کا سرچشمہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور قرآن سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا الوہی بیان ---- اس کی سطر سطر میں حضورؐ کی شخصیت کے دھنک رنگ جگمگا رہے ہیں اور لفظ لفظ سے آقا کی ادائیں جھلک رہی ہیں اور کیوں نہ ہو کہ قرآن کا نزول بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس پر ہوا اور اس کے براہ راست اولین مخاطب بھی آپؐ ہی ہیں۔ خدا اپنی مخلوق سے آخری بار محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہمکلام ہوا۔ اور نوع انسانی کے نام اپنا آخری پیغام انہی کے ذریعے پہنچایا۔ اس پیغام کے دو حصے ہیں الفاظ اور معانی --- الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلتے ہیں اور معانی آپؐ کی سیرت سے کھلتے ہیں۔ یوں رہتی دنیا تک ساری مخلوق کے لئے آپؐ کی زبان خدا کی ترجمان اور آپ کی سیرت خدا کا آئینہ بن گئی ہے۔ خدا نے اپنی پسند کو الفاظ میں ڈھالا تو قرآن سجا دیا اور عمل کا پیکر تراشا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنا دیا۔ خدا کا علم قرآن ہے اور اس کا خلق مصطفیٰؐ وہ بولے تو قرآن اترتا ہے اور برتے تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں بنتی ہیں۔ خدا کا جمال اس کی کتاب میں بند ہے اور خدا کا کمال ذات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہویدا۔ قرآن خدا کا خاموش اظہار ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا چلتا پھرتا آئینہ

خاموش یہ رہے تو خدا کی کتاب ہے
اور بولنے لگے تو رسالت ماب ہے

سامعین مکرم!

یوں دیکھیں تو قرآن لفظ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا معنی۔ قرآن پیغام ہے تو محمدؐ اس کا مظہر۔ قرآن مشیت ہے تو محمدؐ اس کا آئینہ۔ قرآن نطق ہے تو محمدؐ اس کا پیکر۔ قرآن حکم ہے تو محمدؐ اس کا معیار۔ قرآن اجمال ہے تو محمدؐ اس کی تفصیل۔ اور قرآن تصور ہے تو محمدؐ اس کی تکمیل۔ خدا کی صفت کلام کے جلوے آپ کی روح پر برستے رہے اور آپؐ ان جلووں کا مظہر اتم بنتے گئے۔ کلام الٰہی آپؐ پر اترتا گیا۔ اور آپؐ اس کے سانچے میں ڈھلتے رہے۔ تجلی ذات سے آپ نے وجود پایا اور وحی صفات سے آپ کی شخصیت نکھری۔ قرآن کے انوار آپ کی ذات میں جذب ہوئے اور آپؐ آئینہ قرآن بنتے گئے۔ قرآن نور ہے۔ تو یہ نور پیکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اترا اور آپؐ کا انگ انگ نور بن گیا۔ آپؐ جلوہ نور کبریا ہیں۔ حقیقت نور' وجود نور' ظاہر نور' باطن نور غرض سر سے پاؤں تک مجسم نور۔ ؎

لب نور' دہن نور' زباں نور' بیاں نور
دل نور' جگر نور' جبیں نور نظر نور
سر تا بہ قدم نور' عیاں نور' نہاں نور
ہر سمت تری نور' ادھر نور' ادھر نور

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

(حضرت حسانؓ بن ثابت)

صدر عالی وقار وحاضرین والا تبار!!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سلسلہ میں منعقد ہونیوالی اس پر وقار اور یادگار تقریب میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے' اس کا موضوع ہے:۔

"آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری"

صدر محترم!

جناب رسالت مآب' باعث تکوین کائنات' منبع حسن وصفات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی خاطر قلم اٹھاتے ہوئے یا زبان ہلاتے ہوئے مجھ جیسے عاجز کو اپنی کم علمی کا شدید احساس ہوتا ہے۔ یہ موضوع اس قدر وسیع اور لامحدود ہے کہ بڑے سے بڑا زبان دان اور قلمکار بھی قلم اٹھاتے اور لب کشائی کے وقت ہزار بار سوچتا ہے اس موضوع پر ادب وزبان کا ذخیرہ ساتھ نہیں دیتا اور موئے نطق وقلم سے اس کی تصویر اور زبان و ادب کی بڑی قدرت وصلاحیت سے اس کی صحیح تعبیر ممکن نہیں۔

لَایُمْکِنُ الثَّنَا کَمَاء کَانَ حَقَّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

صدر ذی وقار!

اللہ تعالی کی ذات والا صفات اپنے بندوں میں سے جس پر مہربان ہو جائے' اسے کوئی نہ کوئی حسن و خوبی عطا کر دیتی ہے۔ حسن سے مراد محض ظاہری خدو خال کی دل آویزی یا ظاہری نقش ونگار کی خوبصورتی نہیں بلکہ میری رائے میں حسن اس چیز میں

ہے جس سے خلق خدا کو فائدہ پہنچے۔ ہر اس صفت میں ہے' جس سے خلق خدا مستفیض ہو سکے' حسن شجاعت میں بھی ہے' حسن عدالت میں بھی ہے اور حسن سخاوت میں بھی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ اپنی حسن پسندیدہ صفت اپنے بندے کو متصف کردے' اسی میں حسن ہے۔

صدر ذی شان!

میں اپنا یہ نکتہ دلائل سے واضح کروں گا۔ مثال کے طور پر حاتم طائی آج سے صدیوں قبل عرب کے قبیلہ طے کا ایک سردار ہو گزرا ہے' وہ بھی اپنے سینکڑوں ہم عصر سرداروں کی طرح محض اپنے قبیلے کا ایک سردار تھا کہ جن کو آج کوئی نہیں جانتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے حاتم کو سخاوت کے حسن سے مالا مال کیا تھا اور اسی حسن سخاوت کی بدولت اس کا نام آج بھی ہمارے ہاں معروف ہے' اور زبان وادب میں اس کا نام بطور تلمیح واستعارہ استعمال ہوتا ہے۔ دوسری مثال نوشیرواں عادل کی دی جاسکتی ہے کہ جو کم وبیش حاتم طائی ہی کا ہم عصر تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے انصاف کے حسن سے نوازا تھا اور اسی حسن عدل کی وجہ سے عادل اس کے نام کا ایک حصہ بن کر رہ گیا' حالانکہ اس سے پہلے اور بعد ایران میں سینکڑوں حکمران آئے۔

صدر محترم!

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جو انبیائے کرام مبعوث ہوئے' اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی نہ کوئی حسن عطا کیا اور وہ فضائل واخلاق کے کسی خاص صنف کا نمونہ تھے۔ مثلاً" حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کردار کے ساتھ حسن وجمال کا ایسا نمونہ بنایا کہ زنان مصر آپؑ کے پرتو حسن کی تاب نہ لاسکیں اور محویت کے عالم میں اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں۔ اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حسن مسیحائی عطا ہوا' حسن سے وہ مردوں کو زندگی بخش دیتے تھے اور اس طرح کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ لیکن جس حسین ہستی کا ذکر خیر کرنا مقصود ہے' اس ہستی بے مثل کو اللہ تعالیٰ نے کسی ایک حسن سے نہیں نوازا بلکہ سراپا حسن بنا کر بھیجا' لامحدود حسن عطا کیا' حسن لازوال سے مالا مال کیا' حسن مجسم بنا کر بھیجا۔

حسن یوسف' دم عیسٰی' ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند' تو تنہا داری

(اقبال)

جناب والا!

حضور اکرم' نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو صداقت کا حسن عطا کیا' عدالت کا حسن عطا کیا' سخاوت کا حسن عطا کیا' قناعت' دیانت' امانت' طاقت' وجاہت' قیادت وسیادت کا حسن عطا کیا۔ رحمتہ اللعالمین بنا کر بھیجا۔ شفیع المذنبین بنا کر بھیجا' خاتم النبین بنا کر بھیجا۔ نور الہدیٰ بدرالدجیٰ' شمس الہدیٰ' خیرالوریٰ حتیٰ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بنا کر بھیجا۔

مثل مہتاب ابھرتا ہے جو چہرہ تیرا
شب تاریک پہ چھاتا ہے اجالا تیرا
یوں تو آنے کو رسولؐ آئے ہزاروں لیکن
مرتبہ سارے رسولوں سے ہے اعلیٰ تیرا

(اقبال سحر)

حضور والا!

قوت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ جنگ احزاب میں جب خندق کی کھدائی کے دوران ایک نوکیلی چٹان مسلمانوں کے راستے میں مزاحم ہو گئی اور بڑے بڑے شہ زور صحابہؓ نے زور آزمائی کی مگر بات بنائے نہ بنتی تھی' جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اطلاع ہوئی' تشریف لائے کدال ہاتھ میں پکڑ کر بسم اللہ وتوکلت علی اللہ پڑھ کر ایک ایسی ضرب لگائی کہ پتھر کا جگر پاش پاش ہو گیا۔

جس کو بار دوعالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خاں)

جناب صدر!

قناعت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ کائنات کی تمام نعمتیں حاصل ہونے کے باوجود مسلسل کئی دنوں تک گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا اور جنگ خندق ہی کے دوران جب نوبت

فاقوں تک پہنچ گئی تو صحابہؓ کرام شکایت لے کر حاضر ہوئے کہ پیٹ پر پتھر بندھے ہیں۔ اس نفس قدسیؐ نے بطن مبارک سے کپڑا اٹھایا تو ایک کے بجائے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ وفا شعاروں کی نگاہیں تسلیم ونیاز سے جھک گئیں۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خاں)

صدر والا قدر!

سخاوت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ کوئی بھی مانگنے والا خالی نہیں جاتا۔ خود فاقے کئے' لیکن وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ کی تفسیر بن کر دکھایا۔ عدالت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ اپنے تو اپنے' دشمنوں کی نگاہیں بھی حصول انصاف کی خاطر آپؐ ہی کی طرف اٹھتی ہیں اور مظلوم کی جائے پناہ بھی آپؐ کی ذات والا صفات تھی۔ صداقت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ امیہ بن خلف' ابو جہل ابولہب ایسے جانی دشمن بھی صادق کے لقب سے پکارنے پر مجبور تھے'

جس کو دشمن بھی صادق کہیں برملا
اس یقین صداقت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

اور پھر رفعت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ ۔ محو حیرت ہے ثریا رفعت پرواز پر' کائنات کی وسعتوں میں تشریف لے گئے تو ایسے کہ۔

جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہی تو ہو

(مولانا ظفر علی خاں)

طالب ومطلوب میں فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کا فاصلہ رہ گیا اور فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کے راز دان بن کر لوٹے۔

حضور والا!

بصیرت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ بعثت سے پانچ برس قبل تعمیر کعبہ کے موقع پر

جب حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ ہی کے حسن بصیرت سے اس انتہائی پیچیدہ معاملے کو سلجھایا۔ یہ وہ موقع تھا کہ مکہ کی تاریخ کی سب سے بڑی متوقع خونریزی کا خاتمہ ہوگیا۔ بصیرت کے ساتھ ساتھ بصارت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ سینکڑوں واقعات میں سے صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ جب جنگ بدر کے فوراً بعد عمیر بن وہب صفوان بن امیہ کے مشورہ سے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لئے بزعم خویش رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ وہاں اس نے بہانہ کیا کہ میں تو اپنے قیدیوں کو چھڑانے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اور صفوان نے خانہ کعبہ میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی؟ عمیر اس حسن بصارت پر دم بخود رہ گیا اور اس کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے ہی بنی۔

صدر محترم!

اجابت دعا کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ دشمن بھی اس پر یقین کامل رکھتے تھے۔ مدنی زندگی کے دوران جب مکہ میں خشک سالی ہوتی تھی' فصلیں تباہ ہو جاتی تھیں' سبزہ سوکھ جاتا تھا' خلق خدا بھوکوں مرنے لگتی تھی تو اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو سفیان آکر عرض کرتے تھے کہ آپؐ تو صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہیں' آپکی قوم خشک سالی سے ہلاک ہوتی جارہی ہے۔ خدا سے پانی کی دعا فرمایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سب سے بڑے دشمن کی درخواست پر دعا فرماتے۔ دفعتاً ابر اٹھتا اور پل بھر میں جل تھل ہو جاتا۔

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول
اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خاں)

جناب والا!

عفوو درگزر کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ یہی ابوسفیان جو اسلام کو مٹانے کی کوششوں میں پیش پیش تھا' فتح مکہ سے قبل جب قابو آیا تو اس کے پچھلے تمام کارنامے اس کے سامنے تھے' یہ وہی ابوسفیان تھا' جس نے بدر کی آگ بھڑکائی تھا' جس نے احد کے دن " اعلی الھبل" کے نعرے لگائے تھے اور جو خندق کے موقع پر عرب کی تاریخ کا

سب سے بڑا لشکر لے کر بزعم خود مدینہ کو تہس نہس کرنے نکلا تھا' ایک ایک چیز اس کے قتل کے لئے کافی تھی' اس کے جرائم بے شمار تھے لیکن عفو نبویؐ سب سے بالا تر تھا' عفوو درگزر کا سیلاب ابوسفیان کی تمام سیہ کاریاں بہا کر لے گیا۔

خطا کار سے درگزر کرنے والا
بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا

(مولانا حالی)

صدر ذی شان!

شجاعت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ بدر سے لیکر حنین تک اور احد سے لیکر تبوک تک خطرناک سے خطرناک جنگ میں بھی لشکر کے قلب میں کھڑے ہو کر بنفس نفیس لشکر کی کمان کی اور یہ تمام جنگیں آپؐ کی اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں اور شجاعت کی آئینہ دار ہیں۔ وجاہت کا حسن ایسا عطا کیا کہ چہرہ اقدس پر نگاہ نہ ٹھہرتی تھی۔ مکی زندگی کا وہ مشہور واقعہ کہ جب مکہ سے باہر کے ایک آدمی کی کچھ رقم ابو جہل نے دبائی ہوئی تھی۔ وہ شخص فریادلیکر خانہ کعبہ میں آیا۔ قریش مکہ نے از راہ مذاق اسے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہ تمہاری رقم واگزار کرائیں گے۔ آپؐ فریادی کے ساتھ ابو جہل کے گھر تشریف لے گئے۔ استفسار کیا کہ اے عمرو ابن ہشام اس رقم کو کیوں واپس نہیں کرتے۔ یہ سنتے ہی اس جہالت کے پیکر پر اتنا جلال' اتنی ہیبت' اتنا رعب اور اتنا دبدبہ طاری ہوا کہ کانپتے ہاتھوں سے سارا قرض چکا دیا۔

جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں
اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خاں)

سامعین محترم!

امانت و دیانت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ دشمنوں نے بھی آپؐ کو امین کا لقب دے رکھا تھا وہ ہجرت کی رات ننگی تلواریں لئے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے' مگر یقین واعتماد کا یہ عالم تھا کہ ان کی قیمتی سے قیمتی متاع اس وقت آپؐ کے پاس محفوظ تھی' تاریخ عالم اس قسم کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ قیادت وسیادت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ

جلوت ہو یا خلوت رزم ہو یا بزم آپؐ کے جانثار آپؐ کی قیادت پر غیر متزلزل یقین رکھتے تھے۔ فصاحت وبلاغت کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ اولین خطبہ صفا سے لیکر حجۃ الوداع تک آپکی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ سحر انگیز اور ایک ایک جملہ جادو اثر تھا اور آپؐ کے تمام خطبے عرب ادب کا عطر ہیں۔ تدبر وسیاست کا حسن عطا کیا تو ایسا کہ' میثاق مدینہ سے لیکر معاہدِ حدیبیہ تک بے شمار واقعات آپکی معاملہ فہمی' دور اندیشی اور اعلیٰ تدبر وسیاست کے شاہکار ہیں۔

ارباب دانش!

رحمتہ اللعالمین بنا کر بھیجا تو ایسا کہ اسلام کے ازلی دشمنوں' راستے میں کانٹے بچھانے والوں' اور مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والوں کو معاف کردیتے ہیں:

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی' جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو' تیرے' عفو بندہ نواز میں

(اقبال)

غرضیکہ آپؐ کی زندگی کا ہر پہلو آپؐ کے حسن مجسم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چودھویں کی شب ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے' میں کبھی ماہ تمام کو دیکھتا اور کبھی آپؐ کے چہرہ اقدس کو ملاحظہ کرتا۔ داغ چاند میں اجالا تھا مگر جو روشنی' جو نور اور جو تب وتاب آپؐ کے چہرہ مبارک سے عیاں تھا چاند میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں تھا۔

حسن یوسف' دم عیسیٰ' ید بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند' تو تنہا داری

(اقبال)

رسالت اور مقصود رسالت محمدیہؐ

امی لقب وہ صاحب ام الکتاب ہے
ممکن کہاں مثال رسالت مآبؐ ہے
کالشمس فی النہار ہے یاماہتاب ہے
نور جمال ذات رخ آنجنابؐ ہے

(ضیاء القادری)

صدر عالی وقار وحاضرین والا تبار!!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں منعقد ہونیوالی اس بابرکت اور یادگار تقریب میں اس معزز ایوان کے سامنے مجھے اپنے جن خیالات کا اظہار کرنا ہے' اس کا موضوع ہے۔"رسالت اور مقصود رسالت محمدیہؐ"

صدر ذی وقار!

جس طرح مقام اور مرتبے کے لحاظ سے خدا کے بعد نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی آتا ہے' اسی طرح توحید کے بعد رسالت کی اہمیت مسلم ہے۔ اور ہیت اجتماعیہ کے نکتہ نظر سے اس کی اہمیت توحید سے کم نہیں۔ توحید کا عقیدہ کم وبیش دوسری قوموں اور مذہبوں میں بھی پایا جاتا ہے خود اسلام کی دعوت اہل کتاب کے نام یہ ہے کہ اگر تم ایک خدا کے ماننے والے ہو تو ہمارے اور تمہارے درمیان اشتراک کی بے شمار راہیں کشادہ ہیں۔ اس لحاظ سے ظاہر ہے کہ توحید کسی ایک قوم کی خصوصیت نہیں مگر قومیت کی تشکیل وتقدیم کے لئے خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔

صدر محترم!

ہر قوم میں چند باتیں ایسی ہونی چاہیں جو اسے دوسری اقوام سے ممیز کریں۔ اسکی انفرادیت کا راز انہی خصوصیات میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ قومیت اسلام کا خصوصی امتیاز رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ مسلمانان عالم دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں۔ وہ مختلف زبانیں بولتے اور مختلف معاشرتی پس منظر اور سیاسی حالات سے دوچار ہیں۔ اس کے باوجود ان میں وحدت کا احساس اس قدر قوی کیوں ہے؟ اس کا

سبب یہ ہے کہ ہم سب ایک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے اور اس کے احکام وپیغام پر دل وجان سے فدا ہونے والے ہیں۔ رسالت کی بدولت ہمارے دلوں میں اتحاد واخوت کی شمع فروزاں ہے۔ رسالت نے ہمیں ہم نفس وہمنوا بنا دیا ہے اور ہمارے اتحاد و وحدت کو پختہ بنیاد عطا کی ہے۔

از رسالت ہم نوا گشتیم ما
ہم نفس' ہم مدعا گشتیم ما
از رسالت در جہاں تکوین ما
از رسالت دین ما آئین ما

(اقبال)

صدر ذی شان!

جب ملت کا وجود اور اتحاد جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رہین منت ہے تو پھر رسالت سے ہمارا رشتہ جس قدر مستحکم ہوگا' قوم میں اسی قدر زندگی اور تابانی بڑھے گی اور جس قدر یہ رشتہ کمزور ہوگا' ملت کمزور ہوگی۔ دامن رسالت کو ہاتھ سے چھوڑنا گویا اپنے ضعف وانتشار کو دعوت دینا ہے' اس سے ملت خزاں زدہ چمن کی مثل مرجھا جائیگی۔

قوموں کے لئے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحب مرکز تو خودی کیا ہے؟ خدائی

(اقبال)

جناب صدر!

آج لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مرکزی حیثیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں' جو خدائے بزرگ وبرتر نے آپ کو عطا فرما رکھی ہے۔ آج ناموس رسالت کو داغدار کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں' عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احساس لوگوں کے دلوں سے مٹایا جارہا ہے۔ کیا ان گستاخان رسول کو خبر نہیں کہ ان کی اسی دریدہ دہنی کی وجہ سے وحدت ملت اسلامیہ کے پر شکوہ بند میں ہولناک شگاف پڑرہے ہیں اور اقوام عالم میں اس کی اہمیت وحیثیت مجروح ہو رہی ہے۔

سامعین گرامی قدر!

رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ محبت اور وابستگی محض جذباتی نوعیت کی اندھی عقیدت نہیں' جو اکثر گروہوں میں اپنے دینی پیشوا کے لئے پائی جاتی ہے بلکہ رسول اکرمؐ کا بنیادی پیغام توحید اگرچہ انبیاء سابقین سے مختلف نہیں ہے لیکن توحید کی اساس پر جس قسم کی سوسائٹی آپؐ نے تعمیر کی' اسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں اور نہیں ملتی۔

سامعین محترم!

بلاشبہ بنی اسرائیل کے انبیاء کرام حق وصداقت کی تعلیم دیتے رہے' لیکن عملاً" جو معاشرہ یہود نے قائم کیا' اس میں نسلی امتیاز کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اس نسلی امتیاز وتفریق کو مٹانے کی کوشش کی' لیکن ان کے ماننے والوں نے بہت جلد مذہب کو ایک ذاتی معاملہ قرار دیا جس سے عیسائیت کے معاشرتی اصول مناسب نشوونما نہ پاسکے اور مطلوبہ معاشرت وجود میں نہ آئی۔ اس کے برعکس رسول کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیئس (۲۳) سال کی شبانہ روز محنت اور سخت کلوش سے ایک ایسی سوسائٹی قائم کی جو انسان کی حریت' اخوت اور مساوات کی زندہ اور پائندہ مثال ہے

جہاں میں تونے بپا ایسا انقلاب کیا
دل ودماغ میں وا آگہی کا باب کیا
بتان نسلی تفاخر کو توڑ کر تونے
حقیر ذروں کو ہمدوش آفتاب کیا

(عبدالغنی تائب)

صدر محترم!

حضور اکرم' نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسلمانوں کی عقیدت ومحبت کا ایک راز یہ بھی ہے کہ آپؐ کی رسالت کا مقصود کوئی نیا گروہ پیدا کرنا یا اپنے ملک وقوم کی برتری کا سکہ بٹھانا نہ تھا' بلکہ عملی طور پر یہ ثابت کرنا تھا کہ تمام انسان بحیثیت انسان آزاد ہیں' برابر ہیں اور بھائی بھائی ہیں۔

حضور والا!

زمانہ جاہلیت کا انسان اپنے درجے اور مرتبے کو بھول کر ملوکیت اور مذہبی پیشوائیت کا صید زبوں تھا' قیصر و کسریٰ نے اپنی سلطنت وسطوت کے بل بوتے پر اور کاہن و پاپائے تقدس اور روحانیت کا جال پھیلا کر سیدھے سادے انسان کو اپنی محکومی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ حالات نے اس کو انسان پرستی پر مجبور کر رکھا تھا' غلامی نے اسکی فطرت مسخ کر ڈالی تھی اور اس کی انسانیت کا خون ہو چکا تھا۔

از غلامی فطرت او دوں شدہ
نغمہ ہا اندر نئے اوخوں شدہ

(اقبال)

لیکن جناب والا!

قدرت کو یہ حالات کب تک گوارا ہو سکتے تھے۔ ملوکیت اور پاپائیت کے دوپاٹوں میں پسنے والی انسانیت کی آہ و فغاں رنگ لائی اور مشیت ایزدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ نے اپنی رسالت کے ذریعے انسانوں کو بالکل ایک نئے تخیل سے روشناس کیا۔ ایک ایسے تخیل سے' جو نہ یہودی اور عیسائی مذہب میں موجود تھا' نہ یونانی اور رومی تہذیب میں۔ آپؐ نے صفا کی پہاڑی اور فاران کی رشک جنت چوٹیوں پر انسانی ضمیر کی آزادی کی ایک زبردست تحریک کا آغاز کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔" ہر شخص کا یہ پیدائشی حق ہے کہ وہ جس عقیدے اور خیال کو باطل سمجھتا ہے' اس سے دست کش ہو جائے اور جس بات کو حق و صداقت جانتا ہو' اسے اختیار کرے اور اس کا اظہار کرے۔ کسی انسان کو' خواہ وہ کتنا ہی دولت مند اور صاحب اقتدار کیوں نہ ہو' یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دباؤ یا تشدد سے دوسروں کے عقائد کو اپنی مرضی کا پابند بنائے"۔ اسی کے ساتھ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ۔

امیر اور غریب' سفید و سیاہ' عربی اور عجمی' حتیٰ کہ آقا اور غلام کے درمیان بحیثیت انسان کوئی فرق نہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کے سامنے ان کی معاشرتی یا نسلی حیثیت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ خدا کے نزدیک تو بس وہی بہتر ہے' جو زیادہ متقی ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ"

حاضرین با تمکین!

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے طرز عمل اور اخلاق سے عملی طور پر یہ بات ثابت کردی کہ تمام بنی آدم بھائی بھائی ہیں۔ عالم انسان ایک کنبہ ہے۔ ہم سب ایک آدم کی اولاد اور ایک خدا کی مخلوق ہیں' لہٰذا قانون اور معاشرت کی نگاہ میں ہمیں برابر ہونا چاہیے۔

ساری دنیا ایک ہوئی ہے شاہ وگدا کا فرق نہیں ہے
تو نے وہ دی تعلیم اخوت میرے محمدؐ رحمتِ عالم

(ناز ما نکپوری)

صدر ذی قدر!

یہ تخیل بڑا انقلابی تھا' قدیم نظام ہائے تمدن کو اس نے جڑ سے اکھاڑ دیا۔ اس کی بدولت غریبوں اور محنت کشوں کی آبرو قائم ہوئی اور ملوکیت اور خواجگی کے آثار مٹنے لگے۔ اس تخیل نے طوق و سلاسل میں جکڑی ہوئی انسانیت کو آزادی' اخوت اور مساوات کی ایک نئی دنیا میں لاکھڑا کیا جو حسب و نسب اور دولت و رنگ کے تعصبات سے پاک تھی' جہاں انسان صرف اپنی انسانیت کی بناء پر پہچانا جاتا تھا۔ جہاں ذاتی کردار کی عظمت اور پاکیزگی ہی عزت و شرف کی سند تھی۔

قوت او ہر کہن پیکر شکست
نوع انساں را حصار تازہ بست
تازہ جاں اندر تن آدم دمید
بندہ را باز از خداونداں خرید

صدر ذی وقار!

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش دراصل پرانی دنیا کی موت تھی۔ آپ کے پیغام و عمل نے تمام انسان دشمن اور انسانیت سوز تصورات اور ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ انسانی حریت مساوات اور اخوت کے وہ تصورات' جن کی بدولت اٹھارویں صدی عیسوی میں انقلاب فرانس برپا ہوا' اور امریکہ نے اپنی جنگ آزادی جیتی۔ ان تصورات سے دنیا پہلی بار رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت روشناس

ہوئی تھی اور انسانی قومیت کا خمیر انہی انسانی قدروں سے تیار ہوا تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کا تصور قومیت دیگر تصورات قومیت کے مقابلے میں کس قدر پاکیزہ' برتر اور انسان دوستی پر مبنی ہے۔ دیگر تصورات بنی نوع انسان کو وطن' رنگ و نسل اور نسب کے حلقوں میں بانٹتے ہیں' اور اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں مگر اسلام ان تمام باطل امتیازات کو مٹاتا ہے۔ وہ انسانوں کو خدا شناسی اور انسان دوستی کا سبق دیکر ان کوایک وحدت میں پرونے کا آرزو مند ہے۔ اسلام قومیت کی بجائے ایک اعلیٰ اور منصفانہ بین الاقوامیت کا حامی ہے۔ آج دنیا جن دگرگوں حالات اور گوناگوں مشکلات میں گرفتار ہے' ان سے نکلنے کا صحیح طریقہ وہی ہے' جسے اسلام نے آج سے صدیوں پہلے تجویز کر دیا تھا' یعنی مادی اور طبعی رنگ کی قومیتوں کو مٹا کر روحانی اور اخلاقی اصولوں پر انسانی وحدت کا قیام۔

قبلہ اربابِ دانش ' کعبہ اصحاب دل
آپکی معراج سے بدلا مزاج آب وگل

(سحرانصاری)

اربابِ فکرودانش!

عشق اور حریت میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور حریت پسندی عشق وایمان کی شرط اول ہے۔ اگر غور کیا جائے تو زندگی میں دو حقیقتیں نمایاں طور پر سامنے آتی ہیں۔ ایک سچائی اور حریت کی قوت ہے' دوسری طاقت وہ ہے جو ہردم ان اقدار کو مٹانے کے درپے رہتی ہے۔ ابراہیم و نمرود' موسیٰ وفرعون اور شبیر ویزید کے معرکے اسی ابدی کشمکش کے مختلف روپ میں۔

موسیٰ وفرعون وشبیر ویزید
ایں دو قوت ازحیات آید پدید

(اقبال)

اس چپقلش میں سچائی کی فتح یابی کا راز یہ ہے کہ حق پرست انتہا درجے کے حریت پسند اور ایثار پیشہ ثابت ہوئے ہیں۔ وہ انسانی قدروں کو اپنے لہو سے سینچتے اور اپنی جان کا نذرانہ دیکر حق کی حفاظت کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلام اور حریت مترادف

الفاظ ہیں۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ کے سوا کسی باطل قوت کے آگے سر نہیں جھکاتا، وہ مجسم حریت ہے۔

ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

(اقبال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

أَدِّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ
حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ أَهْلِ بَيْتِهِ
وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ (الحدیث)

(ترجمہ): اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اہلبیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا

(الجامع الصغیر ۱:۱)

ماخذ و مراجع

سرور دلبراں	پیر محمد کرم شاہ الازہری - ماہنامہ ضیائے حرم لاہور
ظہور قدسی	مولانا شبلی نعمانی۔ سیرت النبی ﷺ
صبح سعادت	نعیم الدین مراد آبادی۔ تبرکات صدر الافاضل مرتبہ غلام معین الدین نعیمی
باران رحمت	مولانا ابو الکلام آزاد - ولادت نبویہ ﷺ
شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام	علامہ محمد حسین ساجد الہاشمی۔ جگ مگ جگ مگ نام محمد ﷺ
آمد سرور کائنات ﷺ	علامہ راشد الخیری۔ آمنہ رضی اللہ عنہا کا لال ﷺ
فیضان ربیع الاول	نسیم حجازی۔ جام عرفان ہری پور ہزارہ
بہار جاوداں	قاضی عبد الدائم دائم - ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور
سریر آرائے اقلیم ہدیٰ کی آمد	راجا رشید محمود۔ میرے سرکار ﷺ
میلاد النبی ﷺ	حافظ محمد بشیر القادری۔ ماہنامہ رزم نو گجرات
سلام عقیدت	آغا شورش کاشمیری - چٹان سیرت نمبر
انسان کامل ﷺ	پروفیسر محمد احمد شاد۔ حسن بیان
جامعیت کبریٰ	علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی۔ سراج منیر
دانائے سبل	رائے محمد کمال۔ ناوک فکر
ظہور قدسی	ریاض حسین چودھری۔ عید میلاد النبی ﷺ
بہار مصطفوی ﷺ	علامہ عبدالحق ظفر چشتی۔ ماہنامہ ضیائے حرم اگست 1992ء
جمال مصطفوی ﷺ	پروفیسر محمد اقبال جاوید۔ "مہک" سیرت النبی ﷺ
انسانیت کا یوم نجات	پروفیسر محمد حسین آسی - ماہنامہ ضیائے حرم اکتوبر 91'1988ء
ظہور قدسی کی سہانی گھڑی	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ ماہنامہ منہاج القرآن اگست 1993ء
رسول اول و آخر	علامہ سید محمود احمد رضوی۔ ماہنامہ ضیائے حرم فروری 1984ء
میلاد النبی ﷺ کا پیغام	مفتی محمد زبیر تبسم (ناروے) ماہنامہ ضیائے حرم ستمبر 1992ء
سیرت النبی ﷺ	پروفیسر محمد اقبال جاوید۔ "مہک" سیرت النبی ﷺ نمبر گوجرانوالہ

حضور اکرم بحیثیت رحمت عالم ﷺ پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ ماہنامہ ضیائے حرم - تفسیر ضیاء

القرآن

سیرت طیبہ کا پیغام۔ صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ رضوی۔ ماہنامہ ضیائے حرم ستمبر 1991ء

اسوہ رسول ﷺ اور ارتقائے انسانی صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ - مقالات خطیب الاسلام

سیرت النبی ﷺ ایک رہنما قوت پروفیسر رحیم بخش شاہین۔ ماہنامہ ضیائے حرم فروری 1979ء

مصطفیٰ برساں خواہش پروفیسر قاری غلام صادق۔ "مہک" سیرت النبی ﷺ نمبر

تیری حیات پاک کا ہر لحہ پیغمبر لگے صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی۔ ماہنامہ ضیائے حرم اگست 1994ء

حضور اکرم ﷺ بحیثیت معلم انسانیت پروفیسر غلام احمد حریری۔ نقوش جلد نہم رسول ﷺ نمبر

حضور اکرم ﷺ کا عسکری کردار پروفیسر محمد اقبال جاوید۔ "مہک" سیرت النبی ﷺ نمبر

صبح نور محمد یونس باڑی مظہری۔ ماہنامہ ضیائے حرم ستمبر 1992ء

پیغمبر ﷺ امن و سلامتی مولانا محمد صدیق ہزاروی۔ ماہنامہ درویش (انسان کامل نمبر) اکتوبر 1989ء

حضور اکرم ﷺ کی فصاحت و بلاغت پروفیسر محمد فیاض کاوش - ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر 1990ء

انقلاب رحمت نعیم صدیقی۔ ماہنامہ درویش نومبر 1990ء

معراج النبی ﷺ صاحبزادہ عابد حسین عابد ماہنامہ ضیائے حرم فروری 1991ء

سید انجم شکیل گیلانی۔ الجامعہ دسمبر 1994ء

تحفظ ناموس رسالت ﷺ پروفیسر محمد اکرم رضا۔ ماہنامہ نعت لاہور جنوری 1991ء ماہنامہ نور اسلام نومبر 1994ء

عقیدہ ختم نبوت کے تہذیبی اثرات جسٹس ریٹائرڈ محبوب احمد - ماہنامہ ضیائے حرم مارچ 1991ء

ہمہ قرآن درشان محمد ﷺ سید عبد الرحمٰن بخاری۔ ماہنامہ منہاج القرآن جولائی/ اگست 1996ء

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری صاحبزادہ نعیم الرسول۔ ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر 1983ء

رسالت اور مقصود رسالت محمدیہ ﷺ صاحبزادہ محمد مسعود احمد مرولہ شریف۔ ماہنامہ ضیائے حرم جنوری 1979ء

مطبوعہ کتب

تعارف امام احمد رضا ؒ	سوالاً جواباً
ارمغان نیاز	اردو مجموعہ نعت
مدنی من ٹھار	پنجابی مجموعہ نعت
مشعل سیرت حصہ اول	تقاریر۔ موضوع۔ سیرت النبی ﷺ

غیر مطبوعہ

مشعل سیرت حصہ دوئم	تقاریر۔ موضوع سیرت النبی ﷺ
آفتاب رسالت ﷺ	اردو مجموعہ نعت
تعارف امام اعظم ؒ ابوحنیفہ	سوالاً جواباً
علماء ومشائخ حافظ آباد	تذکرہ و سوانح
خنک رتوں کا سحاب	اردو مجموعہ غزل
ریشماں	پنجابی ادب پارے

عبدالغنی تائب

فہرست کتب